# غریبِ طوس

## حضرت امام علی رضا علیہ السلام

تالیف: فضل اللہ کمپانی

ترجمہ: محمد بشیر عالمی اسکردوی

Acc No. 1050 Date 24/04/07
Location ... Status ...
D.D. Class ...
NAJAFI BOOK LIBRARY
NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar#2
KARACHI
PH. 7211793

# مولا امام رضا علیہ السلام

تالیف

**فضل اللہ کمپانی**

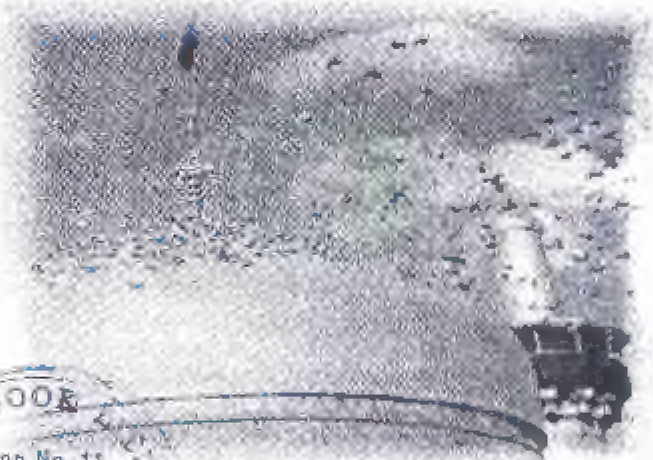

ترجمہ:

**محمد بشیر عالمی اسکردوی**

Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar No2
KARACHI

کریم پبلیکیشنز لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ........ مولا امام رضا

تالیف: ........ فضل اللہ کمپانی

ترجمہ: ........ محمد بشیر عالمی اسکردو

کمپوزنگ ........ محمد بشیر عالمی و محمد عابس عالمی

اشاعت ........ جنوری 2007ء

ناشر ........ کریم پبلی کیشنز لاہور

مطبع ........ نیو وائی پریس لاہور

قیمت ........ 165 روپے

| کراچی | لاہور | اسلام آباد |
|---|---|---|
| رحمت اللہ بک ایجنسی | افتخار بک ڈپو | محمد علی بک ڈپو |
| محفوظ بک ایجنسی | مکتبۃ الرضا | اسلامک بک سنٹر |

سید جعفر علی اینڈ سنز بھکر، مکتبہ کاظمیہ ملتان، زیدی کتب خانہ خیرپور میرس، حسنین بک ڈپو راولپنڈی، مکتبۃ النجف کوٹلی امام حسینؑ، جامعہ امام الصادقؑ کوئٹہ، قمر بنی ہاشم لائبریری پشاور، اسد بک ڈپو حیدر آباد، جعفری کتب خانہ لاڑکانہ، کتاب محل لیہ، قرآن سنٹر سیالکوٹ، مکتبہ نعیم ساجد شیخوپورہ۔

بسم الله الرحمن الرحيم

# فہرست


مقدمہ مؤلف ۷

عرض مترجم ۹

پہلا باب ۱۱

تاریخ ولادت ۱۳

حسب ونسب ۲۰

آپ کا بچپنا اور جوانی ۲۵

اخلاق حسنہ ۲۹

دوسرا باب ۳۷

امامت سے متعلق بحث ۳۹

آنحضرتؐ کی امامت کو ثابت کرنے والے نص احادیث ۶۳

ہارون اور امام کی گرفتاری ۶۹

خراسان کی فتنہ انگیزیاں ۷۳

ہارون کی خراسان کی طرف روانگی اور اس کی موت ۷۹

امین کی خلافت اور اس کے مامون کے ساتھ کشمکش ۸۳

امین اور مامون کے درمیان جنگ اور امین کا قتل ۸۹

| | |
|---|---|
| **تیسرا باب: دوران ولایت عہدی** | ۹۵ |
| علویوں کی تحریک اوران کا قیام | ۹۷ |
| مامون کی امام رضا علیہ السلام کو دعوت | ۱۰۷ |
| امامؑ کے مدینہ سے مرو تک کے راستے اور رونما ہونے والی کرامات | ۱۱۵ |
| مامون کی پیشکش | ۱۲۷ |
| ولایت عہدی کا جشن | ۱۳۵ |
| مرو میں امامؑ کے مناظرے | ۱۷۵ |
| شورش بغداد | ۲۱۱ |
| مامون کی تغییر روش | ۲۲۳ |
| شہادت امامؑ | ۲۲۹ |
| موضوع ولیعہد سے متعلق بحث وگفتگو | ۲۴۷ |
| **چوتھا باب: حضرت رضاؑ کے فرمودات** | ۲۶۷ |
| مختصر احادیث (کلمات قصار) | ۲۶۹ |
| منظوم فرمودات | ۲۷۹ |
| اخلاقی اور معاشرتی تعلیمات | ۲۸۵ |
| طب اور حفظان صحت سے متعلق آپؑ کی ہدایات | ۲۹۵ |
| **پانچواں باب: اولاد اور اصحاب** | ۳۰۱ |
| امام رضاؑ کی اولاد | ۳۰۳ |

آپ کے عقیدت مند ۳۰۷
قبر شریف کی مختصر تاریخ ۳۱۳

# مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد وثناء اس خدا کے لئے سزاوار ہے جس کی حمد وتعریف کا حق کسی بھی نطق کرنے والے سے ادا نہیں ہوسکتا اور حساب لگانے والے اس کی نعمتوں کو شمار کرنے سے عاجز ہیں وہ خدا کہ جس کی معرفت کی بے پایاں فضا میں بلند ہمت والے بھی پرواز سے قاصر ہیں اور عقل و فکر کے غواص اس کے دریائے ابدیت کی گہرائیوں تک پہنچنے سے عاجز رہے درود وسلام ہو خدا کے رسولوں اور نبیوں پر مخصوصا حضرت خاتم الانبیاء اور ان کے وصی برحق پر جو شریعت کے چراغ کو روشن رکھنے والے اور توحید و راہ حقیقت کے پیروکاروں کے رہنما ہیں "صلوۃ اللہ علیہم اجمعین"۔

تاریخی مسائل اور ماضی کے بزرگان اور نامور شخصیتوں کے حالات سے آگاہی اور آشنائی حاصل کرنا آج کے انسانوں کے لئے مختلف اجتماعی، سیاسی اور دینی پہلوؤں سے مفید بلکہ بعض مقامات پر لازم اور ضروری ہوتا ہے مخصوصا ان لوگوں کے حالات سے واقف

والا جوانی کے دور میں ہے وجود میں شرق اعتبار سے زرخیزی اور قلوب کا جب بنتے

ہیں

یقیناً ایسی ہی ہستیوں سے مشہد مقدس میں ایک کامل مصداق ثامن الحجج حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام ہیں کہ جن کا جسد مبارک دور غریب الوطنی میں اس سرزمین میں ایک گنجینہ کے مانند مدفون ہیں اور ان کا مرقد مطہر اپنے چاہنے والوں کے لئے کعبہ اور پناہگاہ بنا ہوا ہے۔

راقم حروف کو توفیق حاصل ہوئی کہ کئی دفعہ آنحضرت کی بارگاہ ملکوتی کی زیارت کا شرف حاصل کر چکا ہے جس کی عظمت و جلالت سے مشرف ہو کے میں نے مختلف تاریخی مدارک اور منابع کی طرف رجوع کرتے ہوئے آنحضرت کی حیات مبارکہ کے بارے میں کچھ مطالب مرتب کئے ہیں اور اب رب العزت کی توفیق اور تائید سے ان مطالب کے مجموعے کو کتاب کی شکل دے کر قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں تاکہ خدا کرے کہ یہ ناچیز خدمت بارگاہ حق میں شرف قبولیت پا کر آخرت کے لئے زاد راہ ثابت ہو۔

و من الله التوفيق و عليه التكلان

خدا کی طرف سے توفیق ہے اور اسی کا سہارا ہے۔

فضل اللہ کمپانی

# عرضِ مترجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الاول بلا اول کان قبلہ والآخر بلا آخر یکون بعدہ، ثم الصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین، وعلی آلہ الطیبین الطاہرین، ولعنۃ اللہ علی اعدائہم من الآن الی قیام یوم الدین

میں اپنے آقا کی کون کون سی نعمت کا شکر ادا کروں؟ بس اتنا ہی جانتا ہوں کہ میں سراپا ان کی بے پایاں عنایتوں اور محبتوں میں غرق ہوں اور ہر لحظہ ان کی قربت کا احساس قلب و روح کو آرام و سکون عطا کرتا ہے۔ جب بھی ان کے طلائی گنبد پر نگاہیں ٹھہرتی ہیں، جنت خدا کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ خدا کرے کہ آپ کو بھی یہ جنت عطا ہو۔ یہ ایک ایسی سرزمین کا ٹکڑا ہے جو گوہر عصمت کو اپنے سینے میں چھپائے ہوئے ہے اور فرزند زہرا کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس ملکوتی بارگاہ میں حاضر ہونے کی ہر کوئی ہمت نہیں رکھتا بلکہ صرف وہی آسکتا ہے جس کو آقا کا بلاوا ہو، وہی حاضر ہو سکتا ہے جس پر آپ کی نظر کرم ہو۔ یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں رسول خدا ﷺ کا گوشہ جگر آرام فرما رہا ہے۔ یہ پناہ ہے بے پناہوں کیلئے، یہ سہارا ہے بے سہاروں کیلئے، یہ سرمایہ ہے فقیروں کیلئے، یہ نور ہے جہل و عصیان کے اندھیروں میں ڈوبے

جوان چشمے یہ شفا ہے مریضوں کے لیے یہ عطا ہے مستفیضوں کے لیے یہ امید ہے جو لوگ آتے

اور تشنہ ہے روحوں کی یہ مہک ہے جنت کی۔

یہاں سے بدھے بینائی پا جاتے ہیں، لاعلاج مریض شفایاب ہو کر جاتے ہیں، گمراہ نجات کی راہ پاتے ہیں یہاں سے صرف شیعہ ہی نہیں بلکہ دوسرے ادیان و مکاتب کے پیروکار بھی دامن بھر کر کے جاتے ہیں یہاں امیر و غریب شاہ و گدا امیر و فقیر میں کوئی فرق نہیں بلکہ سبھی لطف و کرم کے چشمے سے سیراب ہو کر جاتے ہیں۔

ترے کرم کی برستی ہیں بارشیں سب پر — تجھے امیروں غریبوں میں امتیاز ہے کیا

ہمیں چاہیے کہ اسے مقام کی قدر و منزلت کو جان کر معرفت کے ساتھ زیارت بجا لائیں تاکہ یہ ہماری شفاعت اور نجات کا سامان ہو جیسا کہ امام رضا کی حدیث شریف ہے

من زارني وهو يعرف ما أوجب الله تعالى من حقي وطاعتي فأنا وآبائي شفعاؤه يوم القيامة ومن كنا شفعاءه نجى

یعنی جو شخص اس معرفت کے ساتھ کہ خدا نے میرا حق اور میری اطاعت کی پروا جب قرار دی ہے میری زیارت کرے گا تو میں اور میرے آبا قیامت کے دن اس کی شفاعت کریں گے اور جس کی ہم نے شفاعت کی وہ نجات پا گیا۔

اسی ہدف کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کتاب کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں جسے جناب مؤلف نے مختصر اور نہایت خوش اسلوب کے ساتھ تحریر فرمائی ہے امید ہے کہ مومنین اس کو پڑھ کر اس روضہ کی زیادہ سے زیادہ معرفت حاصل کریں گے۔

والسلام علی من اتبع الہدی

العبد

محمد شیر علی اسلرودی مشہد مقدس

۳ شعبان معظم ۱۴۲۷ھ/ ۲۸ اگست ۲۰۰۶ء

# پہلا باب

قبل از امامت:

۱۔ تاریخ ولادت

۲۔ حسب و نسب

۳۔ بچپنا اور جوانی

۴۔ اخلاق حسنہ

# تاریخ ولادت

گیارہ ذیقعدہ ۱۴۸ ہجری قمری کو مدینہ منورہ میں آسمانِ ولایت پر ایک روشن ستارہ چمکا اور شیعوں کے آٹھویں امام حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے اس دنیا میں قدم مبارک رکھا۔ آپؑ اپنے پدر بزرگوار کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔

۱. صبحدم چون ز افق مهر فروزان خیزد
نوری ظلمت شب چشمهٔ حیوان خیزد

۲. کمان حلقهٔ خورشید پی رخشان شب
هر زمان تیر ز مژگان درخشان خیزد

۳. خسرو روز پی روشنی عالم خاک
سر پردهٔ فلک شتابان خیزد

۴. مهر تابنده چو لخت دل ستمزده ساغ
گل ز آغوش چمن سرخ خندان خیزد

۵ـ لاله با چهرهٔ افروخته از دامن دشت
سبزه با قامت نورسته ز بستان خیزد

۶ـ آهنگ طرب خیز و دل انگیز ربیع
در چمن نغمهٔ مرغان خوش الحان خیزد

۷ـ آمد آن مه که ز بهر تماشای رخش
قرص خورشید سراسیمه ز کیوان خیزد

۸ـ آمد آن گل خندان که ز انفاس خوشش
ز صبا بوی گل و سنبل و ریحان خیزد

۹ـ آمد آن چشمهٔ فیض که از فیض دمش
ابر رحمت ز پی ریزش باران خیزد

۱۰ـ سر و جان در قدمش ریز که دلدادهٔ دوست
به تمنای نگهی ز سر جان خیزد

۱۱ـ آفتابا به فروزندگی خویش مناز
لمحه‌ای بین که چه خورشید ز دامان خیزد

۱۲ـ چهرهٔ زهره بپوشی که ز بام ملکوت
زهرهٔ فاطمه با چهرهٔ تابان خیزد

۱۳ـ مهر هر صبحدم آرد سر تعظیم فرود
پیش این مهر که از خاک خراسان خیزد

۱۴ـ حرم آن تازه بهاری که ز هر شاخهٔ آن

شاخه های ادب و حکمت و عرفان خیزد

۱۵ـ آیت شیرخدا بین که بفرمان رضا

شیر از پرده پی حمله هر سان خیزد

۱۶ـ بهر رونیش خاك حرم خسرو طوس

خبرتیش از ملك و حور ز رضوان خیزد

۱۷ـ درتن مرده مدروح چو انفاس مسیح

هر نسیمی که ز سر طرفه گلستان خیزد

۱۸ـ پیرو اهل نظر چون خط زردست نسبت

هر کلامی که ز آن لعل دُرافشان خیزد

۱۹ـ پیش فرمان همچون رضایک قضا

دست بربسته پی بردن فرمان خیزد

۲۰ـ مطلع نور خدا آینهٔ طلعت وست

که دمادم ز رخش آیت سبحان خیزد

۲۱ـ شاخساری که از آن میوهٔ رحمت ریزد

آفتابی که ز آن پرتو ایمان خیزد

۲۲ـ پور موسی چو کند جلوه در آینهٔ طور

ز پی سدن حق موسی عمران خیزد

۲۳ـ چهره بر خاك درش ی دل یوسف ماند

که ز خاکش همه سرچشمهٔ حسان خیزد

۲۴- یوسف خورشید ای رخ چشمهٔ الطاف رضا
آنچه از طبع سخن سنج و سخندان خیزد

۲۵- میوهٔ شاخه توحید که در گلشن فیض
هر دم از لعل لبش نغمهٔ قرآن خیزد

۲۶- هر زمن ملک شود سنجرش موج زوال
خسرو دین زپی یاری ایران خیزد

۲۷- چنین نعمت شاهانه محال است رضا
که گدائی ز سر سفرهٔ سلطان خیزد

ترجمہ:

۱۔ چمکتا ہوا سورج جب صبح کو افق سے نکلنے لگے اور رات کی تاریکی کے بعد زندگی کا چشمہ پھوٹنے لگے۔

۲۔ شب دور بھگانے کیلئے خورشید کے کمان خانے سے جب کرن کے روشن پلکوں کے تیر برسنے لگیں۔

۳۔ دل کا بادشاہ عالم خاک کو روشنی بخشنے کے لئے فلک کے پردہ سے جلدی کرنے لگے۔

۴۔ جب مہرتاب باغ کو دیکھ کر مسکرانے لگے اور پھول چمن کی آغوش میں ہنسنے لگے۔

۵۔ ہوا مہکتے ہوئے صحرا کے دامن میں، اور تر و تازہ سبزے گلشن میں ابھرنے لگے۔

۶۔ (اور جب) باغ سے پرکیف اور دل انگیز ہواؤں کی آوازیں آنے لگے اور چمن میں خوش آواز پرندے زمزمہ خوانی کرنے لگیں۔

۷۔ اور وہ چودھویں کا چاند آگیا جس کا رخ دیکھ کر سورج بھی شرم سے پانی پانی ہوا۔

۸۔ آگیا وہ گل خنداں کہ جس کے معطر سانسوں سے گل و سنبل و ریحان بھی فضا میں مہکنے لگے۔

۹۔ آگیا وہ فیض و کرم کا چشمہ کہ جن کے وجود کی برکت سے باران رحمت برسنے والے ہیں۔

۱۰۔ دل و جان سے ان کے قدموں میں نچھاور کہ عاشق اپنے محبوب کی ایک جھلک کیلئے جان کی بازی لگاتا ہے۔

۱۱۔ اے سورج اپنی چمک اور روشنی پر ناز مت کر ذرا نجمہ (خاتون) کو دیکھ کیا آفتاب عالمتاب دامن میں لئے ہوئے ہے۔

۱۲۔ زہرہ (نامی ستارے) کا چہرہ ڈھانپ دو کہ فاطمہؑ کا چمکتا ستارہ جو عالم ملکوت کا ذمہ دار ہیں، اپنی تابشوں کے ساتھ طلوع کر چکے ہیں۔

۲۔ سرزمین خراسان سے ابھرنے والے اس خورشید کے سامنے سورج ہر صبح سر تعظیم خم کرتا ہے۔

۳۔ اس نورستہ پھول کا کیا کہنا کہ جس کی ہر شاخ سے ادب و حکمت اور معرفت کی شاخیں پھوٹتی ہیں۔

۴۔ شیر خدا کی نشانی دیکھو کر (ان کے اشارے پر) پردوں پر نقش کئے ہوئے شیر بھی اٹھ کر حملہ کرنے لگتا ہے۔

۵۔ شہنشاہ طوس کے حرم (مبارک) سے گرد و غبار جھاڑنے کے لیے جبرئیل آسمان

سے اور حور رحمت سے تکتی ہیں۔

۱۶۔ (امامت کے) اس گلستان سے اٹھنے والی نسیم کی ہر موج دمِ عیسیٰ کی طرح ہر مردہ جسم میں روح پھونک دیتی ہے۔

۱۷۔ صاحبِ نظر پیروکاروں کے لیے ان کے درفشاں ہونٹوں سے نکلنے والی ہر بات ہتھیلی کی لکیروں کی طرح واضح و آشکار ہے۔

۱۸۔ آقا امام رضاؑ کے حضور میں قضا کا قاصد ہاتھوں کو سینے پر رکھے ہوئے فرمانبرداری کے لیے تیار ہے۔

۱۹۔ اس نورِ خدا کے مظہر سے الٰہی جلوے نمایاں ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے چہرے سے ہر دم خدا کی نشانیاں نظر آنے لگتی ہیں۔

۲۰۔ یہ وہ شاخ ہے کہ جس سے ہر دم رحمت کے میوے جھڑتے ہیں، یہ وہ آفتاب ہے کہ جس سے ایمان کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔

۲۱۔ فرزندِ موسیٰ جب طور کے آئینے میں اپنا جلوہ دکھائیں گے تو موسیٰ بن عمران بھی ان کے دیدار کے لیے آ پہنچیں گے۔

۲۲۔ اے ناامیدو! ان کی چوکھٹ سے اپنا چہرہ (اٹھانے میں) جلدی نہ کرو (درحقیقت) ان کی دہلیز ہی ہر احسان کا سرچشمہ ہے۔

۲۳۔ اہلِ سخن اور نکتہ سنجوں کے ذوقِ طبع سے جو کچھ وجود میں آتا ہے وہ (مولا) رضاؑ کے لطف و کرم کے چشمے کا ایک قطرہ ہے۔

۲۴۔ یہ گلشنِ فیض میں شاخِ توحید کا میوہ ہے جن کے گل نما سرخ ہونٹوں سے ہر دم نغمۂ قرآن کی صدا بلند ہوتی ہے۔

۲۵۔ جب بھی ملک پر کوئی رواں آتے نکلتا ہے تو یہ شہنشاہ دین ایران کی مدد کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

۲۶۔ اے رضاؑ! یکی شاہانہ نعمتوں کے ہوتے ہوئے کسی گدا کا سلطان (جن وانس) کے دسترخوان سے اٹھ کر جانا محال ہے۔(۱)

آپ کی تاریخ ولادت کے سال اور دن کے بارے میں روایتیں مختلف ہیں۔ بعض منجملہ شیخ صدوقؒ نے آپؑ کا روز ولادت گیارہ ربیع الاول ۱۵۳ ہجری لکھا ہے جبکہ کلینیؒ اور شیخ مفیدؒ نے گیارہ ذی الحجہ ۱۵۳ ہجری ذکر کیا ہے۔(۲)

---

۱۔ دیوان الماسے ڈاکٹر قاسم رسا ملک الشعراء ناشر آستان قدس رضوی نقل از کتاب عمادوروہ ج ص ۹۔

۲۔ (عیون اخبار الرضا ج ۱، باب ۳، نقل از کتاب عمادزادہ جلد ۱ ص ۶)۔

# حسب ونسب

آپ کے پدر بزرگوار حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی تعریف و توصیف کے محتاج نہیں۔ بہرحال آپ کی والدہ گرامی کی کنیت ام البنین اور نام نجمہ خاتون تھا جو تکتم، طاہرہ اور ام البنین وغیرہ کے ناموں سے بھی جانی جاتی تھیں۔ آپ کی مادر گرامی جو بلاد مغرب سے تعلق رکھتی تھیں، ان کے بارے میں متعدد روایتیں نقل ہوئی ہیں ہم ان میں سے دو روایتوں کو بشرح ذیل ملاحظہ کیجئے۔

علامہ مجلسی نے کافی میں اور اسی طرح شیخ مفید نے کتاب ارشاد میں ہشام بن احمر سے نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ نے مجھ سے فرمایا: کیا تجھے معلوم ہے کہ آج ایک غلام فروش ہمارے شہر میں آچکا ہے؟ ہشام نے کہا: مجھے علم نہیں۔ تو امامؑ نے فرمایا:

کیا تم میرے ہمراہ آجاؤ گے کہ ہم اس کے پاس چلے جائیں؟

ہشام نے ہاں میں جواب دیا اور آنحضرتؑ کے ہمراہ غلام فروش کے پاس چلا گیا۔ اس شخص نے فروخت کرنے کی غرض سے بہت سے غلاموں اور کنیزوں کو اپنے ساتھ لایا

تھا۔ امام نے فرمایا

چاہتا ہوں تیری کنیزوں کو دیکھوں۔ اس نے اپنی کنیزوں کو امام کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا کوئی اور کنیز بھی ہے؟ اس نے جواب دیا صرف ایک اور ہے جس کی حالت بہت اچھی نہیں۔

امام معظم علیہ السلام نے فرمایا

کوئی بات نہیں اس کو میرے سامنے پیش کرو۔ غلام فروش چلا گیا اور کچھ دیر اس طرف اُس طرف جانے کے بعد اس نے کنیز لانے سے انکار کیا۔

امام نے ہشام کو اشارہ فرمایا کہ واپس چلیں۔ دوسرے دن امام نے ہشام کو بلا بھیجا اور ان سے فرمایا

اس غلام فروش کے پاس جاؤ جس کے پاس ہم کل گئے تھے اور اس کنیز کو ہر قیمت پر خرید کرو جس کے دینے سے وہ انکار کر رہا تھا۔ ہشام اس غلام فروش کے پاس چلے گئے اور اس کنیز کی خرید کے لیے منہ مانگی قیمت دینے کی پیشکش کی۔ اس نے آخر کار قبول کیا اور کنیز کو ہشام کے حوالے کرنے سے پہلے پوچھا

بھائی مجھے آپ سے ایک سوال پوچھنا ہے!

ہشام نے کہا پوچھو کیا سوال ہے؟ اگر میرے علم میں ہو تو میں جواب دوں گا

غلام فروش نے بڑے تجسس کے ساتھ پوچھا میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کل جو شخص تیرے ہمراہ آیا تھا وہ کون تھا؟

ہشام نے بڑے غور سے اس کی طرف تکتے ہوئے دل میں اس کے اس سوال کے مقصد سے

بارے میں سوچتے ہوئے جواب دیا

قبیلہ بنی ہاشم کا ایک مرد تھا۔

کہ خادن سے اس سے آگے کچھ نہیں بتاؤں گا' بتاؤ تیرا ان سوالوں سے کیا مقصد ہے؟

اس غلام فروش نے اپنے بیٹے کو صاف کرتے ہوئے کہا اگر حقیقت جاننا چاہتے ہو تو سن لو میں نے اس کنیز کو مغرب کے دور ترین علاقوں سے خرید کرلایا تھا۔ ایک روز ایک اہل کتاب خاتون نے اس کو میرے ہمراہ دیکھ کر حیرانی سے پوچھا یہ کنیز کس کی ہے؟

میں نے جواب دیا کہ اس کو خرید کرلے آیا ہوں۔ اس کی حیرت اور بڑھ گئی۔ میں نے پوچھا کیوں حیرت میں ڈوب گئی ہو؟

کہا آخر اس کنیز کو چاہیے کہ روئے زمین کے بہترین شخص کی ملکیت میں ہو اور اس سے ایک ایسے بیٹے کو جنم دے جس کی طرح مشرق و مغرب میں کوئی پیدا نہ ہوا ہو۔

(ہشام کہتے ہیں) میں نے اسے امام کی خدمت میں پیش کیا اور مختصر مدت کے بعد حضرت امام رضا ان سے متولد ہوئے۔(۱)

۲۔ شیخ صدوق "عیون اخبار رضا" میں نقل کرتے ہیں کہ حمیدہ خاتون مادر امام موسی کاظم نے ایک کنیز خریدی جس کا نام تکتم تھا جو عقل و دین کے اعتبار سے تمام عورتوں سے افضل و برتر تھیں اور وہ حمیدہ خاتون کا نہایت احترام کیا کرتی تھیں اور ان کے حضور

---

۱۔ اصول کافی ج ۱، کتاب حجت۔ ارشاد شیخ مفید ج ۲

میں بھی بیٹھی رہتی تھیں۔

حمیدہ خاتون نے اپنے بیٹے حضرت موسیٰ کاظم ؑ سے کہا بیٹے، میں نے آج تک تکتم جیسی نیک کنیز نہیں دیکھی ہے اگر اس سے کوئی اولاد ہو جائے تو یقیناً خداتعالیٰ اس کو جلد ہی بلند مرتبہ عطا کرے گا اور میں اس کو تجھے بخش دیتی ہوں پس (لوگوں سے) کہا جائے اس کے ساتھ نیک برتاؤ اور اس کا احترام کیا جائے۔ جب امام رضا علیہ السلام متولد ہوئے تو آنحضرت نے نجمہ کو طاہرہ کا نام دیا۔ (۱)

شیخ صدوق علی بن میثم نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ جب حمیدہ (مادر موسیٰ کاظم) نے نجمہ کو خرید کیا تو (ایک دن) عرض کرنے لگیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا جو مجھ سے فرما رہے تھے کہ اے حمیدہ! نجمہ کو اپنے بیٹے کے لئے بخش دو کہ جلد ہی موسیٰ ؑ کیلئے نجمہ سے (ایک بیٹا) متولد ہوگا جو اہل زمین میں سب سے بہتر اور برتر ہوگا۔ حمیدہ (خاتون) نے نجمہ موسیٰ ؑ کے لئے بخش دی اور حضرت رضا علیہ السلام کے تولد کے بعد نجمہ کو طاہرہ کا نام دیا۔ (۲)

نجمہ بہت قدر پرہیزگار اور عابدہ خاتون تھیں کہ امام رضا علیہ السلام کی شیرخوارگی کے زمانے میں آپ نے ایک دوسری دایہ کا تقاضا کیا تا کہ وہ بچے کو دودھ پلانے میں مدد کرے۔ پوچھا گیا کیا تمہارا دودھ کم ہے؟ کہا میرا دودھ کم تو نہیں لیکن دودھ پلانے کی وجہ سے میں مستحب نمازوں اور اذکار سے رہ جاتی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں اپنے

---

۱۔ عیون اخبار الرضا ترجمہ ج ۱ ص ۱۳

۲۔ عیون اخبار الرضا ترجمہ ج ۱ ص ۱۵

سے ایک مددگار چاہتی ہوں تاکہ مستحبات کی ترک نہ ہوں۔ ( )

---

منتہی الآمال، باب دوم، فصل دوم

# آپؑ کا بچپنا اور دوران جوانی

حضرت رضا علیہ السلام نے اپنا بچپن اور جوانی مدینہ منورہ جو مرکز وحی تھا، میں اپنے نانا کے ساتھ گزاری اور بلا واسطہ امام ہفتم علیہ السلام کے زیر تربیت رہے۔

اس مدت میں آپ اپنی خداداد صلاحیتوں کو امامت جو کہ منصب الٰہی ہے کی پذیرش کے لئے اجاگر اور آمادہ کیا۔ اس نکتے کی طرف آپ کے پدر گرامی نے بھی اپنی زندگی کے دوران متعدد بار اشارہ فرمایا تھا، اور اپنے تمام فرزندوں میں سے آپ کو (بحکم خدا) اپنی جانشینی کے لئے معین فرمایا۔

امام رضا علیہ السلام نے ۳۵ سال کا عرصہ اپنے والد گرامی کے ساتھ گزارا جو خلیفہ عباسی ہارون رشید کا دور حکومت تھا۔ وہ (اس زمانے میں) اسلامی ممالک پر حکومت کر رہا تھا اور جو سختیاں اور تکالیف ہارون کی طرف سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے لئے پیدا کی جا رہی تھیں اس سے امام رضا بہت متاثر ہو رہے تھے۔

لبنانی دانشمند محمد مغنیہ لکھتے ہیں: امام ہشتمؑ نے ۳۵ سال اپنے پدر بزرگوار کی

حیات میں گزرے جس میں سے زیادہ تر حصہ ہارون رشید کے دور میں تھا۔ آپ کے پدر بزرگوار ہارون کے زندان میں قید رہے۔ کبھی بغداد میں اور کبھی بصرہ میں آپ کی عمر شریف کٹتی رہی۔ اس مدت میں امام رضا ؑ کو غم و درد سے دوچار تھا لیکن آپ کسی کو دکھڑا نہیں سنا سکتے تھے اور نہ کوئی ایسا (مونس) تھا جس کے پاس اظہار غم یا حق کی باتیں کریں۔

جب تک آپ کے پدر گرامی قید میں رہے آپ رنج و غم کا گھونٹ پیتے رہے اور آپ سے اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں بن پڑتا تھا حتیٰ کہ اپنے بابا کے اصحاب سے بھی اس (درد) کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔

امام رضا ؑ اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے کہ کس طرح زندان میں آل ابی طالب شہید کیے جاتے تھے۔ آپ کا قلب مبارک ان مظالم کو دیکھ کر جھلس رہا تھا۔ ایک طرف سے اپنے بابا کے بہت سے پیروکار شک و تردد کے شکار ہو رہے تھے اور سالہا سال کی مدت کے بعد دوبارہ آپ کی خدمت میں آتے تھے۔ دوسری طرف سے ظالم حکام اور ان کے اہلکار تیز خلافت بنی عباس کے طرفدار لوگوں کو گمراہ کرنے اور ان کو حق سے منحرف کرنے کے درپے تھے۔ اور امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے اہداف کو اپنے ناپاک مقاصد کے ذریعے آلودہ کر کے دکھانا چاہتے تھے تاکہ لوگ آپ سے منہ موڑیں۔

امام ہشتم ؑ ان تمام چالبازیوں اور سازشوں کا (نزدیک سے) مشاہدہ کر رہے تھے لیکن کچھ کہہ نہیں سکتے تھے کہ جس کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں۔ لہذا آپ مجبور خاموشی اختیار کرتے ہوئے ہارون رشید کے ظالمانہ حکومت کا مشاہدہ کرتے

رہتے۔

تاریخ اور دیگر مصادر کے حوالے سے امام رضاؑ کا زمانہ اپنے آباء کے زمانہ سے کافی مشابہت رکھتا تھا۔

اہل بیت رسالتؐ پر آنے والی مصیبتیں ایک ایسی کڑی ہے جس کا ایک سرا حضرت علی بن ابی طالبؑ سے اور دوسرا سر دیگر ائمہ علیہم السلام سے متصل ہے۔

امام ہفتمؑ ایسی ہی بدترین صورت حال میں زندگی گزارتے رہے یہاں تک کہ پدر بزرگوار کی وفات واقع ہوئی۔(۱)

مسعودی نے اثبات الوصیہ اور کلینیؒ نے کافی میں محمد بن عیسیٰ یقطینی سے اور اس نے مسافر نامی خادم امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ جب امام موسیٰ بن جعفرؑ کو مدینہ سے عراق لے جایا گیا تو آپؑ نے اپنے فرزند علیؑ سے فرمایا جب تک میں زندہ ہوں اور جب تک تم کو میری وفات کی خبر نہ ملے ہر شب گھر کی دہلیز پر سویا کرو۔

خادم کہتا ہے

میں ہر شب اس امام بزرگوار (امام رضاؑ) کے بستر کو گھر کی چوکھٹ پر لگایا کرتا تھا اور آپؑ وہیں رات گزارتے تھے اور جب صبح ہوتی تھی تو گھر تشریف لے آتے تھے۔ اسی طرح چار سال کی مدت گذر گئی۔ اتفاقاً ایک شب میں نے دیکھا کہ امام ہفتمؑ تشریف نہیں لائے یہاں تک کہ صبح ہو گئی، اور اہل بیتؑ بہت پریشان اور مضطرب ہوئے۔

امام رضا علیہ السلام اُمّ احمد جو حرم کی خواتین میں سے تھیں، کے پاس گئے اور ان سے فرمایا

---

۱۔ شرح زندگی حضرت علی بن موسیٰ الرضا۔ تالیف احمد مغنیہ ترجمہ عصمہاں، ص ۱۱-۱۲

امانت مجھے دو جو میرے پدر بزرگوار نے تیرے حوالے کی تھی۔

ام احمد نے جب یہ سنا تو گریہ کرنے لگیں اور بال پریشان کر کے چاک گریبان اور فریاد کرنے لگیں کہ خدا کی قسم میرے سید و آقا دنیا سے چلے گئے ہیں۔ حضرت نے انہیں تسلی دی اور خاموش کر دیا اور فرمایا جب تک رحلت امام کی خبر کی اطلاع والی مدینہ تک پہنچے یہ راز کسی کو نہ بتایا جائے۔

ام احمد نے تمام مکتوبات کو جو امامت سے متعلق تھیں امام رضا علیہ السلام کے حوالے کیا اور عرض کیا کہ آپ کے پدر گرامی نے مجھ سے خدا حافظی کرتے وقت یہ امانتیں میرے حوالے کی تھیں اور فرمایا تھا کہ اس سے متعلق کسی کو آگاہ نہ کرنا۔ اور جب میں وفات پا جاؤں تو میرے بیٹوں میں سے جو بھی تیرے پاس آ کر ان کو مانگے اس کے حوالے کر دینا اور جان لینا چاہیے کہ میں اس وقت دنیا سے جا چکا ہوں گا۔

اس رات کے بعد سے حضرت رضا ع گھر کے دہلیز پر نہ ہوئے اور چند روز کے بعد حضرت موسیٰ بن جعفر ع کی شہادت کی خبر مدینہ تک پہنچی اور معلوم ہوا کہ جس رات حضرت رضا تشریف نہیں لائے تھے، آپ اپنے پدر گرامی کی تجہیز جنازہ کے لیے مدینہ سے بغداد چلے گئے تھے۔ اس کے بعد امام ع نے اہل بیت طہارت کے ساتھ اپنے پدر بزرگوار کی عزاداری اور سوگواری کے مراسم کے لیے اقدام کیا۔ ( )

---

۔ اثبات الوصیۃ ص ۱۵۱ کافی نقل از تالیف ابوالقاسم سحاب ج ۱ ص ۹۳

# اخلاق حسنہ

حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام دیگر ائمہ کی طرح نجیب و اصیل اور اخلاق حسنہ اور فضائل حمیدہ سے پوری طرح آراستہ تھے اور ہر قسم کی برائی اور برے اخلاق سے پاک و منزہ تھے چونکہ خداوند عالم نے پیغمبر اکرم ﷺ اور آپ کے خاندان کو ہر قسم کے عیب سے دور رکھا ہے کہ جس پر آیہ تطہیر دلالت کرتی ہے۔

## زہد و عبادت

امام رضا علیہ السلام زہد و عبادت اور پرہیزگاری میں اپنے آباء و اجداد کے مانند تھے۔ محمد بن عباد سے روایت نقل ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام گرمیوں میں چٹائی پر تشریف فرما ہوتے تھے اور سردیوں میں ٹاٹ پر بیٹھتے تھے اور کھردرے لباس زیب تن فرماتے تھے اور جب عام لوگوں کے پاس جاتے تھے تو اپنے آپ کو زینت دیتے تھے۔ ( )

---

عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۳۲

آپ ہر تین روز بعد ختم قرآن کرتے اور فرماتے تھے میں اگرچاہوں تو اس سے بھی کم مدت میں ختم کرسکتا ہوں مگر چونکہ میں آیات پر غور وفکر کرتا ہوں کہ کس موضوع کے سلسلے میں نازل ہوئی اور کس وقت نازل ہوئی۔ لہذا ہر تین دنوں میں پورے قرآن کی تلاوت کرتا ہوں۔(۱)

آپ زیادہ تر روزہ رکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہر مہینے کے اول، وسط اور آخر میں روزہ رکھنا ایسا ہے گویا اس نے ہمیشہ روزہ رکھا۔(۲)

ابا صلت سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا میں سرخس میں وارد ہوا تو ایک ایسے گھر میں پہنچا جہاں امام رضا قید تھے میں نے پہرہ دار سے اندر جانے کی اجازت چاہی تو اس نے جواب میں کہا تم آنحضرت تک نہیں پہنچ پاؤ گے۔ میں نے کہا کیوں؟

کہا چونکہ امام رضا علیہ السلام اکثر شب و روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے ہیں اور صرف صبح اور زوال سے قبل (اور جب سورج غروب ہونے کو قریب ہوتا ہے) تو نماز سے فارغ ہوتے ہیں اور اپنی جائے نماز پر اپنے رب سے راز و نیاز میں مشغول ہوتے ہیں۔

میں نے کہا انہی اوقات میں آنحضرتؑ سے میرے لئے دیدار کی اجازت مانگ لو! جب اس نے میرے لئے اجازت لے لی اور جب میں آنحضرتؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو دیکھا کہ آپ اپنے مصلے پر بیٹھے غور و فکر فرما رہے ہیں۔

---

۱۔ ترجمہ اعلام الوری ص ۳۲۸

۲۔ ستارگان درخشان ج ۱۰ ص ۱۹، عیون اخبار الرضا ج ۲، باب ۸۳

شیخ صدوق رجاء ابن ضحاک جسے مامون نے امام رضا علیہ السلام کو مدینے سے مرو لے
جانے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی، سے نقل کرتے ہیں: اس نے کہا میں مدینے سے مرو
تک امام کے ہمراہ تھا، خدا کی قسم میں نے، پرہیزگاری، خدا ترسی اور کثرت سے یاد خدا
کرنے میں کسی کو بھی ان کی طرح نہیں دیکھا۔ آپ کی دن رات میں کی جانیوالی
عبادتوں کا معمول کچھ یوں تھا

جب صبح ہوتی تھی نماز صبح پڑھتے تھے اور جب نماز ختم ہو جاتی تو اپنی جائے نماز
پر بیٹھ کر تسبیح اور خدا کی حمد و تعریف میں مشغول ہو جاتے۔ اور رسولؐ اور آپ کی
اولاد پر درود بھیجتے یہاں تک کہ سورج طلوع کرتا تھا۔ اس کے بعد سجدہ میں جاتے اور
اس قدر طول دیتے کہ سورج کافی اونچا ہو جاتا؛ اس کے بعد سجدہ سے سر اٹھاتے۔
زوال کا وقت ہو جاتا تو اٹھ کر چھ رکعت نافلہ ظہر بجا لاتے اور پہلی رکعت میں حمد کے بعد
سورہ قل یا ایھا الکافرون اور دوسری رکعت اور دیگر چار رکعتوں میں حمد کے بعد سورہ قل
ھو اللہ قرائت فرماتے تھے اور ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے تھے اور جب ان چھ
رکعتوں سے فارغ ہوتے تو خدا سے دعا فرماتے اور تسبیح اور حمد و تعریف الٰہی میں
مصروف ہو جاتے۔

اس کے بعد سجدہ شکر بجا لاتے اور سجدہ میں جا کر سو مرتبہ شکر اللہ کہتے تھے پھر سر کو
اٹھا کر عصر کا نافلہ بجا لاتے اور ہر رکعت میں حمد کے بعد سورہ قل ھو اللہ پڑھتے۔ اور
جب (نافلہ سے) فارغ ہو جاتے تو نماز عصر کے لئے اذان کہتے اور دو رکعت مزید
نافلہ عصر بجا لاتے اور ظہر و عصر کے نوافل میں سے ہر دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے
تھے۔ پھر اقامت پڑھ کر نماز عصر شروع کرتے اور جب سلام پھیرتے تو تسبیح، تکبیر و

خدا کی حمد و ثنا میں مصروف ہو جاتے اور حاجت خدا سے طلب فرماتے پھر سجدہ شکر میں جاتے اور سو مرتبہ حمداللہ پڑھتے تھے اور جب یہ ختم ہو کر غروب آفتاب نزدیک ہو جاتا تو وضو کر کے اذان اور اقامت پڑھتے اور مغرب کی تین رکعتیں بجا لاتے اور دوسری رکعت میں رکوع میں جانے سے پہلے قنوت پڑھتے تھے اور جب سلام دیتے تو جائے مصلے سے کھڑے نہیں ہو جاتے تھے (بلکہ) بیٹھ کر خدا سے اپنی حاجتیں طلب کرتے تھے اور پھر تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو جاتے پھر سجدہ شکر بجا لاتے اور اس کے بعد سجدہ سے سر اٹھا کر کسی سے بات کئے بغیر چار رکعت نماز مغرب کے نوافل دو سلام اور قنوت کے ساتھ بجا لاتے اور ان چار رکعتوں میں سے ہر پہلی رکعت میں حمد کے بعد سورۂ قل یا ایہا الکافرون تلاوت فرماتے اور دوسری رکعتوں میں سورہ حمد اور قل ہو اللہ پڑھتے پھر سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ جاتے اور کافی دیر تک تعقیبات میں مصروف رہتے۔

اس کے بعد کچھ تناول فرماتے پھر رات کے پہلے پہر تک ٹھہر جاتے پھر اس کے بعد عشاء کی چار رکعتیں بجا لاتے پھر نماز ختم ہونے کے بعد مصلے پر تشریف رکھتے اور ذکر خدا میں مصروف ہوتے اور اپنی حاجت خدا سے طلب فرماتے اور تسبیح و تہلیل اور حمد و ثنا میں مشغول ہو جاتے تھے اور تعقیبات کے بعد سجدہ شکر ادا کر کے بستر پر جاتے اور جب رات کا آخری پہر ہو جاتا تو اٹھ کر خدا کی تسبیح و حمد و ثناء اور استغفار شروع کرتے پھر مسواک کرتے اور وضو کر کے آٹھ رکعتیں نماز شب بجا لاتے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام دیتے تھے اور ان آٹھ رکعتوں میں سے پہلی دو رکعتوں کی ہر رکعت میں حمد کے بعد ۳۰ مرتبہ قل ہو اللہ تلاوت کرتے اور ان دو رکعتوں کے بعد چار رکعتیں

نماز جعفر طیار بجا لاتے اور اسے نماز شب میں شمار کرتے تھے اور جب ان چھ رکعتوں سے فارغ ہو جاتے تو دو رکعت دیگر بجا لاتے اور وہ یوں کہ پہلی رکعت میں سورہ حمد اور سورۃ تبارک الملک اور دوسری رکعت میں حمد اور سورہ ہل اتی تلاوت فرماتے تھے۔

اور پھر سلام پھیر کر دو رکعت نماز شفع انجام دیتے اور ہر رکعت میں حمد کے بعد تین مرتبہ سورہ قل ہو اللہ پڑھتے۔ جب نماز شفع سے فارغ ہوتے تو ایک رکعت نماز وتر بجا لاتے اور حمد کے بعد تین مرتبہ سورہ توحید اور ایک مرتبہ سورہ قل اعوذ برب الفلق اور ایک مرتبہ سورہ قل اعوذ برب الناس کی تلاوت فرماتے پھر قنوت پڑھنا شروع کر دیتے اور یہ دعا پڑھتے

اللّٰهم صلِّ على مُحمّدٍ وّآل مُحمّدٍ، اللّٰهمّ اهدنا فيمَن هديتَ وعافنا فيمَن عافيتَ و تولّنا فيمَن تولّيتَ و بارك لنا فيما أعطيتَ و قنا شرّ ما قضيتَ فإنّك تقضي ولا يُقضى عليك إنّهُ لا يذلُّ من واليتَ ولا يعزُّ من عاديتَ تباركتَ ربّنا وتعاليتَ

پھر ستر مرتبہ استغفرُ الله و اسألُهُ التوبة پڑھتے اور جب سلام دیتے طلوع فجر تک تعقیبات میں مصروف رہتے پھر دو رکعت نافلہ صبح پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے جن میں سے پہلی رکعت میں حمد اور سورہ قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں حمد اور سورہ توحید پڑھتے۔ اور جب صبح ہو جاتی تو نماز صبح کے لئے اذان اور اقامت پڑھتے اور نماز صبح ادا کرتے اور سورج طلوع ہونے تک ذکر و تعقیبات میں مصروف رہتے پھر دو سجدہ شکر بجا لاتے تھے جو اس قدر طولانی ہوا کرتے تھے کہ سورج بلند ہو جاتا تھا۔

آنحضرت اپنی روزانہ کی واجبی نمازوں میں سے پہلی رکعت میں سورہ حمد اور سورہ قدر کی تلاوت فرماتے تھے جبکہ دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورہ قل ھو اللہ پڑھتے تھے۔

لیکن جمعہ کے دن صبح، ظہر اور عصر کی نمازوں میں پہلی رکعت میں حمد اور سورہ جمعہ اور دوسری رکعتوں میں سورہ حمد اور منافقین پڑھا کرتے تھے۔ اور شب جمعہ کی نماز میں بھی پہلی رکعت میں سورہ حمد اور جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ حمد اور سورہ سبح اسم ربک الاعلی تلاوت فرماتے تھے۔

منگل اور جمعرات کے دنوں میں نماز صبح (کی دو رکعتوں) میں سے پہلی رکعت میں سورہ حمد اور سورہ دہر پڑھتے اور دوسری رکعت میں سورہ حمد اور غاشیہ تلاوت کرتے تھے۔ چار رکعتی نمازوں میں سے آخری دو رکعتوں میں تین مرتبہ تسبیحات اربعہ پڑھتے اور ہر نماز کی قنوت میں یہ دعا پڑھتے

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَجَلُّ الْاَكْرَمُ

آپ جس شہر میں دس دن ٹھہرنے کا قصد فرماتے تھے دن میں روزہ رکھتے تھے اور جب رات ہو جاتی تو نماز کے بعد افطار کرتے۔ آپ نافلہ مغرب، نماز شب اور نماز شفع اور وتر نیز نماز صبح کے نافلے کو سفر اور حضر میں ترک نہیں کرتے تھے لیکن چار رکعتی نمازوں (ظہر عصر اور عشاء) کے نوافل کو سفر میں ترک کرتے تھے۔ اور مذکورہ نمازوں کو بجا لانے کے بعد تیس مرتبہ تسبیحات اربعہ پڑھتے، اور فرماتے تھے ایسا سب نمازوں کے لئے ہے۔ اور ہمیشہ خواہ نماز میں ہو یا دعا کے وقت، رسول اور آپ کی اولاد پر

ساتھ صلوات پڑھتے تھے قرآن کی زیادہ تلاوت فرماتے اور جب کسی آیت پر پہنچتے جس میں جنت یا دوزخ کا ذکر ہوتا تو گریہ کرتے اور خدا سے جنت طلب کرتے تھے اور جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے۔

آپ تمام نمازوں میں بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھتے اور جب قُل ہو اللہ احد پڑھتے تو "اللہ احد" کو آہستہ پڑھتے اور جب اس سورے کے پڑھنے سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ کہتے کذالک اللہ ربنا اور جب قل یا ایُّھا الکافرون پڑھتے تو آہستہ پڑھتے "یا ایھا الکافرون" اور جب اس سورہ سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ پڑھتے ربی اللہ ودینی الاسلام اور جب سورہ والتین تلاوت کرتے تو اس کے اختتام پر فرماتے بلی وانا علی ذالک من الشّاھدین اور جب سورہ لا اُقسم بیوم القیامۃ پڑھتے تو اس کے بعد فرماتے سُبحانک اللّھُمّ بلی اور جب سورہ جمعہ پڑھتے تو اس کے بعد آیہ قُل ما عِندَ اللہ خیرٌ من اللّھو و من التجارۃ تلاوت کرتے اور فرماتے تھے للّذین اتقوا پھر فرماتے تھے واللہ خیرُ الرّازقین اور جب سورہ فاتحہ سے فارغ ہوتے تھے تو الحمدُ للہ ربّ العالمین پڑھتے اور جب سبّح اسم ربک الاعلی تلاوت کرتے تھے تو آہستہ پڑھتے سُبحان ربی الاعلی۔ آپ جب بھی قرآن میں یا ایُّھا الّذین آمنوا تلاوت فرماتے تو آہستہ فرماتے لبّیک اللھم لبّیک۔

آپ جہاں کہیں تشریف لے جاتے لوگ آپ کی خدمت کے مشتاق ہوتے اور آپ سے اپنے دینی مسائل پوچھتے اور آپ ان کو جواب دیتے تھے اور انہیں اپنے آباء واجداد حضرت علی علیہ السلام اور پیغمبر خداؐ سے بہت سی حدیثیں سناتے تھے اور جب میں

ے آپ و ماموں ے پاس ے گیا تو اس ے مجھ ے آپ ے (راستے میں گزر رہے

وے ) حالات دریافت کئے اور میں نے جو کچھ آپ سے شب و روز میں اٹھتے بیٹھتے

ہوئے مشاہدہ کیا تھا ماموں کو بتا دیا۔ ماموں نے کہا علی بن ابی صحاک علی بن

موسیٰ ( + ) اہل زمین میں سے بہترین اور سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ

عبادت گزار شخص ہیں۔ لیکن اس بات کو کسی اور سے ذکر نہ کرنا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ

اپ ۲۰۲ کی اولادی زبان سے آنحضرت کی فضیلت دوسروں پر آشکار ہو جائے۔ اور میں

خدا سے مدد چاہتا ہوں کہ ان کا مقام و مرتبہ بلند کروں اور ان کی قدر و منزلت کا پرچار

کروں۔( )

## تواضع و فروتنی

تواضع اور فروتنی انسان کی نیک صفات میں سے ہیں مخصوصا صاحبان منصب اور

مقام و مرتبت رکھنے والوں کے لئے بہت زیادہ ضروری اور مطلوب ہیں۔ بقول سعدی

تواضع زگردن فرازاں نکوست گدا گر تواضع کند خوی اوست

یعنی تواضع امیروں اور صاحبان جاہ و منصب سے زیادہ اچھا اور نیکو ہے

(کیونکہ) گدا اور فقیر اگر تواضع کرتا ہے تو یہ اس کی فطرت اور عادت ہوگی۔

خداوند عالم نے ان لوگوں کو اپنے مخصوص بندوں میں سے قرار دیا جنہوں نے

تواضع و انکساری کو اپنی عادت بنایا ہے چنانچہ قرآن شریف میں ان کی تعریف کرتے

ہوئے فرماتا ہے

---

عیون اخبار الرضا ج ۲ باب ۴۳ قمی، آمالی ج ۲ ص ۷۷

وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا و اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما (۱)

یعنی خدائے رحمن کے بندے وہ ہیں جو روئے زمین پر انکساری کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں سلام ہو (تم پر)۔

ائمہ علیہم السلام جو دیگر تمام صفات میں دوسروں کے لیے سرمشق اور نمونہ تھے اس صفت میں سب سے آگے رہے ہیں چنانچہ ان حضرات کے حالات زندگی کی طرف رجوع کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام بھی نہایت باادب اور منکسر المزاج اور مختلف طبقہ کے لوگوں کے ساتھ فروتنی کے ساتھ پیش آتے تھے۔

ابراہیم ابن عباس سے منقول ہے کہ میں نے ہرگز ابوالحسن الرضا کو کسی کی گفتگو کاٹتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ آپ گفتگو میں کسی پر تجاوز کرتے اور نہ برا بھلا کہتے تھے۔ بلکہ آپ دوسروں کی بات ختم ہونے تک صبر فرماتے اور جب وہ گفتگو سے فارغ ہوتے تو آپ گفتگو فرماتے تھے۔ میں نے ان کو ہرگز کسی کے سامنے ٹانگیں پھیلاتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ ہی اپنے غلاموں اور خدمتگاروں کو دشنام کہتے دیکھا۔ کبھی آپ کو تھوکتے نہیں دیکھا اور نہ آپ قہقہہ لگا کر ہنستے تھے بلکہ تبسم ہی آپ کا ہنسنا ہوا کرتا تھا۔ جب خلوت ہو جاتی اور آپ کے لئے طعام حاضر کیا جاتا تو اپنے تمام غلاموں اور خدمتگاروں حتی کہ دربانوں (چوکیداروں) کو بھی بلا کر اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھاتے

---

(۱) سورہ الفرقان/۶۳

تھے۔

شیخ کلینی ایک بلخی آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا میں خراسان کے سفر میں امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ تھا ایک دن آپ نے کھانا منگوایا اور اپنے غلاموں کو بھی اس پر بلا لیا میں نے عرض کیا قربان جاؤں آپ پر، کاش کہ آپ ان کا کھانا الگ رکھواتے! فرمایا خاموش رہو! ہم سب کا پروردگار ایک ہے اور ہمارے ماں باپ بھی ایک ہیں اور ہماری جزا ہمارے اعمال سے مطابق ہوگی! تو یہ جدائی کس لئے؟(۲)

ایک دن امام حمام میں داخل ہوئے وہاں ایک شخص نے آپ سے کہا اے مرد مجھے نہلا اور میری مالش کر! امام اسے نہلانے لگے اتنے میں کسی نے امام کا اس سے تعارف کرا دیا تو وہ شخص اپنی جسارت پر امام سے عذرخواہی کرنے لگا لیکن امام علیہ السلام نے فرمایا کوئی بات نہیں مجھے اس کام کو انجام دوں گا۔(۳)

امام رضا گرمیوں میں چٹائی اور سردیوں میں بوریے پر تشریف رکھتے تھے لیکن جب دوسروں کے سامنے جاتے تو فاخرہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔

## علم و دانش

یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ لوگوں کے سامنے تواضع کرنا ان کے جاہ و مقام اور دولت کی وجہ سے ہو تو یہ حقیقی تواضع نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا چاپلوسی اور تملق ہے جو کہ

---

۱ عیون اخبار الرضا ج ۲ باب ۳۵

۲ منتہی الآمال ج ۲، روضہ کافی نقل از مسند امام رضا ج ۱ ص ۳۰۶

۳ شرح زندگی حضرت امام رضا علیہ السلام، احمد مغنیہ، ترجمہ سید جعفر غضبان

بہت مذموم اور ناپسندیدہ ہے اور دوسروں کی خصوصیتوں کو نظر میں رکھتے ہوئے یہاں تک تواضع پسندیدہ اور مطلوب ہے۔ بعض موقع پر متکبروں اور مغروروں کے مقابلے میں بے اعتنائی اور تکبر کا مظاہرہ کرنا لازم ہوتا ہے چنانچہ محدث قمی کے نقل کے مطابق امام رضا علیہ السلام کی رفتار فقراء اور عوام کے ساتھ نہایت متواضع ہوا کرتی تھی لیکن جب فضل بن سہل (وزیر مامون) آپ کی خدمت میں آیا تو وہ ایک گھنٹہ کھڑا انتظار میں رہا یہاں تک آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا کیا کام ہے؟(۱)

امام رضا علیہ السلام کے زمانے میں آپ اور دوسرے مذاہب و ادیان کے علماء کے درمیان بہت سے مناظرے ہو چکے ہیں جن میں حضرت کی علمی برتری اور مرتبت سب پر عیاں و آشکار ہو چکا ہے، ہم آئندہ فصلوں میں ان کی طرف اشارہ کریں گے۔

مرحوم طبرسی ابراہیم ابن عباس سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی امام رضا علیہ السلام کو کسی سے کچھ پوچھتے ہوئے یا اپنے علم و دانش کے علاوہ دوسروں سے کچھ نقل کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور آپ کے زمانے میں میں نے آپ سے بڑھ کر کسی اور میں علم نہیں پایا۔ مامون امتحان کے بطور آپ سے ہر قسم کے سوالات کیا کرتا تھا اور آپ سب کا جواب دیدیتے اور ہر مقام پر قرآن سے دلیل پیش کرتے تھے۔(۲)

اباصلت سے بھی روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے (حضرت) علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے بڑھ کر کسی کو دانا نہیں پایا اور ہر دانشمند نے بھی اس بات کی تصدیق

---

۱ منتہی الآمال ج۲

۲ ترجمہ اعلام الوریٰ ص ۳۲۸

ں ہے۔

یک دن مامون نے مختلف ادیان و مذاہب کے علماء کو ایک مجلس میں طلب کیا اور امام علیہ السلام کو بھی اس مناظرے میں شرکت کی دعوت دی۔ امام نے ان سب کے سوالوں کا جواب دیا اور سب نے آپ کے علم و فضل کی تعریف اور اپنی کم علمی اور ناتوانی کا اعتراف کیا۔

مرحوم طبرسی نیز اسی صحت سے یہ روایت کرتے ہیں کہ اسحاق بن موسیٰ بن جعفر فرمایا کرتے تھے کہ میرے پدر بزرگوار (امام ہفتم ع) اپنے فرزندوں سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ تمہارے برادر علی عالم آل محمدؐ ہیں، اپنے مسائل اس سے دریافت کرو اور ان کی باتوں کو یاد رکھا کرو۔ میں نے اپنے پدر گرامی جعفر بن محمد علیہما السلام کو بارہا یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عالم آل محمدؐ تیرے صلب میں ہے اے کاش میں اس کا دیدار کر سکتا، وہ امیر المومنینؑ کا ہمنام ہوگا۔ (۱)

ابن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب میں سلیمان جعفری سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں ابوالحسن الرضاؑ کی خدمت مبارک میں تھا اور گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ لوگ آپ سے سوال کرتے اور حضرتؑ انہیں جواب دیتے تھے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا یہ تو انبیاء میں سے ہوں گے تو حضرتؑ نے لوگوں کو چھوڑ کر میری طرف رخ کر کے فرمایا اے سلیمان ائمہ اور صاحبان حلم و علم ہم ہیں جبکہ جاہل ان کو نبی گمان کرتے ہیں حالانکہ وہ انبیاء نہیں ہیں۔ (۲)

---

۱۔ ترجمہ اعلام الوریٰ ص ۳۳۹

۲۔ زندگانی حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ۔ تالیف ابوالقاسم سحاب ج ۲ ص ۷۸

طریق ابو الصلت سے روایت کرتے ہیں میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو

لوگوں کے ساتھ ہر زبان میں گفتگو کرتے ہوئے دیکھا ہے اور خدا کی قسم! ہر زبان میں

اس زبان کے بولنے والے سے زیادہ فصیح اور بلیغ تھے۔ ایک دن میں نے ان کی

خدمت میں عرض کیا یابن رسول اللہ میں حیرت میں ہوں کہ آپ کیسے ہر زبان کو

جانتے ہیں؟ فرمایا اے ابا صلت میں خداوند کی طرف سے حجت اور (اور امام وقت)

ہوں اور خدا نے اپنی حجت کو ایسا قرار دیا ہے کہ وہ ہر زبان کو (اس کے بولنے والوں

سے) زیادہ جانتا ہے۔ کیا تم نے امیر المؤمنین کا یہ فرمان نہیں سنا ہے کہ ہمیں فصل

الخطاب کا لقب دیا گیا ہے اور فصل الخطاب سے مراد ہر لغت اور زبان سے آشنا ہونا

ہے۔(۱)

ابو بصیر کہتا ہے میں نے (آپ سے) پوچھا آپ پر قربان جاؤں! کیا امام

لوگوں سے ہر زبان میں بات کر سکتے ہیں؟

فرمایا ہاں وہ پرندوں کی زبان بھی جانتے ہیں اور میں اس کی علامت کو ابھی ہی

تجھے دکھا دیتا ہوں قبل اس کے کہ تو اپنی جگہ سے اٹھ جائے۔

ابو بصیر کہتا ہے میں ابھی اپنی جگہ سے اٹھا نہیں تھا کہ خراسان کا رہنے والا ایک

شخص آ کر آپ سے عربی میں گفتگو کرنے لگا تو امامؑ نے اسے فارسی میں جواب دیا

خراسانی نے جواب میں کہا میں نے صرف اس خیال سے آپ سے اپنی زبان میں

---

۱۔ ترجمہ اعلام الوریٰ ص ۳۴۴

خطوط نہیں کی تھیں تاکہ ہم حضور اچھی طرح سے دیکھ پائیں۔ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ اگر میں تمہارے اس عیب کا جواب دیتا تو پھر میری تم پر کیا فضیلت ہوگی؟ (۱)

## جود و بخشش

جود و بخشش اور سخاوت بزرگوں کی فطرت ہوا کرتی ہے اور ایسی صفات کے حامل لوگ خدا کے پسندیدہ ہوتے ہیں۔ امام رضا علیہ السلام کے اخلاق اور سخاوت کے بارے میں بھی متعدد روایتیں وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

ابن شہر آشوب لکھتے ہیں امام رضا علیہ السلام نے جب خراسان میں عرفہ کے دن اپنے تمام اموال راہ خدا میں بخش دیا تو فضل بن سہل نے کہا (حضور!) اس طرح بخشش کرنا تو موجب خسارت ہوگا۔ آپ نے فرمایا نہ بلکہ غنیمت ہے۔ پھر فرمایا اس چیز کو خسارت نہ جانو جس کے ذریعے اجر و ثواب کماتے ہو۔ (۲)

یعقوب بن اسحاق کہتے ہیں ایک شخص امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں آ کر عرض کرنے لگا اپنی مروت کے شایان شان مجھے عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اس قدر (شاید) میری قدرت میں نہ ہو۔ پھر فرمایا البتہ میری مروت کے مطابق اس صورت میں ممکن ہے اس کے بعد اپنے غلام کو حکم دیا کہ ۲۰۰ دینار اس کو دے دے۔ [یعنی غلام کے ذریعے ایسا ممکن تھا۔] (۳)

---

۱۔ اثبات الوصیۃ ترجمہ نجفی ص ۳۰۱

۲۔ مناقب جلد ۲ ص ۳۶۲ مرحوم سحاب

۳۔ مناقب جلد ۲ ص ۳۶۱ مرحوم سحاب

مرحوم کلینی الیسع بن حمزہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں امام رضا علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور کافی لوگ آپ سے حلال وحرام سے متعلق سوالات کر رہے تھے اتنے میں ایک بلند قد اور گندمی رنگ کا آدمی آ پہنچا اور کہنے لگا۔ السلام علیک یا ابن رسول اللہ میں آپ اور آپ کے آباء کے دوستداروں میں سے ہوں۔ میں مکہ کے سفر سے واپس آ رہا تھا کہ میرے پیسے گم ہو گئے اور اب اپنے گھر جانے سے رہ چکا ہوں اگر حضور نے میری مدد فرمائی تو میں اپنے شہر پہنچنے پر اتنی ہی رقم آپ کے نام پر فقراء میں صدقہ دوں گا کیونکہ میں مستحق صدقہ نہیں ہوں۔

آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور کچھ دیر لوگوں سے گفتگو کرتے رہے۔ جب لوگ چلے گئے تو آپ اندر کی طرف تشریف لے گئے اور کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ واپس آئے اور دروازہ کو اپنے سامنے کر کے اپنے دست مبارک کو اس کے اوپر سے باہر نکالا اور فرمایا خراسانی کہاں ہے؟ اس آدمی نے کہا یہاں ہوں۔ فرمایا یہ دو سو دینار لو اور اپنے لئے خرچ کرو اور اس خرچہ کو اپنے لئے مبارک جانو اور (میری طرف سے) صدقہ نہ کرنا اور نکل جاؤ کہ نہ میں تجھے دیکھ پاؤں اور نہ تم مجھ کو۔

پھر وہ شخص چلا گیا۔ سلیمان جو وہاں بیٹھا ہوا تھا، نے عرض کیا حضور جب احسان فرما رہے تھے تو اپنے آپ کو کیوں ظاہر نہیں کیا؟

فرمایا اس خوف سے کہ مبادا اس کی حاجت روائی کرتے ہوئے اس کے چہرے پر سوال کی ذلت نظر آئے۔ کیا تو نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا ہے

المُستَتِرُ بالحسنة تعدلُ سبعين حجّة و المُذيعُ بالسيئة مخذُولٌ

بها مغفورة له

جو اپنے احسان کو پوشیدہ رکھے گا اس کو حج کے برابر (ثواب) ہوگا اور جو کوئی گناہ کو آشکار کرے گا خوار و ذلیل ہوگا اور گناہوں کو چھپانے والا بخشہ دیا جائیگا ( )

شیخ مفید عقدی سے نقل کرتے ہیں خاندان بنی رافع کا ایک شخص جو پیغمبر اکرم ﷺ کا آزاد کردہ تھا، کا مجھ پر کچھ قرض تھا اور وہ اس کے مطالبہ میں اصرار کر رہا تھا۔ جب میں نے یہ صورت حال دیکھی تو مسجد پیغمبر اکرمؐ میں نماز صبح ادا کرکے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اس وقت آپ (مدینہ سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر واقع عریض نامی) مقام پر تھے۔ جب آپ کے خانہ مبارک کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ آپ ایک استر پر سوار ایک چادر پہنے ہوئے دولت سرا سے نکل رہے تھے۔ جب میری نگاہ آپ پر پڑی تو اپنی حاجت بیان کرنے میں مجھے شرم محسوس ہوئی۔ جب امام علیہ السلام میرے نزدیک پہنچے تو ٹھہر گئے اور مجھ پر ایک نگاہ ڈالی میں نے آپ کو سلام عرض کیا، اس وقت رمضان کا مہینہ تھا۔ میں نے عرض کیا آپ کے فلاں دوست کا مجھ پر کچھ قرض ہے اور اس نے اس کے مطالبہ کے سلسلے میں مجھے شرمندہ کیا ہے اور میں نے اپنے دل میں سوچا کہ امام علیہ السلام اسے مجھ سے مطالبہ کرنے سے منع فرمائیں گے اور قسم خدا کی کہ میں نے نہیں کہا تھا کہ کتنا اس کا مجھ پر قرض ہے اور نہ ہی کچھ گفتگو کی تھی۔

امام نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ تا کہ میں لوٹ آؤں۔ میں جو کہ روزے کی حالت میں

---

مسند امام الرضا ج، ص۴۵

تھی وہاں منتظر رہتا ہوں یہاں تک کہ مغرب کی نماز کا وقت تنگ ہو گیا، چاہا کہ واپس
لوٹ جاؤں۔ اتنے میں آپ نمودار ہوئے جبکہ لوگ آپ کے اردگرد تھے اور دیگر
حاجت مند بھی سر راہ بیٹھے ہوئے تھے۔ امام ان کو صدقے دیتے جا رہے تھے یہاں
تک کہ آپ وہاں سے گذر کر اپنے گھر میں داخل ہوئے پھر وہاں سے نکل کر مجھے
آواز دی اور میں اٹھ کر حضرتؑ کے ساتھ دولت سرا میں داخل ہوا تو آپ نے فرمایا

میرا خیال ہے کہ تم نے افطار نہیں کیا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، اچھا میرے لئے
کھانا لانے کا حکم دیا اور اپنے خادم کو بھی حکم فرمایا کہ میرے ساتھ کھانا کھائے ہم دونوں
نے کھانا کھایا جب کھانا ختم ہوا تو فرمایا سرہانے کو اٹھاؤ اور جو کچھ اس کے نیچے موجود
ہے لے جاؤ۔ میں نے جب سرہانہ اٹھایا تو دیکھا کہ سونے کے دینار پڑے ہوئے ہیں
میں نے دینار اپنے بٹوے میں ڈال لئے پھر آپ نے اپنے چار خدمت گزاروں کو حکم
دیا کہ میرے گھر تک میری ہمراہی کریں۔

میں نے عرض کیا قربان جاؤں آپ پر! امام کے پہریدار راستے میں ہیں اور
میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے حضرت کے خادموں کے ہمراہ دیکھے۔ فرمایا تم صحیح کہتے
ہو خدا تجھے راہ ہدایت پر لگائے۔ پھر خادموں کو دستور دیا کہ میرے ساتھ چلیں اور جہاں
سے میں کہوں لوٹ آئیں۔ جب ہم گھر کے نزدیک پہنچے تو میں نے ان کو لوٹا دیا اور اپنے
گھر میں داخل ہوا اور روشنی میں جا کر دیناروں کو گننا چاہا تو دیکھا کہ اس میں ۲۸ دینار
تھے جبکہ وہ شخص مجھ سے صرف ۲۸ دینار کے طلبگار تھا اور ان دیناروں کے درمیان کچھ
ایسے دینار بھی تھے جو زیادہ چمکدار تھے اور ان کی چمک دمک مجھے اچھی لگی جب چراغ کے
نزدیک لے جا کر ان پر نظر کی تو دیکھا کہ ان پر واضح خط میں لکھے ہوئے ہیں اس شخص کا

دست قلم پر صرف ۴۸ دینار ہیں وہ باقی تیرے لئے ہیں حالانکہ قسم ہے میں نے ہرگز کسی شخص سے قرض کی معین رقم نہیں بتایا تھا۔

یہ حدیث امام رضا علیہ السلام کے جود و سخاوت کے علاوہ آپ کے علم لدنی پر بھی دلالت کرتی ہے چنانچہ گذشتہ صفحوں میں ذکر کیا گیا کہ آپ تمام معانی اور اخلاقی فضائل اور صفات میں کمال کے درجے پر فائز تھے۔ اور یہ جو ہم نے مختصراً ذکر کئے ہیں خرمن سے ایک خوشے کی مانند ہے۔

ارشاد شیخ مفید ج ۲ باب ۲۱

# دوسرا باب

١۔ امامت سے متعلق بحث

٢۔ آنحضرت کی امامت کو ثابت کرنے والے بعض احادیث

٣۔ ہارون اور امام کی گرفتاری

٤۔ خراسان کی فتنہ انگیزیاں

٥۔ ہارون کی خراسان کی طرف روانگی اور اس کی موت

٦۔ امین کی خلافت اور اس کے مامون کے ساتھ اختلافات

٧۔ امین اور مامون کے درمیان جنگ اور امین کا قتل

# امامت سے متعلق بحث

شیعہ عقیدہ کے مطابق ''امامت'' بمعنئے پیشوائی اس شخص کے منصب کو کہا جاتا ہے جو تینوں پہلوؤں (حکومت، معارف و احکام کا بیان اور رہبری و معنوی زندگی کی راہنمائی) سے اسلامی معاشرہ کی حکومت اور رہبری کو سنبھالتا ہو اور ایسی صفات کے حامل شخص خدا کی طرف سے معین ہو کر لوگوں میں متعارف ہونا چاہئے۔(۱)

کیونکہ، جس طرح کسی دین کے وجود کے لئے خداوند عالم کی طرف سے کسی پیغمبر کو بھیجنے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اس دین کی بقاء کے لئے بھی خدا ہی کی طرف سے امام کا معین ہونا لازم وضروری ہوگا۔

چنانچہ راقم نے اب تک جتنی بھی کتابیں ائمہ علیہم السلام کی سوانح حیات سے متعلق لکھی ہیں ان میں سے ہر ایک میں، ایک باب موضوع امامت کی بحث کے لئے مختص کیا ہے۔ لہٰذا اس باب میں بھی یہی روش اختیار کرتے ہوئے طوالت سے بچتے

---

شیعہ در اسلام ص ۱۰۹

اس خاطر صرف چند احادیث کے ذریعے ہی اکتفا کروں گا جنہیں شیخ صدوق نے
عبدالعزیز بن مسلم کے ذریعے خود امام رضا علیہ السلام سے، امامت اور اس کے
اوصاف و شرائط کے بارے میں نقل کیا ہے۔

عبدالعزیز بن مسلم کہتا ہے جب امام رضا علیہ السلام خراسان میں مرو میں تشریف
لائے تھے، میں آپ کی خدمت میں پہنچا اور آپ سے موضوع امامت پر گفتگو چھیڑ دی
جو بہت سے لوگوں میں زیر بحث اور نقطہ اختلاف تھا۔ تو آپ نے مسکرا کر فرمایا اے
عبدالعزیز لوگوں نے کچھ نہیں سمجھا ہے اور اپنی آراء کا دھوکہ کھایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
اپنے پیغمبرؐ کی اس وقت تک قبض روح نہیں کی جب تک دین کو ان کے لئے کامل
نہیں بنایا نیز قرآن جس میں حلال و حرام، حدود و احکام اور بشر کی ضروریات کا حل
موجود ہے کو نازل فرمایا اور امامت کو بھی کمال دین میں قرار دیا اور پیغمبرؐ نے رحلت
سے قبل ہی اپنی امت کو دین کے معارف اور اس کی تعلیمات سے آگاہ کیا نیز ان کے
لئے راہ حق واضح کر کے دکھایا اور علی علیہ السلام کو امام اور پیشوا بنایا اور ان کی ضروریات
میں کسی چیز میں فروگذاری نہیں کی۔ اگر اس صورت میں کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ خداوند
عالم نے اپنے دین کو کامل نہیں کیا ہے تو اس نے کتاب خدا کو رد کیا ہے اور جس نے
کتاب خدا رد کیا وہ کافر ہو گیا۔

کیا امت میں سے لوگ امام کی قدر و منزلت جانتے ہیں تا کہ امام کا تعین اور
انتخاب ان کے ہاتھوں ہو؟

مقام امامت اس قدر عظیم اور اس کی مرتبت اس قدر بالاتر اور اس کی عمق اتنا
زیادہ ہے کہ لوگ اپنی عقلوں کے ذریعے وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ اور یا

موجود ہے، کو نازل فرمایا اور امامت کو بھی کمال دین میں قرار دیا اور پیغمبرؐ نے رحلت سے قبل ہی اپنی امت کو دین کے معارف اور اس کی تعلیمات سے آگاہ کیا نیز ان کے لئے راہ حق واضح کر کے دکھایا اور علی علیہ السلام کو امام اور پیشوا بنایا اور ان کی ضروریات میں کسی چیز میں فروگذاری نہیں کی۔ اگر اس صورت میں کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ خداوند عالم نے اپنے دین کو کامل نہیں کیا ہے تو اس نے کتاب خدا کو رد کیا ہے اور جس نے کتاب خدا رد کیا وہ کافر ہو گیا۔

کیا امت میں سے لوگ امام کی قدر و منزلت جانتے ہیں تاکہ امام کا تعین اور انتخاب ان کے ہاتھوں ہو؟

مقام امامت اس قدر عظیم اور اس کی مرتبت اس قدر بلند تر اور اس کی عمق اتنا زیادہ ہے کہ لوگ اپنی عقلوں کے ذریعے وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ اور اپنی خواہشات اور مرضی کے مطابق اس کو منتخب نہیں کر سکتے۔ چونکہ منصب امامت ایک ایسا بلند و بالا مقام ہے کہ خداوند عالم نے اس کو نبوت اور خلّت کے بعد تیسرے مرحلے پر حضرت ابراہیمؑ کو عطا کیا ہے۔

یہ ایک ایسی فضیلت ہے کہ اسے آنحضرتؑ کو عطا کر کے آپ کا نام گرامی کو بلند کیا جیسے کہ ارشاد ہوتا ہے

انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا ینالُ عہدی الظالمین

---

۔ بقرہ/۱۲۴

خداوند نے فرمایا میں تجھے لوگوں کے لیے پیشوا اور امام قرار دینے والا ہوں ابراہیم نے کہا اور میرے فرزندوں سے فرمایا میرا عہد ظالموں کے لئے نہیں یعنی تیرے فرزندوں میں جو ظالم ہیں وہ امامت کے لائق اور سزاوار نہیں ہیں۔(۱)

اس آیت میں ظالموں کے لیے مقام امامت کو قیامت تک کے لئے باطل قرار دیا ہے اور اسے صرف برگزیدہ اور نیک لوگوں سے مختص کیا ہے۔

پھر خداوند حضرت ابراہیم پر فضل کرتے ہوئے امامت کو ان کی برگزیدہ اولاد کی وراثت میں قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ

یعنی پھر ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کئے اور سب کو صالح بنایا اور ان کو ہم نے امام قرار دیا جو ہمارے حکم سے (لوگوں) کی رہنمائی کریں گے اور ہم نے ان پر وحی نازل کی کہ وہ نیک کاموں کو انجام دیں، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور وہ ہماری (ہی) بندگی کرنے والے تھے۔(۱)

بنابریں امامت ہمیشہ ان کے (پاک اور برگزیدہ) فرزندوں میں رہ چکی ہے اور

---

۱۔ بقرہ/۲، آیت ۱۲۴

۲۔ سورۂ آل عمران ۶۸

۳۔ سورہ روم ۵۶

صدیوں تک ایک دوسرے کو وراثت میں ملتی رہی ہے یہاں تک خداوند نے اسے پیغمبر اکرم صلی اللہ وآلہ وسلم کو ارث میں دیتے ہوئے فرمایا

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَ هَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَ اللهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ

یقیناً لوگوں میں سے ابراہیم سے نزدیک ترین وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی، اور یہ پیغمبر اور ایمان لانے والے (ان سے نزدیک ہیں) اور اللہ مومنوں کا سرپرست ہے۔ (۲)

پس امامت آنحضرت سے مخصوص تھی اور صرف خدا کے حکم پر آپ نے اسے حضرت علی علیہ السلام کو عطا کیا ہے پھر (آپ) سے آپ کے برگزیدہ فرزندوں جن کو خدا نے علم و ایمان عطا کیا تھا میں قائم رہی چنانچہ خدا فرماتا ہے

وَقَالَ الَّذِينَ اُوتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللهِ اِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ (۳)

یہاں آیت میں اہل علم و ایمان سے مراد ائمہ ہدیٰ علیہم السلام ہیں بنابراین قیامت تک امامت صرف اولاد علی سے مخصوص ہے کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اور کوئی پیغمبر نہیں۔ تو یہ نادان لوگ کیوں کر دوسروں کو اپنے لئے امام منتخب کر رہے ہیں؟

امامت در حقیقت مقام انبیاء اور اوصیاء کی میراث ہے کیونکہ امامت محمد رسول اللہ اور حضرت امیرالمومنین اور حسن و حسین علیہم السلام کی میراث ہے۔

امامت دین کی زمامداری، نظام مسلمین کا محور اور مومنوں کی دنیا و آخرت سنورنے

کا سبب ہے، امامت شجر اسلام کی جڑوں کو مضبوط کرنے والی ہے۔

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد کا صحیح معنوں میں انجام پانا اور اموال غنیمت، صدقات، احکام الٰہی کا اجراء اور ان کا تحفظ اور اسلامی ممالک کی ترقی یہ سب کچھ امام کی بدولت ہے۔

امام حلال خدا کو حلال اور حرام خدا کو حرام جانتے ہیں، حدود الٰہی کے اجراء میں قیام کرتے اور دین کا دفاع کرنے والے ہیں اور لوگوں کو حکمت، وعظ و نصیحت اور قاطع دلیلوں کے ذریعے خدا کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔

امام خورشید کے مانند ہیں جس کی روشنی سارے جہان کو روشن کر دیتی ہے اور یہ ایک ایسے افق سے طلوع کرتا ہے جہاں ہاتھوں اور نگاہوں کی رسائی ممکن نہیں۔

امام چودھویں چاند اور روشن چراغ کے مانند ہیں اور ایک ایسا ستارا ہے جو رات کی گھٹا ٹوپ اندھیرے میں شہروں، بیابانوں اور سمندروں سے گزرتے ہوئے لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے۔

امام (معرفت الٰہی) کے پیاسوں کے لئے خوشگوار پانی ہے اور راہ حق کی طرف ہدایت کرنے والے اور ہلاکت سے نجات دینے والے ہیں۔

امام خدا کا امین، اور مخلوق میں اس کی حجت ہیں اور زمین پر اس کے بندوں میں اس کا نمائندہ ہیں جو خدا کی طرف دعوت کرنے والے اور اس سے دفاع کرنے والے ہیں۔

امام ہر قسم کے گناہ سے پاک اور اس سے دور ہیں اور مخصوص علم و دانش اور حلم کے حامل ہیں۔ امام نظام دین کا سبب، مسلمانوں کی عزت کا باعث اور منافقوں کے غیظ

و غضب اور کافروں کی ہلاکت کا سبب ہیں۔

امام اپنے زمانہ کا منفرد شخص ہوتے ہیں کوئی اس کا ہمسر نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی دانشمند ان پر برتری حاصل کر سکتا ہے اور ان کی (دوسرے امام کے بغیر) کوئی نظیر نہیں ہو سکتی۔

ہر فضیلت انہی سے مخصوص ہوتی ہے بغیر اس کے کہ وہ کسی دوسرے سے سیکھیں ہوں اور یہ فضیلتیں اور اوصاف خداداد ہوتے ہیں۔

پھر کون امام کے مقام و معرفت کو حقیقی معنوں میں درک کر سکتا ہے اور کون امام کو انتخاب یا نصب کر سکتا ہے؟

افسوس صد افسوس اس سلسلے میں عقلیں گمراہ اور سرگرداں ہو چکی ہیں بردبار لوگ بے راہروی کا شکار ہو چکے ہیں، نگاہیں بے نور ہو چکیں، بزرگ حضرات کم فہم ہو گئے، حکیم و دانا حیران، خطباء گرفتار، صاحبان شعور بے شعور، شعراء، ادباء، اور زباندان حضرات اس بات سے عاجز ہیں کہ امام کی شان اور ان کے اوصاف بیان کریں اور بھی اپنی کوتاہ زبانی اور عاجزی کا اعتراف کر رہے ہیں پس اس صورت میں کیونکر امام کے تمام اوصاف اور فضائل بیان کیے جا سکتے ہیں یا ان کی حقیقت سمجھی جا سکتی ہے؟ اور کون ان کی جانشین بن کر اظہار بے نیازی کر سکتا ہے؟

جی ہاں! کیسے امام کی حقیقت سمجھی جا سکے گی؟ کیونکہ امام یہ ستارہ ہے جس کا افق لوگوں کے فہم و شعور سے بلند تر اور ان کے اوصاف، توصیف کرنے والے کی قدرت سے باہر ہیں۔ پس لوگوں کا انتخاب کہاں اور امام کہاں! اور لوگوں کے شعور کہاں اور امام کہاں! ان کی مثل اور نظیر کہاں پیدا ہو سکتی ہے؟

کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ کے خاندان کے علاوہ اور کہیں سے امام پیدا

ہوسکتا ہے؟ خدا کی قسم (ایسا سوچنے والے) خود کو فریب دے رہے ہیں اور ایک باطل

و بیہودہ مرکی تمنا کر رہے ہیں اور ایک نہایت لغزندہ و خطرناک سیڑھی پر قدم رکھا

ہے۔ وہ چاہتے ہیں اپنی حیرت زدہ عقل، اور ناقص و گمراہ کن آراء کے ذریعے امام

کا انتخاب کریں۔ خدا ان کو ہلاکت میں ڈالے یہ کہاں کو بھٹک رہے ہیں، انہوں نے

ایک بہت مشکل کام کے لیے اقدام کیا ہے اور اپنے حق سے ایک جھوٹ گھڑ کر بہت

دور کی گمراہی میں پھنس گئے ہیں اور شدید قسم کی مشکلوں سے دوچار ہوئے ہیں اور

حیرت اور سرگردانی کے گرداب میں گر چکے ہیں کہ انہوں نے کھلی آنکھوں سے امام کو

چھوڑ کر وہ شیطان اختیار کیا ہے۔ ان کے کاموں کو ان کی نظروں میں جلوہ دیا ہے اور

گمراہ کیا ہے حالانکہ وہ صاحب بصیرت تھے چنانچہ خدا کا ارشاد ہے

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا

مُسْتَبْصِرِينَ

انہوں نے خدا، رسول اور اس کے خاندان کے انتخاب سے ہٹ کر اپنے انتخاب

کو ترجیح دی ہے جبکہ قرآن ان بانگ دہل ان سے یہ کہہ رہا ہے (۱)

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

---

سورۂ عنکبوت/۳۸

اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے خلق فرماتا اور اختیار فرماتا ہے (اور) اختیار ان
کے ہاتھ میں نہیں ہے۔(۲) مزید ارشاد ہوتا ہے

وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امراً ان يكون
لهم الخيرة من امرهم

اور کسی مومن مرد اور عورت کو جب رسول کسی کام میں فیصلہ کریں تو کسی دوسرے
کام کے انتخاب کا حق نہیں ہے۔(۳)

آگے فرماتا ہے: ما لكم كيف تحكمون، ام لكم كتاب فيه
تدرسون، ان لكم فيه لما تخيرون، ام لكم ايمان علينا بالغة الى يوم
القيامة ان لكم لما تحكمون، سلهم ايهم بذلك زعيم، ام لهم شركاء
فليأتوا بشركائهم ان كانوا صادقين

تمہیں کیا ہو گیا ہے (اور) کیسے فیصلے کر رہے ہو، کیا تمہارے پاس کوئی کتاب
ہے جس سے تم سیکھتے ہو کہ اس میں جو تم چاہو موجود ہو؟ کیا تم نے ہم سے کوئی قسم لے
رکھی ہے کہ تم قیامت تک جو چاہو حکم کرو؟ (اے نبی) ان سے پوچھو کون ان میں سے
اس کا ذمہ دار ہے؟ کیا (اس کام میں) ان کے شریک ہیں (اگر ایسا ہے) تو اپنے
شریکوں کو لائیں اگر وہ سچے ہیں۔( )

---

۱۔ قلم/۳۶۔۴۱

۲۔ سورۂ محمد/۲۳

۳۔ القاں/۲۱، ۲۲، ۲۳

۴۔ بقرہ/۹۳

ایک اور جگہ فرماتا ہے: افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالها ام طبع الله علی قلوبهم فهم لا یفقهون

کیا وہ قرآن پر غور نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہیں یا اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے کہ وہ نہیں سمجھتے؟ (۲)

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے: قالوا سمعنا وهم لا یسمعون ان شر الدواب عند الله الصم البکم الذین لا یعقلون ولو علم الله فیهم خیرا لاسمعهم ولو اسمعهم لتولوا وهم معرضون

کہا ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔ بے شک اللہ کے پاس بدترین مخلوق وہ بہرے گونگے ہیں جو بوجھتے نہیں۔ اور اگر اللہ ان میں کسی خیر کو دیکھ لیتا تو ضرور انہیں سننے کی توفیق عطا کرتا اور اگر (بغیر صلاحیت کے) سماعت بخشتا تو یقیناً وہ منہ موڑ لیتے۔ (۳)

قالوا سمعنا وعصینا کہا کہ ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی۔ (۴)

(بنابرایں مقام و منصب امامت انتخابی اور تقدیری نہیں ہے) بلکہ یہ عنایت خدا ہے کہ جسے چاہے عطا کرتا ہے اور خدا ہی صاحب فضل و کرم ہے۔ بل هو فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم

پس کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ لوگ امام کو انتخاب کر لیں حالانکہ امام ایک ایسی ہستی ہے جس کا وجود نافرمانی اور نادانی سے پاک و منزہ ہے، آپ چرواہے کے مانند ہے جو کبھی چراگاہ سے منہ نہیں موڑتے اور پاکیزگی و طہارت، اطاعت و ریاضت اور علم و عبادت کا معدن ہے؟

پیغمبر کی دعوت صرف ایسی ہستیوں سے مخصوص ہے جو ان سے جدا ہو گئے

۳۔ سورۂ ...

مرضیہ کی پاک نسل سے ہیں وران کے خاندان پر کبھی طعن وکنایہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ کوئی صاحب (حسب ونسب) ان کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔

وہ قبیلہ قریش، خاندان ہاشم ور اہل بیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہیں نیز اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں۔ باشرف لوگوں کی شرافت، حیثیت ان کی بدولت ہے وہ عبدالمناف کی (پاک) اولاد میں سے ہیں۔ علم میں کمال، حلم میں کامل، امامت میں نہایت قوی، اور سیاسی امور میں صاحب بصیرت ہیں۔ ان کی طاعت واجب اور (ان کا حکم) خدا، اللہ تعالیٰ کے ذریعے ہے، وہ مخلوق خدا کے خیرخواہ اور دین خدا کے محافظ ونگہبان ہیں۔

خداوند عالم نے اماموں اور پیغمبروں کو بڑی توفیقیں عطا کی ہیں اور انہیں اپنے علم وحکمت کے خزانے سے وہ سب کچھ عطا کیا ہے جو دوسروں کو نصیب نہ ہو۔ ان کا علم دنیاوالوں کے علم سے مافوق اور برتر ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے

افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع من لا یھدی الا ان یھدی فما لکم کیف تحکمون؟

کیا وہ جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے، پیروی کا زیادہ مستحق ہے یا وہ جو صرف خود

---

۱۔ یونس/۳۵

۲۔ (سورہ بقرہ/۲۴۹)

۳۔ (بقرہ/۲۴۷)

۴۔ (سبا/۱۳)

ہدایت پانے کے بعد (دوسروں کو) ہدایت کرتا ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسے حکم لگا رہے ہو؟(۱)

نیز فرمایا: وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا

جس کو حکمت عطا کی گئی (اسے) یقیناً خیر کثیر عطا کی گئی۔(۲)

نیز ارشاد ہوتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ عَلَیْکُمْ وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

یقیناً اللہ نے اسے تم پر برگزیدہ فرمایا ہے اور تم سے بڑھ کر علم اور جسمانی طاقت عطا کی ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے بادشاہی عطا کرتا ہے اور خدا صاحب وسعت اور جاننے والا ہے۔(۳)

اور پیغمبرؐ سے فرمایا: وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا

اور ہم نے تم پر کتاب نازل کی اور حکمت عطا کی ہے اور تم کو وہ سب کچھ سکھایا جو تو نہیں جانتے تھے۔(۴)

ائمہ علیہم السلام جو کہ اہل بیت پیغمبرؐ اور آپ کی ذریت ہیں کی شان میں فرماتا ہے

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاٰتَیْنٰھُمْ مُّلْکًا عَظِیْمًا فَمِنْھُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِہٖ وَ

مِنْهُمْ مَنْ صَدَّ عَنْهُ وَ كَفَى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا

کیا تم لوگوں سے اس لئے کہ اللہ نے انہیں اپنا فضل عطا کیا ہے حسد کرتے ہو، بتحقیق
ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا کی ہے اور ہم ہی نے انہیں عظیم
بادشاہت دی ہے تو ان میں سے بعض نے اس پر ایمان لیا اور بعض نے اس سے انکار
کیا اور (عذاب کے لئے) جہنم کی (آگ) ہی کافی ہے۔ (١)

جس شخص کو خدا اپنی مخلوق کے امور کی اصلاح کے لئے انتخاب فرماتا ہے یقیناً
اس کے دل کو وسعت عطا کرتا ہے، اور اس سے ایسے علم و حکمت کے چشمے جاری کرتا ہے
کہ کسی بھی سوال کرنے والے کے سوال سے عاجز نہیں رہتے اور راہ حق سے منحرف
نہیں ہوتا پس وہ معصوم اور خدا کی طرف سے تائید شدہ ہیں اور (اسی کی) توفیق پا کر
استوار اور محکم ہوا ہے۔ وہ ہر لغزش اور خطاء سے محفوظ ہیں خداوند نے انہیں اسکی
صفات سے (اس نے) متصف کیا ہے تا کہ یہ بندوں پر حجت اور گواہ ہوں۔ یہ خدا کا
فضل و کرم ہے کہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور خدا عظیم فضل و کرم کا مالک ہے۔

تو کیا لوگ ایسے امام کا انتخاب کر سکتے ہیں؟ یا جو انہوں نے امام انتخاب کئے ہیں
کیا ان صفات اور خصوصیت کے مالک ہیں کہ وہ پیشوا بن سکیں؟

بیت اللہ کی قسم کہ یہ لوگ راہ حق سے بھٹک گئے ہیں اور اللہ کی کتاب کو پس پشت

---

١۔ قصص/٥

٢۔ جمعہ/٨

٣۔ غافر/٣٥

٤۔ اصول کافی کتاب الحجہ باب نادر جامع فی فضل الامام و صفاتہ، عیون ج ١ باب ٢٠، امالی صدوق مجلس ٩٧

ڈال دیا ہے کہ وہ اس سے متعلق) کچھ جانتے ہی نہ تھے۔ حالانکہ اس کتاب میں ہدایت اور شفا پائی جاتی ہے لیکن (افسوس) لوگوں نے اس سے کنارہ کشی کی ہے اور اپنی ہوا وہوس کی پیروی میں لگ گئے ہیں اور خدا نے ان کی مذمت کی ہے اور انہیں دشمن قرار دیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی ہوا وہوس کی پیروی کرتا ہے یقیناً خدا ظالم قوموں کی ہدایت نہیں فرماتا۔ (۱)

فَتَعْسًا لَهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ

پھر تباہی ہوئی ان کی اور (خدا) ان کے عمل کو نابود کرے۔ (۲)

مزید فرماتا ہے: كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ

(یہ) خدا اور مومنوں کے نزدیک بڑی دشمنی ہے اور خدا اسی طرح ہر مغرور اور جابر کے دل پر مہر لگاتا ہے۔ (۳)

سورہ ۵۲_۵۳

وصلّی اللہ علی النّبی محمّد و آلہ وسلّم تسلیماً کثیرا (۳) امام علیہ السلام کے ان بیانات کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ منصب امامت میں بھی منصب نبوت کی طرح مشیت الٰہی کا دخل ہے اور امام بھی خدا کی طرف سے معین ہونا چاہئے اور پیغمبرؐ یا اپنے سے پہلے امام کے ذریعے اس کا تعارف ہونا ضروری ہے چنانچہ امام اول (حضرت علی علیہ السلام) کو آیہ تبلیغ کے مطابق غدیر خم میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے تمام نشانیوں کے ساتھ لوگوں میں متعارف کرایا گیا، اور (ان کے) بعد کے اماموں کا بھی اسکے باوجود کہ نبی اکرم ﷺ نے، چنانچہ دونوں فریقین کی کتب میں پائی جانے والی احادیث کے مطابق، امام زمانہ علیہ السلام تک کا خاص نشانیوں کے ساتھ تعارف کرایا تھا ہر ماقبل امام نے اپنے بعد آنے والے امام کی امامت کا قطعی اور صریح نص کے ذریعے تعارف کرایا ہے۔ ہم آنے والی فصل میں امام رضا علیہ السلام کی امامت سے متعلق نقل شدہ چند روایات کی طرف اشارہ کریں گے۔

# امام رضاؑ کی امامت پر دلالت کرنیوالی روایات

امام کے اندر موجود منفرد اور آسمانی صفات خود مقام امامت کی گواہی دیتی ہیں کیونکہ امام علم، تقویٰ، شجاعت اور دیگر نفسانی صفات کے اعتبار سے ہر ایک پر برتری اور فوقیت رکھتے ہیں اور آپ کا سب سے مافوق ہونا آپ کی امامت کی دلیل ہے جیسے کہ خلیل بن احمد بصری آپ کے بارے میں کہتا ہے

احتیاج الکل الیہ واستغنائہ عن الکل دلیل علی انہ امام الکل

یعنی سب لوگوں کا آپ کی طرف محتاج اور آپ کا لوگوں سے بے نیاز ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ سب کے امام ہیں۔

تاہم اتمام حجت کی خاطر آپ سے ماقبل امام کی امامت کے سلسلے میں صریح دلیل ہونا لازم ہے کہ ذیل میں امام رضاؑ کی امامت سے متعلق چند روایتوں کی طرف

---

۱۔ واقفیہ وہ مذہب ہے جو موسیٰ کاظمؑ کے بعد امامت کے توقف کے قائل ہے اور انہیں کو امام مہدی قرار دیتا ہے اور اس بات کا قائل ہے مذاہب بھی رہے ہیں۔ ان کے مذہب کے پیروکار امام موسیٰ کاظمؑ کے بعد امام رضا علیہ السلام کے منکر ہوئے۔ وجہ یہ تھی کہ جب امام موسیٰ کاظمؑ ہارون کے زندان میں تھے تو آپ کے کچھ

اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ داؤد رقی کہتا ہے: میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا قربان جاؤں آپ پر! میں عمر رسیدہ ہو چکا ہوں، میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے (جہنم) کی آگ سے نجات دیجئے اور بتائیں کہ حضرت کے بعد میرا امام کون ہے؟

آپ نے اپنے فرزند ابوالحسن الرضا علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میرے بعد تمہارا امام یہی ہے۔

۲۔ نعیم قابوس کہتا ہے امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا میری اولاد میں سے میرا سب سے بڑا فرزند علی ہے جو میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔ وہ میرے ساتھ جفر دیکھتا ہے اور جفر صرف پیغمبر اور اس کا وصی ہی دیکھا کرتے ہیں۔

۳۔ محمد بن اسحاق بن عمار کہتا ہے کیا حضور مجھے کسی ایسے شخص کی طرف راہنمائی نہیں فرمائیں گے جس سے میں اپنے دینی احکام سیکھ لوں؟ فرمایا (جس کی تمہیں ضرورت ہے) وہ میرا فرزند علی ہے۔

۴۔ زیاد بن مروان قندی جو واقفیہ مذہب (۱) کا تھا، کہتا ہے۔ میں ابوابراہیم (امام ہفتمؑ) کی خدمت میں پہنچا جبکہ آپ کا فرزند ابوالحسنؑ (امام رضاؑ) آپ کے پہلو میں تشریف رکھتے تھے، تو فرمایا اے زیاد یہ میرا فرزند ہے اس کی کتاب میری کتاب ہے، اس کا کلام میرا کلام ہے اور اس کا قاصد میرا قاصد ہے اور جو کچھ وہ کہے گا وہی حق ہے۔

۵۔ مخزومی جس کا نسب ماں کی طرف سے جعفر بن ابی طالب تک پہنچتا ہے، کہتا ہے: حضرت موسیٰ بن جعفرؑ نے کسی کے ساتھ مجھے بلا بھیجا اور ہمیں اکٹھا کر کے فرمایا کیا جانتے ہو کہ تم کو کیوں بلایا ہے؟

میں نے عرض کیا نہیں! گواہ رہو! یہ میرا فرزند میرے بعد میرا وصی اور جانشین اور تمام امور میں سرپرست ہوگا۔ جو بھی مجھ سے طلب رکھتا ہو اس سے لے سکتا ہے اور ہر گروہ یا کوئی فرد جو مجھ سے طلبگار ہو اس سے حاصل کرے اور جو کوئی میرے دیدار (کی خواہش رکھتا ہو لیکن) کوئی راہ نہ پائے تو مجھ سے خط وکتابت کا سلسلہ رکھے۔

۶۔ داؤد بن سلیمان کہتا ہے میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا مجھے خوف ہے کہ کہیں کوئی حادثہ پیش نہ آئے اور میں آپ کو نہ دیکھ پاؤں فرمائیں حضور کے بعد امام (وقت) کون ہوگا؟

فرمایا میرا بیٹا علی یعنی ابوالحسن علی بن موسیٰ رضاؑ۔

۷۔ نصر بن قابوس میں نے حضرت ابو ابراہیم موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا میں نے حضور کے پدر گرامی (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) سے عرض کیا کہ آپ کے بعد امام کون ہیں؟ تو فرمایا وہ تمہارا امام ہے۔ پھر آپ کی رحلت کے بعد لوگ پراکندہ ہو گئے لیکن میں اور میرے احباب حضور سے عقیدہ رکھتے تھے اور اب حضور بھی اپنے بعد آنے والے امام کا ہمیں تعارف فرمائیں۔ فرمایا فلاں (علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام)۔

۸۔ داؤد بن زربی کہتا ہے کہ میں کچھ اموال امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں لے گیا تھا آپ نے ان میں سے کچھ اٹھا لیا اور باقی واپس کر دیے میں نے عرض کیا خدا حضور کا بھلا کرے کیوں باقی میرے پاس چھوڑ دیے؟ فرمایا اس کا مالک تجھ

اموال ان کے پاس کر دیے گئے تھے بعد [illegible] وہ امام کاظمؑ کی شہادت کے بعد مذکورہ اموال پر قبضہ کرنے اور انہیں امام رضا علیہ السلام کے سپرد نہیں کرنے کی خاطر امام رضا علیہ السلام کی امامت سے ہی انکار کر بیٹھے۔

سے اس کا مطالبہ کرے گا۔ جب آپ کی شہادت کی خبر ملی تو حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام نے ایک شخص کو میرے پاس بھیج کر ان کا مطالبہ کیا اور میں نے ان کو آنحضرت کے حوالے کیا۔

۹۔ حسین بن بشیر (حضرت) موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اپنے فرزند علیؑ کو ہمارا امام قرار دیا جیسے کہ رسول خداؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو قرار دیا تھا پھر فرمایا ہے مدینہ والو! یہ میرے بعد وصی ہے۔

۱۰۔ مفضل بن عمر کہتا ہے میں موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں پہنچا جبکہ آپ کے فرزند علیؑ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ اس کو بوسے دے رہے تھے اور ان کی زبان چوس رہے تھے اور اپنے شانوں پر بٹھا رہے تھے اور فرماتے تھے کس قدر پاک و پاکیزہ ہے تیری خلقت اور کس قدر تیری فضیلتیں واضح و آشکار ہیں۔ میں نے عرض کیا قربان جاؤں آپ پر اس بچے کی محبت میرے دل میں ایسی بیٹھ گئی ہے جو حضور کے سوا کسی اور کے لئے پائی نہیں جاتی تھی آپ نے فرمایا اے مفضل میرے پاس اس کی فضیلت ایسی ہے جیسے میرے والد گرامی کے پاس میری منزلت تھی۔ ہم وہ ذریت ہیں جو یکے بعد دیگر (زمانہ کے امام ہیں) روزگار اس بات کو خوب سنتا اور جانتا ہے۔ میں نے عرض کیا کیا یہ طفل حضور کے بعد صاحب امر (امام) ہیں؟ فرمایا ہاں! جو کوئی اس کی اطاعت کرے گا نجات پا جائے گا اور جو اس کی مخالفت

---

۱۔ اصول کافی ج ۱، کتاب الحجۃ ارشاد شیخ مفید ج ۲ باب الثامن عشر فصل عیون اخبار الرضا ج ۱ ترجمہ علامہ
سوری ص ۳۲۵/۳۲ مسند الامام الرضا ج ۱ ص

کرے گا وہ کافر ہوگا۔

امام رضا علیہ السلام کی امامت کے سلسلے میں اور بھی بہت سی روایتیں نقل ہوئی ہیں جو تاریخ کی کتب میں پائی جاتی ہیں لیکن ہم نے ان میں سے صرف مذکورہ دس (مختصر) احادیث کو بیان کرنے پر اکتفا کی ہے۔(۱)

چونکہ امام رضاؑ کی زندگی مامون کے زمانے میں واقع ہوئی اور انہی کی دعوت پر مدینہ سے خراسان کی طرف روانہ ہوئے اور طوس کے سناباد (حالیہ مشہد) نامی مقام پر شہید کردیے گئے لہذا ہم اس سلسلے میں گفتگو کرنے سے پہلے ان علل واسباب پر چند فصلوں میں بحث کریں گے جو ان حوادث کے موجب بنے۔ پھر تیسرے حصے میں اصل موضوع کو چھیڑیں گے۔

# ہارون، اور امام موسیٰ کاظمؑ کی گرفتاری

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت امام رضاؑ کی امامت کے سلسلے میں جیسے کہ گزشتہ فصل میں شرح دی گئی، بہت سی روایتیں تصریح کے ساتھ بیان فرمائی ہیں۔ آپؑ کو ہارون کے غاصبانہ دورِ حکومت میں بہت ستایا گیا اور اسی کے حکم پر زندگی کے آخری سالوں میں گرفتار کیے گئے اس کے بعد قید کر دیے گئے اور سرانجام بغداد کے زندان میں زہر سے شہید کر دیے گئے۔

مرحوم طبری یوں نقل کرتے ہیں کہ ۱۷۹ھ میں جب ہارون رشید حج کے ارادے سے سفر پر نکلا اور مدینہ پہنچا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اس کام کے لیے اس نے دو کجاوے ترتیب دینے کا حکم دیا جن میں سے ایک کو بغداد کی طرف روانہ کیا اور دوسرے کو بصرہ کی طرف، اور ہر کجاوے کے ساتھ ایک گروہ

میں واقع ہوئی۔ کتاب تجارب السلف میں لکھا گیا ہے کہ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا جنازہ قید سے نکالا گیا تو ایک شخص یہ پکار رہا تھا کہ یہ رافضیوں کا امام ہے جو اپنی طبعی موت سے دنیا سے چل بسے ہیں۔ امام حنبل وہاں موجود تھا اور چھپ چھپ کر رو رہا تھا۔ جب کہا گیا "رافضیوں کے امام اب باقی نہیں ہے" تو امام حنبل نے کہا واللہ العظیم بلکہ مشرق و مغرب کے امام باقی نہیں رہے۔(۱)

حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے والد گرامی کی شہادت کے وقت ۳۵ سال کے تھے اور اپنے پدر گرامی کے بعد آپ ۲۰ سال منصب امامت پر فائز رہے۔ ان بیس سالوں میں سے دس سال ہارون کے زمانے میں اور پانچ سال، امین کے دور خلافت میں اور پانچ سال مامون کے زمانہ خلافت میں گزر گئے۔

امام رضا علیہ السلام اپنے پدر گرامی کی شہادت کے بعد مدینے میں علم و دین کے نشر و اشاعت اور خدا کی بندگی اور عبادت میں اپنی زندگی گزارتے رہے۔ ہمیشہ آپ کے پیروان و اصحاب آپ سے اپنے دینی احکام اور مسائل کے حل دریافت کیا کرتے تھے اور بظاہر ہارون کی طرف سے بھی (اس وقت) کوئی مخالفت نہیں کی جاتی تھی۔

مسعودی لکھتا ہے کہ یحییٰ بن خالد نے ہارون سے کہا کہ یہ علی بن موسیٰ ہیں جو خلافت کا دعویٰ کر رہے ہیں تو ہارون نے کہا میں نے جو کچھ اس کے باپ کے ساتھ کیا ہے کیا وہ میرے لئے کافی نہیں ہے؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ان سب کو قتل کر دوں؟(۲)

اسی طرح کتاب مناقب میں محمد بن سنان سے نقل ہوا ہے امام رضا علیہ السلام

---

۱. زندگانی حضرت علی بن موسیٰ الرضا، تالیف ابوالقاسم سحاب ج، ص ۵۵

۲. اثبات الوصیہ، ترجمہ محمد جواد نجفی، ص ۳۸۸

سے کہا گیا کہ آپ نے اپنے آپ کو اس امر خلافت کے ذریعے مشہور کیا ہے اور اپنے پدر کے مقام پر بیٹھ گئے ہیں جبکہ ہارون کی تلوار سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں تو آپ نے فرمایا میرا جواب وہی ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر ابوجہل نے میرا ایک بال بھی بیکا دیا تو گواہ رہنا کہ میں پیغمبر نہیں ہوں۔ اسی طرح میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر ہارون نے میرا ایک بال بھی بیکا دیا تو گواہ رہو کہ میں امام نہیں ہوں! (۱)

۱۔ مجلس مرحوم سحاب ج ۱ ص ۱۰۶

# خراسان کی فتنہ انگیزیاں

خراسان کی سرزمین جو عباسیوں اور امویوں کی حکومت کے خاتمہ کے سلسلے میں بہت موثر رہ چکی تھی خود بخود خلفائے بنی عباس کی توجہ کا مرکز بن گئی اور ہر وقت خلفاء کے قابل اعتماد اشخاص وہاں کی حکومت اور ریاست کے لئے متعین ہوتے رہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہارون نے بھی اپنے معتمد اور مقرب اشخاص میں سے فضل بن یحیٰ برمکی کو خراسان کی ریاست کے لئے منتخب کیا۔

فضل اس وسیع و عریض سرزمین پر حکمرانی کر رہا تھا لیکن دو سالوں کے بعد مامون نے اسے معزول کیا اور اس کی جگہ علی بن عیسیٰ بن ہامان کو منصوب کیا۔

علی بن عیسیٰ خراسان، سیستان، ماوراء النہر اور اصفہان سمیت ایران کے تمام مشرقی علاقوں پر حکمران بنا ہوا تھا۔ جو فضل کے برعکس بہت ظالم انسان تھا اور لوگوں پہ نہایت ظلم و تشدد کرتا تھا۔ وہ ہارون کو خوش رکھنے کے لئے اسے بغداد سے بھاری ہدایا و تحائف ارسال کیا کرتا تھا۔ یہ تحائف و ہدایا جو درواقع خراسان کے باشندوں کے اموال ہوا کرتے تھے، کثرت اور زیادت کے حوالے اس کا سابقہ نہیں پایا جاتا تھا وہ یوں کہ جب ہارون نے ان کے اقسام کو گننا شروع کیا تو تعجب میں رہ گیا اور حکم دیا کہ

دربار عام میں خاص اہتمام کے ساتھ ان تحائف کے طبقوں کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

حسب دستور پر عمل کیا گیا۔ جب خلیفہ کی آنکھیں ان سارے تحائف اور ہدایا پر پڑیں تو کھلی کی کھلی رہ گئیں اور یحییٰ برمکی سے کہنے لگا یہ سارے اموال تمہارے بیٹے (فضل) کے زمانے میں کہاں چلے گئے تھے۔

یحییٰ نے جواب دیا یہ سارے اموال میرے بیٹے کے زمانے میں ان مالکوں کے گھروں میں تھے۔ (ہارون کا مقصد یہ تھا کہ کیونکر تیرے بیٹے فضل کے زمانے میں جو خراسان کا حاکم تھا) یہ تحائف نہیں بھیجے جاتے تھے تو یحییٰ نے بھی اسی انداز میں جواب دیا کہ میرا بیٹا لوگوں پر ظلم نہیں کرتا (اور عیسیٰ نے یہ سب لوگوں سے زبردستی چھینے ہیں۔ ہارون اس جواب سے غضبناک ہوا لیکن خاموش رہا۔ دوسرے دن جب یحییٰ خلیفہ کے دربار میں گیا تو ہارون نے کہا کل تم لوگوں کے سامنے مجھ سے کیسی گستاخانہ باتیں کر رہے تھے؟

یحییٰ نے کہا میں ہمیشہ آپ کا خیر خواہ رہ چکا ہوں اور اس بات کو بڑے خلوص سے آپ کے خاندان کے حق میں کی تھی۔ چونکہ خراسان کی سرزمین بہت وسیع ہے جہاں ترک جیسے دشمن پائے جاتے ہیں لوگ علی بن عیسیٰ کے ہاتھوں تنگ آ چکے ہیں اگر وہ خلیفہ سے مایوس ہو جائیں گے تو بارگاہ خداوندی میں ہاتھ اٹھائیں گے اور قیامت خیز فتنہ گریاں وجود میں آئیں گے بطور یقین خلیفہ اس بات پر مجبور ہو جائیگا کہ بذات خود ان علاقوں میں پہنچے اور ہر درہم کے بجائے ۵۰ درہم ادا کریں تاکہ فتنہ و فساد کی آگ

۱۔ تاریخ سیستان ص ۱۴۹ اقتباس از محمد اورادہ

بجھ جائے۔

ہارون نے جب یہ باتیں سنیں تو چونکہ نصیحت پر مبنی تھیں لہٰذا بظاہر خاموش رہا لیکن اندر ہی اندر یحییٰ برمکی سے بہت بیزار رہا اور یہ امر بھی بجائے خود برمکیوں کی نابودی کا ایک سبب بن گیا۔(۱)

جی ہاں! ہارون کی یحییٰ کی باتوں پر عدم توجہ اور علی بن عیسیٰ کے لوگوں پر مسلسل ظلم و ستم کے نتیجے میں خراسان کے لوگ تنگ آ گئے اور تمام گوشہ و کنار سے علم بغاوت بلند کرتے ہوئے اس کے مخالفت پر کھڑے ہو گئے۔ ان مخالفت کرنے والوں میں سے ایک رافع بن لیث (نصر بن سیار کا پوتا) تھا جو علی بن عیسیٰ کی طرف سے ماوراء النہر کے حکمران مقرر ہوئے تھے۔ اس نے کچھ اپنے ہم خیالوں کو ساتھ لے کر سمرقند و خراسان کی سرحدوں پر فتنہ انگیزیاں شروع کر دیں یہاں تک کہ علی بن عیسیٰ جو کہ والی خراسان تھا کو بھی قتل کر دیا۔ اس کی سرکشی اور مخالفت نے کچھ ایسی شدت پکڑی کہ اس نے خلیفہ سے بھی منہ موڑ لیا اور اس کے ساتھ کی ہوئی بیعت توڑ ڈالی۔ علی بن عیسیٰ نے اس سے جنگ لڑنا شروع کیا لیکن اس نے علی کی سپاہیوں کو کئی بار پسپا کر دیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ علی بن عیسیٰ نے ہارون سے امداد طلب کی۔

ہارون جو اس واقعہ سے نہایت رنجیدہ تھا اور اس کی علت کو علی بن عیسیٰ کے ظلم و تشدد جانتا تھا (ساتھ ہی اندر سے یحییٰ برمکی کو حق بجانب سمجھتا تھا اور اس کی باتوں پر کان نہ دھرنے پر اپنی مذمت کر رہا تھا) نے ہرثمہ بن اعین کو ۹ ھ میں ایک بڑے لشکر کے

۱۔ تاریخ زندگانی امام رضا علیہ السلام، تالیف عبدالقادر، ترجمہ غلام رضا، ص ۲۰، تاریخ زندگانی امام رضا علیہ السلام تالیف محمد جواد، ص ۱۴۲-۱۴۳۔

ساتھ خراسان کی طرف روانہ کیا اور ساتھ ہی علی بن عیسیٰ کی گرفتاری کا حکم بھی دیا اور اس کے ہمراہ ایک غضب آمیز خط بھی ارسال کیا جس میں اسے نامزد باتیں لکھی گئی تھیں اور اس خط میں یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ جتنے مال فقراء اور ناداروں سے چھینے گئے ہیں سب اپنے سچے مالکوں کو لوٹایا جائے۔

ہرثمہ جب مرو پہنچا تو علی بن عیسیٰ کو گرفتار کر کے اس کے تمام اموال چھین لئے اور مسجد میں جا کر خطبہ کے بعد ہارون کی طرف سے اپنے حاکم ہونے کا اعلان کیا اور علی بن عیسیٰ کو قید کر کے اپنے بعض افراد کے ہمراہ بغداد روانہ کیا نیز اپنی طرف سے ہارون کو ایک خط بھی لکھ بھیجا۔

لیکن رافع بن لیث کے طرفدار مضبوط ہوتے گئے اور ہرثمہ بھی اس سے مقابلے کا تاب نہ لاتے ہوئے مجبوراً خلیفہ کو حالات سے آگاہ کیا۔

خراسان کے علاقوں میں واقع ہونے والی فتنہ انگیزیوں کے سبب سے دوسرے علاقوں میں بھی فساد اٹھنے لگے اور خلیفہ وقت کے خلاف اقدامات ہونے لگے۔ چنانچہ حمزہ بن عبد اللہ نامی ایک باغی نے سیستان کے علاقوں سے خروج کر کے تقریباً ۳۰ ہزار سواریوں کو اپنے پاس جمع کیا۔ اور ہر ۵۰۰ سواری کو یہ دستور دیا تھا کہ خراسان کے مختلف علاقوں پر حملہ کیا جائے اور جہاں کہیں بنی عباس کے اہلکار نظر آئے انہیں قید کر کے موت کے گھاٹ اتاریں اور ان کے اموال کو غارت کریں۔(۱)

ظہور المقنع بھی ایک طرح سے خراسان میں فتنہ وفساد برپا ہونے کے عوامل میں

ے تھے۔ اس تلخ واقعے نے خلیفہ کو بہت رنجیدہ کیا اور آخرکار اس نے اپنی مشکل کا حل صرف اسی میں پایا کہ بذاتِ خود خراسان جا کر وہاں کے فتنہ و فساد کی آگ بجھا دے۔

# ہارون کی خراسان کی طرف روانگی اور اس کی موت

ہارون جو مہدی بن منصور کا بیٹا تھا ۱۷۰ھ میں اپنے بھائی ہادی کی ہلاکت کے بعد خلافت پر پہنچا جو بنی عباس کے خلفاء میں سے پانچواں خلیفہ تھا۔ اس کا بیٹا عبداللہ مامون بھی اسی سال میں پیدا ہوا تھا جبکہ اس کا دوسرا بیٹا محمد امین بھی مامون کے چھ مہینے بعد پیدا ہوا تھا۔

مامون سیرت و صفت میں محمد سے زیادہ امین کی نسبت بہت آگے تھا مگر چونکہ مامون کی ماں کنیز ایرانی تھی جبکہ امین کی ماں زبیدہ تھی جو حسب نسب میں ہاشمی خاندان سے تھی لہٰذا ہارون نے اپنی جانشینی کے لئے اسی کو انتخاب کیا اور ۱۷۵ھ میں جبکہ وہ پانچ سال کا تھا اپنا ولی عہد مقرر کیا اور ۱۸۳ھ میں مامون کو بھی ولایت عہدی کا شریک بنایا اور ۱۸۶ھ کو جب حج پر گیا تو دونوں بھائیوں سے جانشینی کا عہد لیا اور پھر ان سب سے عہد نامہ لکھنے پر مجبور کیا اس کے بعد حکم دیا کہ ان کو کعبہ میں آویزاں کیا جائے، اور ۱۸۹ھ میں اس کے تیسرے بیٹے قاسم مؤتمن سے بھی عہد لیا کہ مامون کے بعد اس کا جانشین ٹھہرے۔

ہارون رشید نے ۲۳ سال حکومت کی اور اس کا دور اسلامی حکومتوں کے عروج کا زمانہ تھا نیز علم و دانش کا بھی دور دورہ تھا۔

۱۹۳ھ (اواخر خلافت ہارون) میں، جبکہ اکثر اسلامی ممالک مخالف گروہوں کی سرکشی اور فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے لوٹ مار کا شکار ہو چکے تھے اور مخصوصاً خراسان کے علاقوں میں یہ فتنہ و فساد زوروں پر تھے، ہارون نے اس کے باوجود کہ صحت کے اعتبار سے چنداں سالم نہیں تھا، بذات خود ان علاقوں کی طرف جانے کی ٹھان لی لہذا اس کے بیٹے محمد امین جو اس کا پہلا جانشین تھا کو بغداد میں چھوڑ کر خود لشکر لے کر مامون (جانشین دوم) کے ہمراہ "ری" اور "گرگان" کے راستوں سے خراسان کی طرف چل نکلا۔ وہ لوگ جو با استعداد اور با رسوخ تھے اور ہارون کے ہمرکاب تھے نیز جنہوں نے بعد کے حوادث کو وجود میں لانے میں نمایاں کردار ادا کیا تھا، ان میں فضل بن ربیع اور فضل بن سہل کے نام قابل ذکر ہیں۔

فضل بن ربیع ہارون کا وزیر تھا برمکی وزراء کے سقوط کے بعد ہارون نے اس کو وزارت کے عہدے پر منصوب کیا اور ہارون کے بعد بھی امین کا وزیر رہا۔ فضل بن سہل بھی خراسان کا باشندہ تھا جو پہلے آتش پرست تھا اور جب ہارون کے دربار تک راہ پائی تو چونکہ وہ ایک عالم اور باصلاحیت شخص تھا لہذا ہارون نے اسے مامون کی تربیت کے لئے انتخاب کیا تھا۔

فضل مامون کی خدمت کرتا رہا اور اسے بہت چاہتا تھا اور اس کے ہاتھوں اس نے اسلام قبول کیا۔ اور اس سفر میں چونکہ مامون بھی اپنے باپ کے ہمراہ خراسان کی طرف بڑھ رہا تھا لہذا فضل بن سہل بھی مامون کے ساتھ تھا۔ مؤرخوں نے یوں لکھا ہے کہ

مامون کا اس سفر میں اپنے باپ کے ہمراہ ہونا بھی فضل بن سہل کی تدبیر اور مشورہ سے ممکن بنایا تھا۔ موت سے پہلے ہارون کی خواہش یہ تھی کہ وہ بغداد میں ہی رہے

جرجی زیدان لکھتا ہے چونکہ اس وقت ہارون بیمار تھا فضل بن سہل کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہارون کی موت واقع ہو اور مامون ہر طرف سے محروم رہے لہذا اس نے مامون سے کہا کہ تیرے بغداد میں ٹھہرنے میں مصلحت نہیں ہے کیونکہ تمہارا باپ بیمار ہے اور ممکن ہے کہ راستے میں اس کی موت واقع ہو۔ پھر اس صورت میں تیرا بھائی (امین) ہاشمیوں سے گٹھ جوڑ کر تم پر ٹوٹ پڑے گا

اور کم از کم تجھے ولیعہد کے منصب سے تو محروم کرے گا۔ لہذا ہارون سے تقاضا کرو کہ تجھے بھی اپنے ساتھ لے جائے۔ مامون نے بھی اپنے باپ سے یہی تقاضا کیا۔

ہارون نے پہلے پہل اس خواہش کو قبول نہ کیا لیکن بعد میں ہاں میں ہاں ملایا۔ شاید پہلے ہارون نے اس لئے منع کیا تھا کہ اسے اپنی موت نزدیک نظر آ رہی تھی۔ سرانجام مامون اور فضل ہارون کے ہمراہ خراسان کی طرف روانہ ہوئے۔ (۱)

اتفاق سے فضل بن سہل کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی اور گرگان نامی شہر میں پہنچ کر ہارون کی بیماری نے شدت پکڑی تو اس نے اپنی موت سے ۲۳ دن پہلے مامون کو مرو کی طرف روانہ کیا اور خود خراسان آیا۔ جب ہارون طوس پہنچا تو اگرچہ رافع بن لیث کی شکست اور اس کی گرفتاری کی وجہ سے وہاں کے اوضاع قدرے آرام

---

۱۔ تاریخ تمدن اسلام ص ۹۶۔

ہو چکے تھے لیکن ہارون کی بیماری شدید تر ہو گئی۔

جب اسے اپنی موت کا یقین ہو گیا تو فضل بن ربیع سے کہا جب میری موت واقع ہو تو جو کچھ خزانے اور لشکر میرے ساتھ آئے سب کو مامون کے حوالے کر دو تا کہ وہ مرو جا کر دشمنوں سے نمٹ کر فتح حاصل کرے لیکن فضل نے ہارون کی موت کے بعد تمام اموال و افواج کو بغداد بھیج دیا۔( )

ہارون ۴۵ سال (بعض مورخوں کے مطابق ۴۹ سال) کی عمر میں طوس کے سناباد نامی علاقے (حالیہ مشہد) میں دنیا سے چلا گیا اور اس کے بیٹے نے اس پر نماز پڑھائی اور حمید بن قحطبہ کے باغ (جہاں ابھی قبر امام رضا علیہ السلام واقع ہے) میں دفن کر دیا گیا۔(۲)

---

۱۔ تاریخ تحریر، علامہ جعفر عاملی، زندگانی علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام، مؤلف کتاب ج ۱، ص ۴۲

# خلافتِ امین، اور اسکی مامون کے ساتھ کشمکشیں

ان دونوں بھائیوں نے اپنی اپنی حکومت کی فکر شروع کی اور دوسیاسی شخصیات (فضل بن ربیع اور فضل بن سہل) کے ذریعے اپنی اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔

ہارون رشید کے دستور کے مطابق امین اس کا پہلا جانشین تھا اور اسی کو باپ کی موت کے بعد خلافت ملنی چاہئے تھی اور مامون کو اس کا جانشین بننا چاہئے تھا۔ لیکن امین نے یہ ٹھان لی کہ خلافت پر پہنچنے کے بعد مامون کو ولیعہدی کے منصب سے معزول کرے اور اس کے بجائے اپنے بیٹے جو ابھی نو عمر تھا کو اپنا جانشین بنائے۔ چنانچہ اس نے اپنی حکومت کے دوسرے سال میں ایسا ہی کیا اور مامون کے نام کو حذف کیا اور اس کی جگہ اپنے بیٹے موسیٰ کا نام رقم کیا۔

مامون جو امین کی سازشوں سے آگاہ تھا، فضل بن سہل کے تدبیروں سے اپنی پوری کوشش شروع کر دی کہ امین کے مقابلے میں ڈٹ جائے۔

ہارون کی موت کے بعد امین نے بغداد سے ایک قاصد کے ذریعے فضل بن ربیع

کو لکھ بھیجی کہ ہر ممکن طریقے سے لوگوں سے اس کے حق میں بیعت لے حتیٰ کہ مامون کو بھی ایک مخصوص خط لکھا تھا جس میں سے یہ دستور دیا گیا تھا کہ فضل ابن ربیع کی اطاعت کرتے ہوئے سپاہیوں کے نظم و ضبط کے سلسلے میں ہر اقدام پر عمل کرے اور وہ خود (مامون) بھی بغداد کی طرف روانہ ہو جائے۔

جب امین کا خط طوس میں فضل تک پہنچا تو اس نے بھی مامون جو اس وقت مرو میں تھا، کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھایا اور فوجی آفیسروں کا ایک شوریٰ تشکیل دیا اور کہا کہ ہم بھی خاصی حکومت کو امین کے حوالے نہیں کریں گے کیونکہ کیا معلوم اس کا انجام کیا ہوگا۔ اس نے سپاہیوں کو بغداد کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا اور فوج بھی اپنے گھر بار اور بچوں کی طرف جانے کے خواہاں تھے چنانچہ انہوں نے فضل بن ربیع کی پیشکش قبول کرتے ہوئے امین کے حق میں بیعت کر لی اور اپنے وطن روانگی کے لیے تیار ہو گئے۔ یوں فضل بن ربیع ہارون کی وصیت کے خلاف عمل کرتے ہوئے طوس میں موجود اموال کو فوجی افسروں سمیت بغداد میں واپس لے آیا۔ ( )

مامون نے بھی ہارون کی موت اور فضل بن ربیع کے اقدامات سے آگاہ ہونے کے بعد اپنے پاس موجود فوجی افسروں کو بلا کر مشورہ کرنا شروع کیا۔ ہر ایک نے کچھ کہا جو مامون کی طبیعت پر نہیں اتر رہا تھا۔ سب سے آخر میں اس نے فضل بن سہل کے ساتھ تنہائی میں مشورت کی۔

فضل نے کہا کہ بہتر یہی ہوگا کہ ایک خط فضل بن ربیع کے نام لکھ کر ایک تیز رو

قاصد کے ذریعے بھیج دیا جائے اور اس سے پہلے کہ وہ بغداد پہنچیں ان کو راستے ہی سے واپس لایا جائے

تاکہ تیری بیعت کی رفتار مدہم کی جا سکے

مامون نے سہل بن ساعد کو اپنے خادم کے ساتھ روانہ کیا اور وہ دونوں نیشاپور میں فضل بن ربیع اور اس کے ساتھیوں سے جا ملے اور مامون کا خط ان کے حوالے کیا۔

فضل بن ربیع نے عذر خواہی کرتے ہوئے کہا کہ میں اس قدر حقیر کا مالک نہ تھا میرے ساتھیوں میں سے ایک نے سہل کی طرف تیر کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اپنے مالک سے جا کر کہو اگر تو موجود ہوتا تو میں اس تیر کو تیرے سینے میں گھونپ دیتا، یہی میرا جواب ہے۔(۱)

### ابراہیم کے خلاف دو بھائیوں کے اقدامات

فضل بن ربیع کے بغداد پہنچنے سے قبل ہی امین اپنے بھائی صالح بن ہارون کے رپورٹ جو خراسان سے بغداد کی طرف روانہ کر دیا گیا تھا، کے ذریعے ہارون کی موت سے آگاہ ہو چکا تھا بعد ازاں وہ اپنے محل سے نکل کر قصر خلافت میں منتقل ہوا اور نماز جمعہ قائم کرنے کے بعد منبر پر گیا اور حاضرین کو ہارون کی موت سے آگاہ کیا۔ اور ان سے نیکی کا برتاؤ کرنے کا وعدہ کیا اور بغداد کے سپاہیوں میں چند مہینوں کی تنخواہیں تقسیم کر دی گئیں نیز لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دے دی اور لشکری سربراہوں اور افراد خاندان نے اس کی بیعت کر لی، یوں محمد امین ۱۵ جمادی الثانی ۱۹۳ھ میں خلافت پر قابض ہوا۔(۲)

---

۱۔ کامل ابن اثیر جلد ۶ بانقل مرحوم کتاب

۲۔ ہادی کتاب معصوم، ہم ص ۸۲

فضل بن ربیع اس خیال سے کہ مامون کے آئندہ شرارتوں سے امن میں رہے، خود پہنچتے ہی امین کو اس بات پر اکسایا کہ مامون کو ولیعہدی سے معزول کرے اور اس سلسلے میں وہ علی بن عیسیٰ جو ہارون کی زندگی میں خراسان کی حکمرانی سے پے ظلم وستم کے سبب معزول کردیا گیا تھا اسکے ساتھ مل گیا۔

چونکہ امین ایک سست اور خود اعتمادی سے عاری انسان تھا لہذا ان دونوں کی باتوں میں آکر (مامون کو معزول کردیا) حالانکہ تجربہ کار اور اندیشمند افراد نے اسے اس کام سے باز رہنے کو کہا تھا اور عہد شکنی کے برے نتائج کی نشاندہی بھی کی تھی لیکن اس کے کان پر جوں بھی نہ رینگی یہاں تک کہ اس نے جو عہد نامہ ہارون کے دستور پر لکھ کر خانہ کعبہ میں آویزاں کیا تھا، کو بھی مکہ سے بغداد منگوا کر اسے پھاڑ ڈالا، اور خانہ خدا کا بھی پاس نہیں رکھا۔

ایک طرف سے جوانی کی حرارت اور حکومت کی ہوس اور دوسری طرف سے فضل بن ربیع کی غلط تدبیروں سے اپنا شر کر دیا اور سرانجام اپنی مصلحتوں (پر سوچنے کے) کے بجائے مامون کی مخالفت اور اس کی معزولی پر اتر آیا۔

مامون سہل بن ساعدی کی واپسی اور فضل بن ربیع کی رفتار سے آگاہ ہونے کے بعد اپنے طرفیوں کے ساتھ مشورہ کرنے بیٹھا۔ فضل بن سہل نے کہا آپ کی ماں ایرانی ہیں اور آپ بھی اس وقت ایرانیوں کے درمیان ہیں خراسان والے آپ کی حمایت کریں گے اور پھر میں بھی آپ کے لئے خلافت کے راستے کو ہموار کردوں گا۔

مامون کو فضل بن سہل کی استادی اور تجربوں پر اعتماد تھا لہذا امین کو تسلیم نہ کرتے ہوئے وہ اس کے ساتھ مقابلے کے لئے تیار ہوئے

اس کے علاوہ مامون جو ہر جہت سے امین سے زیادہ صلاحیتوں کا مالک تھا اور اس کے اطرافی بھی نہایت تجربہ کار اور آزمودہ تھے۔ ان میں سے ایک طاہر بن حسین (سلسلہ طاہریہ کا سردار) تھا جو امور لشکر داری اور جنگ میں زبردست تجربہ کار تھا اور سے طاہر ذوالیمینین (۱) کہتے تھے۔ دوسرا ہرثمہ تھا جو ہارون کی طرف سے علی بن عیسیٰ کو معزول کرنے کے بعد خراسان کا حکمران متعین کیا گیا تھا اور اس وقت سمرقند میں تھا اور وہاں سے خداداد آکر مامون کا معتقد ہو چکا تھا۔ مامون نے علاقے کے انتظامی امور اس کے سپرد کئے تھے اور اس کا کافی احترام و اکرام کیا کرتا تھا۔

رافع بن لیث جو پہلے سرکشی کرنے کے بعد پھر تسلیم ہو چکا تھا ہرثمہ اور طاہر ذوالیمینین کے واسطے سے مامون سے امان مانگ کر اسی سے ملحق ہو چکا تھا اور ان سب میں فضل بن سہل پیش پیش تھا جو نہایت کہنہ مشق اور باصلاحیت سیاستدان تھا۔ وہ علم نجوم

---

۱۔ مورخوں نے طاہر کے ذوالیمینین کے نام سے موسوم ہونے کی تین وجوہات بیان کی ہیں

الف۔ وہ بائیں ہاتھ سے بھی بالکل ویسے ہی تلوار چلایا کرتا تھا جیسے دائیں ہاتھ سے چلاتا تھا یعنی ان کا بایاں ہاتھ بھی دایاں ہاتھ شمار ہوتا تھا۔

ب۔ جب اس نے امام رضا علیہ السلام سے بیعت کی تو بائیں ہاتھ سے بیعت کی اور کہا میرا دایاں ہاتھ مامون کی بیعت میں ہے اور جب مامون نے (یہ بات) سنی تو کہا کہ میں نے بائیں ہاتھ کو بھی سیدھا ہاتھ قرار دیتا ہوں۔

ج۔ یہ کہ جب طاہر علی بن عیسیٰ سے جنگ کے لئے روانہ ہونے لگا تو فضل بن سہل نے اس کے خروج کی ساعت کو دو ستاروں بنام کلب یمانی اور شعرای یمانی کے برج میں دیکھا تھا جو آسمان کے وسط میں تھا، اسی وجہ سے طاہر کو ذوالیمینین کا لقب ملا۔ پھر مامون بھی اسی پیش بینی سے متاثر ہو کر علم نجوم کی طرف متوجہ ہونے لگا

میں بھی کافی معلومات رکھتا تھا اور مامون کا کرتا دھرتا رہا تھا۔ چونکہ مامون نے فوجداری اور ملکی نظامات کو اس سے بخوبی سونپ رکھا تھا جس سے دونوں بمشکل نبھتے تھے۔ یوں مامون بھی امین کا تختہ الٹنے کے درپے ہوا۔ اور جب ان دونوں کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہنے کے باوجود کوئی مثبت نتیجہ نہ نکلا تو نوبت نزاع و فساد تک پہنچی۔

وقت ضرورت چون نماند گریز      دست بگیرد سر شمشیر تیز

یعنی مجبوری کے موقع پر جب اور کچھ بن نہیں پڑتا تو تیز تلوار کی دھار ہاتھوں میں لے لیتا ہے۔

۔ زندگانی حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ تالیف محبوب ج ۱ ص ۱۸۶

# امین و مامون میں جنگ اور امین کا قتل

امین اور مامون کے درمیان واقع شدہ جنگ درحقیقت ان کے دو درباریوں (فضل بن ربیع اور فضل بن سہل) کی جنگ کہی جا سکتی تھی، کہ جن میں دونوں بھائیوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکایا جاتا تھا اگرچہ یہ امکان بھی پایا جاتا تھا کہ صلح وصفائی سے معاملے کو آگے بڑھاتے اور جنگ وجدال کی نوبت نہ پہنچتی۔

ابھی ہی امین نے اپنی خلافت کے اعلان کے بعد مامون کو خطوط لکھ کر بغداد میں طلب کیا۔ لیکن مامون یہ بہانہ کرکے کہ ہارون نے یہ علاقہ میرے سپرد کیا ہے، بغداد جانے سے کتراتا رہا اور ظاہراً امین سے کچھ تحائف بھی سفیروں کے ذریعے اس کے لئے بھیج دیے۔

امین جو مامون کی آمد سے ناامید ہو چکا تھا، نے فضل بن ربیع کے مشورے پر اپنے خاص افراد کو خراسان کے شہروں اور قصبوں کی طرف آنے کی دعوت کو منتشر کرنے کیلئے روانہ کیا۔ لیکن مامون نے ان کے اس مشن میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے

سرحدوں پر تعینات فوجوں کو حکم دے کر آمدورفت کرنے والوں کو تحت نظر قرار دیا۔ اور اپنے جاسوسوں کو عراق روانہ کیا تاکہ امین اور فضل بن ربیع کے ہر قسم کے اقدام سے متعلق اسے آگاہ کرتے رہیں۔ ( )

امین نے خلافت کے دوسرے سال ۱۹۴ ھ میں، مامون کے نام کو درہم و دینار سے مٹا دیا اور منبروں پر مامون اور قاسم موتمن، جن کو ہارون نے بالترتیب دوسرا اور تیسرا جانشین قرار دیا تھا، کے نام لینے سے منع کیا اور ۱۹۵ ھ میں اپنے بیٹے موسیٰ، اس کے باوجود کہ وہ ابھی کم سن بچہ تھا، کو اپنا جانشین بنانے کے لئے لوگوں سے اس کے حق میں بیعت لی اور اس کو ناطق بالحق کا لقب دیا۔

اسی سال میں علی بن عیسیٰ کو ایک بڑے لشکر جس کی تعداد چالیس یا پچاس ہزار لکھی گئی ہے، کے ہمراہ مامون سے جنگ کے لئے روانہ کیا اور ہمدان، اصفہان اور قم کی حکمرانی اس کو بخش دی۔

علی بن عیسیٰ بھی فضل بن ربیع کے مانند امین کو مامون سے جنگ پر اکسا رہا تھا، اسی وجہ سے امین نے اسے روانہ کئے گئے لشکر کا کمانڈر متعین کیا۔ اور یہ کام بھی امین کی سیاسی احمقانہ اقدامات میں سے ایک تھا۔ کیونکہ اہل خراسان علی بن عیسیٰ کے سابقہ ظلم و ستم کی وجہ سے اس سے متنفر ہو چکے تھے اور واضح تھا کہ اس کے خلاف جنگ کرنے کے لئے کس قدر مقاومت کریں گے۔

جب یہ خبر مامون تک پہنچی تو اس نے بھی اپنے وزیر فضل بن سہل کے مشورے پر

---

طاہرذوالیمینین کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا اور یہ دستور دیا کہ علی بن عیسیٰ کی پیش قدمی سے جلوگیری کرے تا کہ جلد ہی طاہر کی تقویت کیلئے مزید مددی لشکر بھیج دیا جائے۔

دونوں لشکر ایک مدت تک راہ چلنے کے بعد ری کے گردونواح میں ایک دوسرے سے مدبھیڑ ہوئے اور ان دونوں میں جنگ شروع ہوئی اور دونوں طرف کے کافی سپاہی مارے جانے کے بعد سرانجام طاہر کے لشکر نے غلبہ حاصل کیا اور علی بن عیسیٰ کے سپاہیوں کو فرار ہونے پر مجبور کیا جبکہ خود علی بن عیسیٰ کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

طاہر نے اپنی فتح جو علی بن عیسیٰ کے قتل اور بغداد کے سپاہیوں کی شکست پر مبنی تھی، کی اطلاع ان تک پہنچا دی۔ مامون نے جب اپنے آپ کو فاتح پایا تو اسی وقت امین کی معزولی کا اعلان کروایا اور خراسان کے تمام شہروں میں اپنی خلافت کا اظہار کیا اور اہل خراسان نے اس واقعہ پر خوب خوشیاں منائیں اور فتح کے آخری نتیجہ کا انتظار کرنے لگے۔

اس وقت ہرثمہ بن اعین بھی مامون کی طرف سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ طاہر کی مدد کے لئے ری کی طرف روانہ ہوا۔(۱)

جب علی بن عیسیٰ کے قتل کی خبر امین تک پہنچی تو کسی حد تک اسے اپنے اقدامات پر پچھتاوا ہوا، تاہم اسی وقت اس نے عبدالرحمن بن جبلہ کو علی کے بجائے محاذ کا کمانڈر متعین کر کے ۲۰ ہزار کے لشکر کے ہمراہ طاہر کے ساتھ جنگ کے لئے محاذ کی طرف روانہ ہوا۔

---

۱۔ زندگانی حضرت علی بن موسیٰ الرضا تالیف کتاب ج ۱ ص ۸۷۔

عبدالرحمن ہمدان پہنچ کر وہاں اپنا مورچہ جمایا۔ جب یہ خبر طاہر تک پہنچی تو وہ رَی سے ہمدان کی طرف کوچ کر گیا اور وہاں عراقی سپاہیوں سے جنگ کے نتیجے میں عبدالرحمن بھی مارا گیا اور اس کے لشکر بھی بغداد کی طرف فرار کر گئے۔

طاہر نے حلوان تک پیش رفت کی پھر، چونکہ اس علاقے کا حاکم مامون کی طرف سے ہرثمہ کے حصے میں قرار دیا گیا تھا لہذا ہرثمہ کے حلوان پہنچنے کے بعد طاہر نے مامون کے تحریری دستور کے مطابق اس علاقے کو ہرثمہ کے حوالے کر کے خود اہواز کی طرف روانہ ہو گیا )

طاہر نے اہواز کی راہ لی اور وہاں پہنچنے پر چند قابل جو اس علاقہ کا حاکم تھا کو قتل کر کے اہواز پر قبضہ جمایا اور اپنے اہلکاروں کو اہواز، بصرہ و کوفہ وغیرہ کے (مختلف) علاقوں میں متعین کیا۔ امین کے اہلکار جو پہلے سے ان علاقوں میں تھے، یا تو تسلیم ہو کر مامون کی بیعت کرتے تھے یا مقابلہ میں جاتے تھے۔ طاہر نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور سرانجام مدائن کو بھی فتح کیا پھر بغداد کا محاصرہ کرنے لگا۔

چونکہ ہرثمہ بھی کسی دوسرے محاذ سے بغداد پہنچ ہو تھا لہذا شہرمدائن جو کہ امین کا دار الخلافہ تھا، ہر طرف سے مامون کے لشکر کے محاصرے میں آ گیا اور اندرون شہر بھی فتنے شروع ہوئے۔

امین کے پاس اردگرد سے پراکندہ ہوئے بعض تسلیم ہوئے بعض نے طاہر سے امان چاہا۔ آخر کار محرم ۱۹۸ھ میں طاہر کے حکم پر ایک خراسانی گروہ نے امین کے مخفی گاہ پر حملہ کیا اور اس کو ۲۸ سال کی عمر میں قتل کیا اور اس کی پانچ سالہ خلافت کا خاتمہ کر

دیا۔ ( )

پھر امین نے مرکو خلافت کی مہر شدہ فتح مندی کے مورث سے عثمن تین دستے
کے ساتھ مرو میں بھیج دیا گیا اور مامون کی وفات (۱۹۸ھ) سے مستقل طور پر خلافت پر
پہنچا اور بغداد کے بجائے مرو کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا۔

---

یہ تاریخ طبری کا قول ہے۔

# تیسرا باب

## دوران ولایت عہدی

۱۔ علویوں کی تحریک اور ان کا قیام

۲۔ مامون کی امام رضا علیہ السلام کو دعوت

۳۔ امام کے مدینہ سے مرو تک کے راستے اور رونما ہونے والی کرامات

۴۔ مامون کی پیشکش

۵۔ ولایت عہدی کا جشن

۶۔ مرو میں امام کے مناظرے

۷۔ بعد کی شورش

۸۔ مامون کی تغییر روش

۹۔ شہادت امام

۱۰۔ موضوع ولیعہد سے متعلق بحث و گفتگو

زندگانی حضرت رسالت ـ تألیف ابوالقاسم سحاب ج اول ص ۲۳۴

# علویوں کی تحریک اور ان کا قیام

امین کو ٹھکانے لگانے کے بعد عبداللہ مامون جو خود کو بغیر کسی مدمقابل کے تمام علاقوں پر حکمران خیال کرتا تھا، نے "مرو" کو اپنی حکومت کا مرکز قرار دیا اور چاہتا تھا کہ اپنے وزیر فضل بن سہل کے ساتھ آرام و سکون کی زندگی گزارے۔

لیکن زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ گوشہ و کنار سے اس کے خلاف شور و غل اٹھنے لگا اور اس کا آرام فتنہ و فساد میں تبدیل ہو گیا۔

فضل بن سہل نے تمام اسلامی ممالک پر قبضہ جمانے کے لئے یہ غور و فکر کیا کہ اپنا بھائی حسن بن سہل کو ان مفتوحہ علاقوں میں بھیج دیا جائے جو طاہر اور ہرثمہ کی وساطت سے زیر تسلط آئے تھے تاکہ اپنے بھائی کے ذریعے سے دور دراز علاقوں پر بھی مسلط رہے لہذا اس نے مامون کو اس بات پر ابھارا کہ مذکورہ علاقوں کی حکومت حسن بن سہل کو سونپ دی جائے۔

مامون نے فضل کی تدبیر و مشورے کے مطابق اس کے بھائی کو عراق کی طرف روانہ کیا ور تمام مفتوحہ علاقے فارس، اہواز، بصرہ، کوفہ، حجاز و یمن کو اس کے سپرد کیا

جبکہ طاہر کو اس کے ماتحت صرف موصل اور جزیرہ شام کے صوبہ کا ذمہ دار بنایا اور ہرثمہ کو "مرو" میں واپس بلا لیا۔

اس منصوبے کے نتیجے میں جو فضل بن سہل کی تدبیر سے طے پایا تھا اور جو اس کے غرور اور خود خواہی کی نشاندہی کر رہا تھا کئی پہلوؤں سے بری روش پیدا ہوئے۔ کیونکہ ایک طرف سے طاہر دو بہادر جس نے بڑی مشقتوں سے عراق اور حجاز وغیرہ جیسے علاقوں کو سر کر کے زیر تصرف لایا تھا اور مامون اسی کی تلوار کے زوروں سے خلافت پر پہنچا تھا، (اس وقت) حسن بن سہل کے ماتحت ایک معمولی علاقے کا حاکم قرار دیا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حسن بن سہل نے عراق پہنچنے پر جب نصر بن شبث جو حلب کے شمالی علاقے میں مامون کے خلاف قیام کر رہا تھا، کی سرکوبی کے لئے بھیجا تو طاہر نے عمداً مقابلے میں عقب نشینی کی اور خود کو شکست خوردہ ظاہر کیا تاکہ نصر فتح پا جائے حالانکہ نصر اور اس جیسے طاہر کے آگے نہایت معمولی چیز تھے۔

دوسری طرف سے اہل عراق حسن بن سہل سے چندان خوش نہ تھے اور طبری کی تحریر کے مطابق یوں کہا گیا ہے فضل بن سہل مامون پر تسلط پا گیا ہے اور اس کے نام پر جو بھی چاہتا کر گزرتا ہے اور اس کے بھائی کو بھی ان علاقوں کی حکومت عطا کی گئی ہے۔

عباسیوں کو بھی مامون پر بڑا غصہ تھا کہ اس نے امین (جس کی ماں ایرانی تھی) کو قتل کیا اور ان سے علیحدہ ہو کر "مرو" کو اپنا مرکز حکومت قرار دیا غیر عرب پر ایرانی عنصر کو ترجیح دی تھی۔ یہی اوضاع کے ساتھ ہی دوسرے اسلامی نقاط اور شہروں میں بھی

۱۔ مقاتل الطالبیین

علویوں کی طرف سے مامون کے خلاف بغاوت شروع ہوئی جس کی شرح یوں ہے

**کوفہ میں:**

محمد ابراہیم معروف بہ طباطبا جو امام حسن علیہ السلام کے پوتوں میں سے تھے، نے جمادی الثانی ۱۹۹ھ کو کوفہ میں قیام کیا اور بظاہر لوگوں کو رضائے آل محمد، کتاب و سنت پر عمل کی دعوت دی اور ابو السرایا جو پہلے ہرثمہ کے ماتحت ایک کمانڈر تھا اور کچھ اختلافات کی بناء پر اس سے جدا ہو چکا تھا، سے جا ملا اور آہستہ آہستہ کوفہ اور دیگر گردونواح کے لوگ بھی ان کے ہمدست ہوئے

حسن بن سہل نے زہیر بن مسیب کو دس ہزار سوار اور پیادہ فوجوں کے ساتھ کوفہ بھیج دیا جو زہیر بن طباطبا کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے بعد شکست کھا گیا اور جو کچھ اس کے ساتھ اسلحہ اور اموال تھے سب طباطبا کے سپاہیوں کے ہاتھ آئے۔ جب ابو السرایا نے یہ جان لیا کہ طباطبا کی موجودگی میں اس کو حکومت نہیں مل سکتی ہے لہذا (بعض مورخوں کے مطابق) حکومت کے لالچ میں اس کو زہر دیدیا اور بعض نے اس کی موت کی علت بیماری بتائی ہے۔(۱)

بہرحال طباطبا کی موت کے بعد ابو السرایا نے اس کے لائحہ عمل پر عمل کرتے ہوئے مخالفوں سے جنگ لڑی۔

حسن بن سہل نے زہیر کی شکست سے آگاہی سے پہلے عبدوس بن محمد کو چار ہزار سوار سپاہیوں کے ہمراہ زہیر کی مدد کے لئے بھیجا، ابو السرایا نے عبدوس سے جنگ لڑی

۱۔ کامل ابن اثیر ج ۶، تاریخ طبری ج ۱۰، ص ۲۲۹ کتاب منتخب التواریخ ص ۵۱۲

وراس کو قتل کرنے کے بعد اس کے سپاہیوں کو بھی قتل یا اسیر کیا۔

ابوالسرایا نے درہم و دینار پر اپنا نام لکھوایا اور اپنی سپاہیوں کو بصرہ، واسط اور دیگر علاقوں کی طرف روانہ کیا اور علویوں میں سے بعض افسروں کو بصرہ، مکہ، یمن، فارس اور اہواز کی طرف بھیج دیا۔(۱)

ان واقعات نے حسن بن سہل کو چارہ اندیشی پر مجبور کیا اور ابوالسرایا کو راستے سے ہٹانے کے لئے اس نے یہ عزم کیا کہ کسی ماہر اور تجربہ کار جنگجو کو اس سے جنگ کے لئے روانہ کیا جائے بعد از قتل ابوالسرایا صنعانی پہلے اس نے طاہر ذوالیمینین کے نام پر ایک خط لکھا کہ وہ بغداد آ جائے تاکہ اس کو ابوالسرایا کے ساتھ جنگ کے لئے بھیجا جائے لیکن ایک خط جس پر لکھنے والے کا دستخط نہیں تھا، اسے موصول ہوا جس میں چند اشعار بھی تھے جن میں اس کو یہ کام نہ کرنے کی ترغیب دی گئی تھی۔ کیونکہ طاہر تشیع کی طرف مائل تھا اور علویوں کے ساتھ اس کا جنگ لڑنا صحیح نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان اشعار میں سے ایک میں (یوں اشارہ کیا گیا تھا)

قتل طاهراً نفتل قوم    نصرتهم وطاعتهم يدين ؟

یعنی کیا طاہر کو یہ ایسی قوم کے ساتھ جنگ پر بھیج رہے ہو جس کی مدد اور پیروی کرنا اس کا دین ہے۔(۲)

حسن بن سہل نے ایک اور خط ہرثمہ بن اعین جو حلوان میں تھا، کے نام لکھا جس میں اسے اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔ اگرچہ پہلے پہل تو ہرثمہ نے حسن کے ساتھ پالی

---

۱۔ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، باب ۲، فصل ۱

جانی دلی کدورتوں کی بنا پر اس کام کی انجام دہی سے انکار نہ کیا لیکن اس کے نام پر بھیجے گئے دوسرے خط نے اسے اس کام پر تیار کیا جو شفقت آمیز انداز میں تھا۔ ہرثمہ ۱ شعبان ۹۹ھ کو بغداد آیا اور جنگی ساز و سامان تیار کرنے کے بعد کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس سفر سے پہلے شہر مدائن سے گزرا اور اس کو ابو السرایا کے لشکریوں سے آزاد کرایا۔ پھر ابن ہبیرہ کے محل کے نزدیک دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی جس میں کثیر تعداد میں ابو السرایا کے لشکر مارے گئے اور ہرثمہ نے دشمنوں کا پیچھا کرنا شروع کیا اور اس نے اس کام میں اس قدر استقلال کا مظاہرہ کیا کہ ابو السرایا میں مزید کوفہ کو سنبھالنے کی سکت نہ رہی بلکہ مجبور کوفہ ترک کر کے علویوں سے دور ہوا۔ اور محرم ۲۰۰ھ میں قادسیہ کی جانب چل نکلا اور سرانجام ہرثمہ کوفہ کو دوبارہ عباسیوں کے ہاتھوں لوٹانے میں کامیاب ہوا۔

ابو السرایا قادسیہ کو بھی ترک کر کے خوزستان کی طرف روانہ ہوا جہاں باذغیسی معروف بہ مامونی کے لشکر سے روبرو ہوا اور جنگ چھڑ گئی۔ اگرچہ مامونی کا لشکر پسپا ہوا تاہم اب ابو السرایا میں بھی زخمی ہونے کی وجہ سے استقامت نہیں رہا کہ مزید جنگ کر سکے لہٰذا وہ جزیرہ جہاں اس کے اہل عیال تھے کی طرف چل گیا۔ لیکن راستے میں وہ اور اس کے ساتھی گرفتار ہوئے اور ان کو حسن بن سہل جو نہروان میں تھا کے پاس لایا گیا حسن نے اس کا سر قلم کرنے کا حکم دیا اور اس کے جسد کو بغداد میں دار پر لٹکا دیا گیا۔

ہرثمہ ابو السرایا کے خاتمہ کے بعد دوبارہ حسن بن سہل کے پاس نہیں گیا بلکہ وہ خراسان کی طرف روانہ ہوا اور اس دوران مامون کی طرف سے ہرثمہ کے نام ایک خط پہنچا (جس میں حکم دیا گیا تھا) کہ شام اور حجاز کی طرف روانہ ہو جائے لیکن ہرثمہ نے

اس سے سرپیچی کی اور کہنے لگا کہ میں جب تک خلیفہ سے نہ ملوں لوٹ نہیں جاؤں گا وہاں کا یہ قصد تھا کہ فضل بن سہل کے غلط پالیسوں کو خلیفہ کے سامنے واضح کرے سمجھائے اور لوگوں کی بے رغبتی جو اس کے بھائی حسن بن سہل کی نسبت پائی جاتی تھی اسے بھی اس سے آگاہ کرے۔

چونکہ فضل بن سہل بھی اس مطلب سے آگاہ تھا اور وہ ہرثمہ کی نیت کو جان لیتا تھا لہذا اس نے اس سے پہلے کہ ہرثمہ مرو پہنچ کر خلیفہ سے ملاقات کرے، اس کے مجبور جانے کے سلسلے میں دئے گئے دستور سے سرپیچی و نافرمانی سے خلیفہ کو مطلع کیا۔ اور آخری مشکلات اور ناسازگاریاں جو در حقیقت ابوالسرایا کے قیام کے سبب وجود میں آئی تھیں، کو اس کی طرف سے بتایا تو مامون بھی فضل کی باتوں میں آکر غضبناک ہوا۔

ہرثمہ جو ان تمام باتوں سے بے خبر تھا مرو کی طرف روانہ ہوا یہاں تک مامون کو بھی اپنی آمد کی اطلاع دیدی۔ پہرہ داروں کو دستور دیا کہ اس کی آمد پر طبل بجائیں تاکہ اس کی آواز مامون کے کانوں تک پہنچ سکے۔ جب مامون نے طبل بجنے کی آواز سنی تو پوچھا کیا بات ہے؟

جواب ملا ہرثمہ ہے اور (اپنی آمد کا) اعلان کر رہا ہے لیکن ہرثمہ اس بات سے غافل تھا کہ فضل بن سہل نے پہلے سے ہی اس کا کام تمام کر کے مامون کو اس کے خلاف خشمگین کر رکھا تھا۔ مامون نے کہا ہرثمہ کو آجانے دو، اور جیسے ہی اس کے سامنے پہنچا اسے بات کرنے کا موقع دئے بغیر غصے میں کہا تم نے کوفہ والوں کو علویوں کے ہمراہ کر دیا اور ابوالسرایا کو فتنہ و فساد برپا کرنے کے لئے چھوڑ دیا جب کہ تم ان سب کو گرفتار بھی کر سکتے تھے پھر بغیر اس کے کہ اس کی باتوں کو سنے حکم دیا کہ اسکے پیٹ اور ناک پر

ضربیں ماریں اور اس کو گھسیٹتے ہوئے دربار سے نکال لے گئے۔

فضل بن سہل نے ہرثمہ کو اپنے محل کارواں کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ اس کے ساتھ سختی کے ساتھ قید کی جائے اور (طرح طرح) کا شکنجہ دیا جائے۔ ہرثمہ کچھ مدت تک یونہی زندان میں پڑا رہا۔ پھر فضل نے مامون سے اس کے قتل کا حکم حاصل کیا۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ وہ زندان میں ہی ہلاک ہوا۔ یوں وہ کارآزمودہ اور تجربہ کار کمانڈر اپنی ساری فداکاریوں اور خدمات کے باوجود فضل بن سہل کی سازشوں کا شکار ہوا۔

ابن شہر آشوب کی تحریر کے مطابق، امام رضا علیہ السلام نے اس واقعہ کی پہلے سے ہی پیشگوئی فرمائی تھی۔ اور جب آپؑ نے مدینہ میں ہرثمہ پر نگاہ ڈالی تو فرمایا مرو لے جایا جائے گا اور وہاں اس کی گردن کاٹی جائے گی۔ (۱)

**بصرہ میں:**

زید بن موسیٰ برادر حضرت رضا علیہ السلام جو ابوالسرایا کے حکم پر بصرہ کا حاکم منصوب ہوا تھا، اس نے وہاں عباسیوں کے خلاف اقدامات کئے اور ان کے گھروں کو نذر آتش کر دیا جس کی وجہ سے انہیں زید النار کا لقب ملا۔

حسن بن سہل نے ایک گروہ کو علی بن ابی سعید کی سرکردگی میں بصرہ کی جانب روانہ کیا اور کافی جنگ و جدال کے بعد اس شہر کو اپنی سابقہ حالت پر بحال کرنے میں کامیاب ہوا۔ زید نے بھی اس سے امان چاہا اور اسیر کر دیا گیا۔ حسن نے انہیں مرو میں مامون کے پاس بھیج دیا۔ (۲)

---

۱۔ محاضرات خضری ص ۲۰۸، کامل ابن اثیر جلد ۶ ص ۳۲۹ بنقل مرحوم کتاب

۲۔ زندگانی حضرت علی بن موسیٰ الرضا ۔ تالیف عماد زادہ ج ۱ ص ۲۰۷

عراق کے شہروں میں پیدا ہونے والے فتنہ وفساد کے علاوہ بیرون ملک بھی مامون کے خلاف اقدامات ہوتے رہے۔

**مکہ میں:**

مکہ میں بھی علویوں کا ایک گروہ محمد بن جعفر (فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام) کے اطراف میں جمع ہوئے اور انہیں مامون کے خلاف قیام کرنے پر ابھارا۔ اگر چہ وہ شروع شروع میں اس اقدام سے منع کرتے رہے لیکن لوگوں کے اصرار کے نتیجے میں بعد میں اس پیش کش کو قبول کر لیا۔

شیخ مفید کتاب ارشاد میں لکھتے ہیں انہوں نے ۱۹۹ھ میں مامون کے دوران خلافت میں مکہ میں خروج کیا اور زیدیہ اور جارودیہ نامی طائفے بھی ان کی ہمراہی میں نکل آئے اور مامون کے خلاف قیام کیا۔

عیسیٰ جلودی مامون کی طرف سے محمد بن جعفر سے مقابلہ کرنے کے لئے آیا اور ان کے لشکر کو پسپا کر دیا۔ اور محمد بن جعفر کو گرفتار کر کے مامون کی طرف بھیج دیا۔ محمد جب طوس میں پہنچا تو مامون نے اس کا احترام کیا اور انہیں اپنے پہلو میں بٹھا دیا اور کافی تحفے بھی دیے پھر وہ خراسان میں مامون کے پاس ہی رہا۔(۱)

**یمن میں**

یمن میں بھی ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر وہاں کی حکومت پر منتخب ہو چکے تھے۔ جب انہوں نے ابو السرایا کی بابت میں سنا تو مکہ سے یمن کی طرف کوچ کیا۔ حاکم

---

۱۔ عصر مامون ج ۱ ص ۲۳۳ بحوالہ ارشاد

یمن جب ابراہیم کی آمد سے مطلع ہوا تو نہایت خشمگین ہو کر اپنے لشکر کے ہمراہ یمن سے نجد کی طرف روانہ ہوا اور یمن کو ابراہیم کے لئے خالی کر دیا گیا چونکہ ان (ابراہیم) سے جنگ لڑنا بڑے خطرے کو مول لینا تھا یوں ملک یمن بھی علویوں کے ہاتھ میں آیا۔ یہاں تک کہ مامون بھی مجبور ہوا، کہ علویوں کی خواہشات کے مطابق ابراہیم کو یمن کی حکمرانی پر متعین کر کے اس کو تصدیق کرے۔(۱)

## خراسان میں:

مامون کے زمانے میں علویوں کے مشوروں اور خواہشات پر خراسان میں حسین بن ہرش کی سرکردگی میں ایک تحریک وجود میں لائی گئی جو لوگوں کو رضائے آل محمد ﷺ کی طرف دعوت دیتی تھی۔ ان کے پیروکار جو کہ علی - کے حامی تھے بڑی مقدار میں تھے بطور یکہ مامون ان سے خوفناک ہوا۔ کیونکہ شہر مرو جو اس کی حکومت کا مرکز تھا، دھمکیوں کے زد میں آچکا تھا۔ لیکن فضل بن سہل کی (شیطانی) سازشوں سے مامون کا لشکر ان پر غلبہ پا گیا۔ اور حسین کو گرفتار کر کے مامون کے پاس لایا گیا جہاں بلافاصلہ اس کے قتل کا حکم دیا گیا(۲)

مذکورہ باتوں پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عہد مامون میں اسلامی ممالک کے اوضاع و حالات، بہت نا امن اور فتنہ و فساد سے پر تھے اور علویوں کا قیام جو عباسیوں خصوصاً ہارون کے ظلم و تشدد کا ردعمل تھا، نے مامون کو ایک نئی چارہ جوئی کی

---

۱۔ زندگانی حضرت علی بن موسیٰ الرضا - تالیف عبدالقادر احمد ترجمہ ریاضی ص ۵۹-۹۰

۲۔ زندگانی حضرت علی بن موسیٰ الرضا - تالیف عبدالقادر احمد ترجمہ ریاضی ص ۵۹-۹۰

طرف موڑ دیا تاکہ ٹیک نوکے اقدام کے ذریعے یہ ہرج امرج اور فتنہ وفساد آرام وسکون میں بدل جائے۔

۴۔ تاریخ تمدن اسلام، ص ۹۸ے

# مامون کی امام رضا ؑ کو دعوت

مامون کی طرف سے امام رضا ؑ کو دی جانے والی ولیعہدی کی پیشکش کے سلسلے میں تاریخ و سیر کے علماء نے مختلف علل و اسباب لکھے ہیں اور اس سلسلے میں نقل ہونے والی روایتیں بھی ایک دوسرے سے قدرے مختلف اور متضاد ہیں جو صاحبانِ قلم اور محققوں کے لئے کافی رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔

بعض مورخوں کا عقیدہ ہے کہ چونکہ (چنانچہ گذشتہ فصل میں گزر گیا) فرزندانِ علی مختلف علاقوں میں قیام کر رہے تھے۔ لہذا مامون نے ان کو خوش کرنے اور ان کی تحریکوں اور فتنوں کو دبانے کے لئے امام رضا علیہ السلام جو علویوں کی منفرد اور ممتاز شخصیت تھے کو ولیعہدی کے سلسلے میں دعوت دے کر مرو میں بلا دیا۔ تاکہ امام کی شخصیت کے احترام میں وہ مامون کے خلاف مزید اقدامات نہ کریں۔ ( )

۔ ابن خلدون ج ۴ ص ۹ نقل از زندگانی حضرت علی بن موسی الرضا ۔ تالیف سید القاضی احمد ... ریاضی ص ۸۲

بعض روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مامون دل ہی دل میں بنی عباس سے پھر چکا تھا لیکن چونکہ امام رضا علیہ السلام کے زہد وتقویٰ اور پرہیزگاری سے وہ بخوبی آگاہ تھا لہٰذا ظاہر اس نے اپنے ارادے کے مطابق یہ اقدام کیا ہے۔

ڈاکٹر رفاعی مولف کتاب عصر مامون لکھتا ہے کہ مامون کی امام کو ولیعہدی کی پیشکش سیاسی اغراض کے پیش نظر تھی۔(۱)

جورج زیدان لکھتا ہے کہ امام رضا علیہ السلام کو ولیعہدی کی پیشکش پہلے پہل فضل بن سہل کے مشورے پر کی گئی تھی۔ فضل نے جب اپنے بھائی کو عراق اور فارس کی فرمانروائی پر متعین کیا اور حکومت کے مرکز کو بغداد منتقل کیا تو سوچنے لگا کہ خلافت کو علویوں میں منتقل کیا جائے۔ امام رضا ؑ جن کے خراسان میں بہت سے عقیدتمند تھے کو ولیعہد بنایا جائے۔ (یہ تدبیر سوچنے کے بعد اس نے) مامون کو بھی اس بات پر ہموار کیا اور شاید یہ شرط پہلے سے ہی طے ہو چکی تھی کہ اس پیشکش کو قبول کرنے کی صورت میں اس کی مدد کرنی ہوگی۔ اور اگر یہ شرط نہ بھی ہوئی ہوگی تو بعد میں مامون کو اس بات پر ضرور تشویق کی ہوگی۔ مامون نے بھی اس تدبیر کو قبول کیا چاہے مجبوراً ہو یا اپنی خواہش سے یا اس محبت کی وجہ سے جو اسے علویوں سے تھی کہ وہ بچپن سے ہی علویوں کے ساتھ پروان چڑھا تھا اور اپنے شیعہ ہونے کا بھی اظہار کیا کرتا تھا۔ بہر حال ۲۰۱ھ میں مامون نے علی بن موسیٰ رضا ؑ کو اپنا ولی عہد بنایا۔(۲)

شیخ صدوقؒ نے بھی عیون اخبار میں ایک روایت (تقریباً جرجی زیدان کی تائید

۱۔ عیون اخبار الرضا ترجمہ جلد ۲، ص ۳۰۲، ۳۰

شیخ صدوق نے بھی عیون اخبار میں ایک روایت (تقریباً ریان کی تائید میں) نقل کی ہے کہ فضل بن سہل کے اشارے سے شاید مامون نے یہ چاہا کہ ولیعہدی کے ذریعے علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے مدد لی جائے تاکہ ان کے وسیلے سے خود مامون کا تقرب اور خوشنودی حاصل کرکے ہارون رشید کی طرف سے اور واسطہ پیدا کی جائے اور تمام تحقیقوں کی تلافی کی جائے۔ پس مامون نے رجاء بن ابی ضحاک یا اپنے خادم یاسر کو خراسان سے مدینہ کی طرف روانہ کیا تاکہ محمد بن جعفر اور علی بن موسیٰ الرضا کو اپنے دربار میں حاضر کرے۔ یہ واقعہ ۲۰۰ھ کو پیش آیا۔ جب علی بن موسیٰ الرضا مرو پہنچے تو مامون نے آپ کو ولیعہد بنایا اور سپاہیوں کو ایک سال کے اخراجات بھی دے دئیے اور اس واقعہ کو دیگر دور دراز علاقوں میں بھی لکھ بھیجا اور آپ کو رضا کا لقب دیا گیا اور آپ کے اسم مبارک پر سکے مہر زدہ ہوئے۔(۱)

لیکن ایک اور روایت جو ریان بن صلت سے نقل ہوئی ہے، میں یوں ہے کہ مامون نے فضل بن سہل سے مشورہ کیے بغیر اپنے طور سے یہ اقدام کیا ہے اور اس کی علت بھی ایک شرعی نذر کو پورا کرنا تھا اور وہ امر یہ ہے کہ ریان بن صلت نے کہا: اہل عہدیداروں، سپاہیوں اور عوام کی اکثریت تمام لوگوں سے بھی جو امام رضا علیہ السلام کی بیعت پر راضی نہ تھے اور اب آنحضرت کی اس بیعت میں شریک ہوئے تھے یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ عمل الفضل بن سہل کی تدبیر سے ہوا ہے۔ جب یہ خبر مامون تک پہنچی تو اس نے آدھی رات میں مجھے بلا بھیجا، میں اس کے حضور میں پہنچا تو کہا: اے ریان میں نے سنا ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام کی بیعت فضل بن سہل کی تدبیر سے عمل

۱۔ عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۱۴۹

بھیج دی ہے۔

میں نے کہا سچ ہے، اے امیر المومنین لوگ ایسا ہی کہتے ہیں۔

کہا افسوس ہو تم پر اے دعبل۔ یہ دنیا میں جرأت کر سکے گا کہ کسی ایسی ہستی کے آگے جو خود بھی خلیفہ زادہ ہوں اور فرزند خلیفہ بھی نیز تمام رعایا اور تمام اس کے حکم کے آگے سر خم کرتے ہوں اور اس کی خلافت مضبوط و استوار ہو، پھر اس سے کہے کہ اپنی خلافت کو چھوڑ دو اور اسکو کسی غیر کے حوالے کر دو؟

کیا صاحبان عقل کے پاس یہ کہنا جائز ہے؟

میں نے کہا یا امیر المومنین خدا کی قسم یہ کہنا جائز نہیں اور کسی کو ایسی گفتگو کی جرأت بھی نہیں ہوگی۔

اس نے کہا خدا کی قسم جو کچھ لوگ بولتے ہیں غلط ہیں لیکن میں تجھے اس (امام علیہ السلام کو دعوت دینے) کی اصل علت بتائے دیتا ہوں۔ جب میرے بھائی امین نے مجھے خط کے ذریعے حکم دیا کہ میں اس کے پاس پہنچ جاؤں تو میں نے انکار کیا۔

جب یہ خبر اس تک پہنچی تو علی بن عیسیٰ کو سپہ سالار بنا کر اسے یہ حکم دیا کہ مجھے قید کر کے میری گردن میں طوق ڈال دیا جائے۔

اور جب یہ خبر مجھ تک پہنچی تو میں نے ہرثمہ بن اعین کو سیستان اور کرمان اور اس کے نواحی علاقوں میں روانہ کیا لیکن وہ میرے خلاف تمام ہوا اور ہرثمہ فرار ہو کر اس کے تحت خمین نے قیام کیا اور خراسان کے کچھ حصے پر قبضہ جمایا اور ایک ہی ہفتہ

[illegible]

[illegible]

روبرو ہوا تو مجھ میں مزید جنگ و جدال کی طاقت رہی اور نہ ہی تمام مال و دولت کہ جس کے ذریعے کوئی لشکر تیار کر سکتا۔ میں نے اپنے فوجی عہدیداروں کو بھی ترساں اور ہراساں دیکھا لہذا میں نے یہی سوچا کہ کابل کے بادشاہ کے ساتھ ملحق ہو جاؤں پھر دل میں سوچا کابل کا بادشاہ تو کافر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے محمد جو اسکو کافی مال و دولت دیتا ہے، کے حوالے کر دے۔ لہذا میں نے اس سے زیادہ بہتر اور کوئی راہ نہیں پائی جسکے ذریعے اللہ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کر لی جائے اور خدا ہی سے استغاثہ و مدطلبی کریں اور اسی کی پناہ لوں۔

سرانجام میں نے دستور دیا کہ اس (ایک گھر کی طرف اشارہ کیا) کو صاف ستھرا کر دیا جائے جب اس گھر کی صفائی کر دی گئی تو اپنے آپ کو غسل دے کر سفید لباس پہن لیا اور چار رکعت نماز ادا کی دوران چار رکعتوں میں قرآن شریف کی جتنی سورتیں حفظ تھیں تلاوت کیں اور خدا سے دعائیں مانگی اور اسی کی پناہ چاہی اور خلوص دل سے خدا سے یہ محکم وعدہ کیا کہ اگر خدا خلافت کو میری طرف پلٹا دے اور مجھے مشکلات کے بھنور سے نجات دے تو اس خلافت کو اسی کے حقدار تک پہنچا دوں گا جن کو خدا نے پہلے سے عطا کی تھی۔

اس کے بعد مجھ میں ہمت آئی اور میں نے طاہر کو علی بن عیسیٰ کی طرف بھیج دیا اور جو ہونا چاہیے تھا وہ ہو گیا۔ اور ہرثمہ کو بادشاہ کے پاس روانہ کیا اور اس کے ساتھ صلح کی گئی اور اس کیلئے کچھ اموال بھی دیئے گئے۔ اس وقت سے میری خلافت روبہ ترقی ہوئی یہاں تک کہ محمد کا واقعہ پیش آیا یعنی اس کو قتل کرنا چاہتا تھا تا کہ خداوند عالم اس خلافت کو میری طرف پلٹا دے اور میں استقلال حاصل کر سکوں۔

جب خدا نے میرے وعدے کو پورا کیا تو میں بھی چاہتا تھا کہ اپنا وعدہ پورا کروں اور اس کام کے لئے کسی کو حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے زیادہ سزاوار نہیں پایا۔ سرانجام خلافت کو ان کے سامنے پیش کی لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا مگر جو کچھ تجھے معلوم ہے یعنی صرف ولیعہدی کو اختیار کیا اور یہ واقعہ آپ کی ولیعہدی کا سبب بنا۔(۱)

ابو الفرج اصفہانی، طبری، کلینی اور شیخ مفید ؒ نے دوسرے مؤرخوں سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب مامون نے حضرت رضا علیہ السلام کو دعوت دی اور آپ مرو پہنچے تو مامون نے فضل بن سہل اور اس کے بھائی کو بلا کر کہا میں نے اپنے آپ سے عہد کیا ہے کہ اگر میں اپنے بھائی (امین) پر غلبہ پا جاؤں تو خلافت کو آل علی کے بہترین فرد کے لئے پیش کر دوں اور اب دیکھتا ہوں کہ کوئی بھی ان سے زیادہ افضل اور حقدار نہیں ہے لہذا میں نے ان دونوں (فضل بن سہل اور اس کے برادر) کو حضرت رضا علیہ السلام کی خدمت میں گفت و شنید کے لئے بھیج دیا۔(۲)

مرحوم مجلسی ؒ نے بھی آپ کی دعوت کو مامون کے فضل بن سہل کے ساتھ کئے گئے مشوروں کا نتیجہ جانتے ہوئے لکھا ہے معتبر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ملعون مامون کا حکم دنیا کے گوشہ و کنار میں نافذ ہوا اور عراق کے علاقوں کو حسن بن سہل کے حوالے کیا اور خود شہر مرو میں اقامت گزیں ہوا اور حجاز کی مملکتوں سے فتنہ و فساد کے گرد و

---

۔ علل الشرایع، ص ۲۳۶ ۔ بحار الانوار ج ۴۹

نعرے بلند ہوئے تو بعض علوی سادات نے خلافت کے طمع میں علم بغاوت بلند کیا۔

جب یہ خبر مامون کے کانوں میں پہنچی تو اس نے فضل بن سہل ذوالریاستین جو اس کے وزیر اور مشیر تھے سے مشورہ کیا دوران دو دنوں کے کافی غور و فکر اور سوچ بچار کے بعد یہ طے پایا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کو مدینہ سے بلایا جائے اور ولی العہد بنایا جائے تاکہ دوسرے سادات بھی اس کی اطاعت میں رہیں اور خلافت کا شوق ان کے سر سے جاتا رہے۔ لہذا اس نے رجاء بن ضحاک اور اپنے بعض خاص افراد کے ساتھ مدینہ کی طرف آنحضرت کی خدمت میں روانہ کیا (۱)

کتاب تجارب السلف میں لکھا ہے مامون چاہتا تھا کہ خلافت کو آل عباس سے آل علی کی طرف منتقل کرے اور وہ اس فکر میں پڑا ہوا تھا کہ اپنے بعد خلافت کا کیا انجام ہوگا؟ وہ چاہتا تھا کہ ولیعہدی کو ایک ایسے شخص کے حوالے کیا جانا چاہئے جو (واقعی) اس کا حقدار اور سزاوار ہو تا کہ خود بری الذمہ ہو جائے۔ اس کے بعد اس نے خاندان علی اور عباس میں خوب تحقیق کی اور کسی کو حضرت علی بن موسیٰ الرضا ع سے افضل اور داناتر نہیں پایا لہذا یہی قرار پایا کہ ولیعہدی کا منصب حضرت کو پیش کیا جائے تا کہ علوی اور بنی ہاشم کے افراد اطاعت گزاری پر اتر آئیں اور خلافت سے کوئی سروکار نہ رکھیں۔ (۲)

مسعودی بھی مذکورہ بالا روایت کے مضمون سے ملتی جلتی روایت نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا جب مرو میں مامون کے پاس پہنچے تو اس

---

۱۔ جلاء العیون ص ۵۳۶

۲۔ زندگانی حضرت علی بن موسیٰ الرضا ۔ بحوالہ کتاب تجارب السلف ص ۱۵۴

نے آنحضرتؑ کا خوب استقبال کیا اور اپنے قریبی افراد اور خواص کو جمع کرنے کا حکم دیا اور ان سے کہنے لگا، میں نے اولادِ علی اور عباس میں اچھی طرح دیکھا اور کسی کو اس عہدہ کے لئے علی بن موسیٰ الرضا سے زیادہ سزاوار نہیں پایا۔ پھر آنحضرتؑ کی ولیعہدی کی لوگوں سے بیعت لی اور آپ کے اسم مبارک پر سکے مہر کر دئے گئے۔ ( )

اس کے علاوہ اور بھی روایتیں مؤرخوں سے نقل ہوئی ہیں جو مامون کی امامؑ کو دعوت دینے کی علت امین کی آل علی کی حمایت بتائی گئی ہے۔

بہر حال واقعیت جیسی بھی ہو یہ امر قطعی ہے کہ یہ دعوت انجام پا چکی ہے اور مامون نے حضرتؑ کو بعض دیگر علویوں اور عباسیوں کے ہمراہ مدینے سے مرو بلا لیا ہے اور ہم اس حصہ کے آخری فصل میں اس دعوت کی کیفیت اور اس کے اغراض ومقاصد سے متعلق بحث کریں گے۔

# امام ؑ کے مدینہ سے مرو تک کے راستے اور آپؑ کی کرامات

مامون نے ۲۰۰ھ کے اواخر میں رجاء بن ضحاک کو اپنے خصوصی خادم یاسر اور دیگر چند افراد کے ہمراہ علویوں اور عباسیوں کے چند افراد کو لانے کی غرض مدینہ روانہ کیا اور حضرت امام رضا -کی خدمت بھی ایک خط لکھ بھیجا جس میں آپ کو مرو تشریف لانے کی دعوت دی گئی تھی۔

بعض مورخین نے امامؑ کے لانے پر مامور کیے گئے شخص کا نام جلودی ذکر کیا ہے شاید یہ شخص بھی رجاء بن ابی ضحاک کے ہمراہ تھا یا دوسری دفعہ مدینہ کی طرف چلا گیا ہوگا کیونکہ امام رضا پہلے پہل اس کی دعوت کو قبول کرنے پر تیار نہیں تھے لیکن اس نے کئی خطوط کے ذریعے اصرار کیا یہاں تک امامؑ اس کی دعوت کو قبول کرنے پر مجبور ہوئے۔

مامون نے اپنے اہلکاروں کو حکم دیا کہ حضرت رضا ؑ کے ساتھ خوش رفتاری کی جائے اور آپؑ کا احترام کا خاص خیال رکھیں اور انہیں قم اور کوفہ کے راستوں سے نہ

گزریں بلکہ بصرہ، اہواز اور فارس کے راستوں سے آپؑ کو خراسان پہنچایا جائے

مامون کی طرف سے روانہ کیا ہوا گروہ اور امام رضاؑ کے نام لکھا گیا نامہ مدینہ پہنچنے کے بعد جب امامؑ سے پیش ہوا فرمایا کہ اب مامون کی دعوت قبول کئے بغیر اور کوئی چارہ کار نہیں ہے سو آپؑ مجبور ہو کر سفر کے لئے آمادہ ہوئے بغیر اس کے کہ اپنے اہل بیت سے کسی کو ہمراہ لیں۔ اور علم امامت سے اپنے پیش آنے والے تمام واقعات کی پیش گوئی فرمائی۔

شیخ صدوق نے محول سجستانی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا جب امام رضاؑ مدینہ سے نکلنے والے تھے تو آپؑ مسجد میں داخل ہوئے اور سرور کائنات اور اپنے جد بزرگوار کی ضریحؑ کے پاس تشریف لائے اور وداع کیا۔ اور جب وداع فرماتے تھے تو قبر شریف کی طرف پلٹ کر اسے چومتے اور بلند آواز میں گریہ کرتے تھے اور اس روضہ مقدس کی جدائی میں بے چین ہو جاتے تھے۔ جب آپؑ حسرت بھرے دل کے ساتھ رسول خداؐ کی قبر مطہر سے جدا ہوئے تو میں ان کی خدمت میں گیا۔ سلام عرض کرنے کے بعد آپ سے اس سفر کے سلسلے میں تبریک عرض کی۔ فرمایا یہ کوئی تبریک کا مقام ہے کہ میں جد بزرگوار کے مرقد مبارک سے بچھڑ رہا ہوں اور پردیس کے عالم میں دنیا سے چلا جاؤں گا اور ہارون کی قبر کے نزدیک دفن کر دیا جاؤں گا۔(۱)

طبری لکھتا ہے جب امامؑ کو خراسان آنے کی دعوت دی گئی تو آپ نے اپنے اہل بیت کو جمع کیا اور حکم فرمایا کہ اپنے لئے مجلس عزا برپا کریں اور آپؑ نے ان کے درمیان ۱۲ ہزار دینار تقسیم کئے اور ان سے فرمایا میں اس سفر سے واپس نہیں آؤں

کا اپنے بیٹے ابوجعفر (امام جوادؑ) کے دست مبارک وقت مسجد نبوی میں دے دیا اور امر امامت ان کے حوالے کر دیا اور تمام لوگوں سے انہیں کا تعارف کرایا۔

شیخ یوسف بن حاتم نے کتاب در النظیم میں اصحاب امام رضاؑ کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

"آنحضرتؑ نے فرمایا کہ جب میں مدینے سے خراسان کی طرف جانے لگا تو اپنے اہل و عیال کو ایک جگہ جمع کر کے ان سے کہا کہ مجھ پر گریہ کرو تا کہ میں تمہاری صدائے گریہ سن سکوں۔ میں نے ان کے درمیان بارہ ہزار دینار تقسیم کر دیے اور کہا کہ دوبارہ میں تمہاری طرف لوٹ نہیں سکوں گا۔ پھر ابوجعفر (امام جوادؑ) کا ہاتھ پکڑ کر انہیں مسجد نبوی میں لے گیا اور میں نے انہیں قبر رسولؐ سے چمٹا کر آنحضرتؐ کے واسطے میں (خدا سے) ان کا حفظ و امان چاہا اور اپنے تمام وکیلوں اور عقیدت مندوں کو ان کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کا حکم دیا نیز ان کی مخالفت نہ کرنے کا بھی دستور دیا اور انہیں (اچھی طرح) سمجھا دیا کہ یہی میرا جانشین ہے۔"(۲)

مامون کی دعوت ۲۰۰ھ کے آواخر میں عمل میں آئی تھی اور بعض مورخوں کے قول کے مطابق چونکہ حج کا موسم نزدیک تھا لہٰذا امام رضاؑ پہلے مدینہ سے مکہ کی طرف تشریف لے گئے اور ۲۰۱ھ کے اوائل میں مناسک حج انجام دینے کے بعد، حجاز کی سرزمین کو مرو جانے کے قصد سے ترک فرمایا۔

مورخین کے اس نظریے کی تائید وہ روایت کرتی ہے جو کتاب کشف الغمہ اور

---

۱۔ منتہی الآمال ج۲ ص۸۹

۲۔ منتخب التواریخ ص۵۴۴۔ ستارگان درخشان ج۱۰ ص۲۶

ثابت ابو حبیب میں امیہ بن علی سے نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا

جب امام رضا مکہ سے خراسان کی طرف سفر فرما رہے تھے تو اس وقت میں مکہ میں آنحضرت کی خدمت میں تھا اور آپ طواف کے بعد مقام ابراہیم پر نماز طواف میں مشغول ہوئے اور آپ کے موفق نامی غلام امام جواد کو اپنے دوش پر اٹھائے طواف کرا رہا تھا۔ جب حجر اسماعیل پر پہنچے تو امام جواد نیچے اتار کر بیٹھ گئے اور غم و اندوہ کے آثار آپ کے رخسار مبارک سے عیاں تھے۔ موفق نے امام رضا کی خدمت آ کر عرض کیا آپ پر قربان جاؤں فرزند ارجمند حجرہ میں بیٹھے ہوئے غمگین رہے ہیں۔ آپ اپنے بیٹے کے پاس تشریف لائے اور ان سے اس کی علت دریافت کی۔ انہوں عرض کیا میں کیسے اٹھتا جبکہ میں دیکھ رہا تھا کہ آپ خانہ کعبہ سے اس انداز میں وداع کر رہے تھے کہ گویا دوبارہ اس کی طرف لوٹیں گے ہی نہیں۔

**بصرہ میں** امام مکہ سے روانہ ہونے کے بعد قادسیہ و رماج کے راستوں سے ہوتے ہوئے بصرہ میں وارد ہوئے۔ ابن شہر آشوب نے علوی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ مجھے خواب کے عالم میں کسی نے کہا کہ رسول خدا ﷺ بصرہ تشریف لا چکے ہیں میں نے دریافت کی کہ کہاں قیام فرما چکے ہیں کہا کہ فلاں شخص کے گھر میں۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ رسول خدا تشریف فرما ہیں اور آپ کے آگے طبقوں میں برنی کے خرمے چنے ہوئے ہیں۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے ان خرموں میں سے اٹھا کر کچھ مجھے عنایت کیا جب دیکھا تو اس میں ۸ دانے تھے پھر نیند سے بیدار ہوا۔

کچھ مدت بعد لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ علی بن موسیٰ الرضا بصرہ پہنچ چکے

منتخب التواریخ ص ۵۲۳۔ معصوم دہم ص ۹۶

ہیں۔ میں نے پوچھا آپ نے یہاں قیام فرمایا ہے؟ کہا کہ ان قبیلہ والوں کے پاس ہیں اور میں نے آپ کو ایک جگہ تشریف رکھتے ہوئے دیکھا کہ جہاں حضور اکرم ﷺ تشریف فرماتے تھے اور آپ نے تھوڑے طبقوں میں خرما رکھے ہوئے تھے ان میں سے تھوڑے دانے مجھے بھی عطا کیے۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ کچھ اور عنایت کیجیے۔ فرمایا اگر میرے جد اسے عطا کیے ہوتے تو میں بھی زیادہ دیتا۔ مسعودی نے بھی بہ عینہ اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔(۱)

**اہواز میں** امام کی سواری بصرہ سے روانہ ہونے کے بعد کشتی کے ذریعے خمرہ (خرمشہر) پہنچی اور وہاں سے اہواز میں ورود فرمایا

ابوالحسن صانع سے روایت کی گئی ہے کہ آپ حضرت اہواز میں شدت گرمی کی وجہ سے کافی ناآرام تھے تو آپ نے کچھ گنے لانے کو فرمایا۔ لوگ کہنے لگے یہ اس قوم سے ہیں جو نہیں جانتے کہ گرمیوں کے موسم میں گنے کی فصل نہیں ہوا کرتا۔ حضرت نے فرمایا تم لوگ تلاش کرو گنا پیدا ہو جائے گا۔

اسحاق بن ابراہیم نے کہا خدا کی قسم میرے آقا جو چیز موجود ہی نہیں اس کو کیا ڈھونڈیں؟ فرمایا جاؤ پیچھو مل جائے گا۔ اس وقت ایک گروہ آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ہمارے پاس گنے ہیں جو ہم نے بیجنے کے لئے ذخیرہ کر رکھے ہیں اور اب حضور کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔(۲)

مؤرخوں میں آپ کے اہواز سے نیشاپور تک کے راستوں سے متعلق اختلاف

---

۱۔ مناقب ج ۴ ص ۳۶۷ اثبات الوصیہ، مسعودی ص ۲۹۵

۲۔ حدیقۃ الشیعہ، مسند الامام الرضا، کتاب الامامۃ حدیث ۵۶

کے۔ بعض سے منقول ہے کہ حضرت فارس، اصفہان اور قم سے، راستوں سے نیشاپور داخل ہوئے ہیں۔ خود بعض کا نظریہ ہے کہ اصفہان، یزد اور طبس کے راستوں سے آپ تشریف لائے ہیں اور کچھ مورخوں نے اصفہان سمنان دامغان سبزوار اور نیشاپور لکھا ہے۔ اور بعض دیگر نے اہواز، اراک، ری اور نیشاپور کے راستے ذکر کیے ہیں۔ مامون کے اس حکم کے مطابق جو اس نے اپنے اہلکاروں کو دیا تھا کہ امام کو قم سے نہ گزارا جائے یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے کہ آپ قم کے راستے سے گزرے ہوں۔ سمنان اور دامغان کے راستے بھی اس زمانے میں پائے نہیں جاتے تھے۔ احتمال قوی ہے کہ حضرت اصفہان، یزد اور طبس (کہ جس کو عرب خراسان کے نام سے پکارتے تھے) کے راستوں سے گزرے ہوں۔ بہرحال اس بات پر مورخین کا اتفاق نظر ہے کہ حضرت نیشاپور سے عبور کر چکے ہیں۔

### نیشاپور میں

نیشاپور اس زمانے کا ایک بارونق اور گنجان آباد شہر تھا اور علم وتمدن کے حوالے سے بڑی مرکزیت حاصل تھی اور بہت سے فقہاء اور محدث اس شہر میں بس رہے تھے یہی وجہ تھی حضرت امام رضا علیہ السلام کے استقبال کے لیے ایک لاکھ سے زیادہ مجمع نکل آیا تھا۔

ابو واسع محمد بن احمد نیشاپوری کہتا ہے جب امام رضا علیہ السلام نیشاپور پہنچے تو "لاشاد باد" نامی ایک محلے میں میری دادی خدیجہ کے گھر میں نزول فرمایا اور اسکو "پسندہ" نام دیا جو لفظ مرضی کا فارسی ترجمہ ہے اور اس کی علت یہ تھی کہ چونکہ حضرت نے نیشاپور میں سے اسے مہربانی کیلیے انتخاب فرمایا۔ جب حضرت اس گھر میں داخل

معصوم دوم ص ۹۰

مسند امام رضا ج ص ۵۹

ہوئے تو صحن کے ایک گوشے میں بادام کی ایک بیج بوئی وہ بادام اُگ کر ایک درخت بن گیا اور ایک سال کے بعد پھل دینے لگا۔ جب لوگ اس واقعہ سے آگاہ ہوئے تو آکر شفاء کے لئے اس بادام سے کھاتے تھے اور صحت پا جاتے تھے اور جو آنکھوں کے درد میں مبتلا ہوتے تھے آکر اس بادام کو اپنی آنکھوں سے مل لیتے تھے تو شفایاب ہو جاتے۔ ہر خاتون جس کو وضع حمل دشوار ہو جاتا اس درخت کا پھل کھاتی تو اس پر زچگی آسان ہو جاتی اور اگر کوئی حیوان یا مویشی قولنج (انتڑیوں کا شدید درد) کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا تو اس درخت کی ایک شاخ کو اس کے شکم پر ملتے تو اس کا درد جاتا رہتا تھا۔(۱)

اگلے روز جب حضرت نیشاپور سے کوچ کرنے لگے(۲) تو آپ ایک کجاوے میں تشریف فرما تھے جو ایک سرخ رنگ کے استر پر نصب کیا ہوا تھا اور شہر نیشاپور لوگوں کے ہجوم اور ان کے شور و غل کی وجہ سے گونج رہا تھا۔

ابو زرعہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی جو حافظان حدیث میں سے تھے، حضرت کی خدمت میں آکر آپ سے عرض کرنے لگے کہ آپ کجاوے سے اپنے چہرۂ مبارک کو ظاہر فرمائیں اور ان (عقیدت مندوں) کی نگاہوں کو اپنی زیارت شریف سے روشن کریں اور ان کے افتخار اور سربلندی کے لئے ایک حدیث بھی بیان فرمائیں۔

برقع ز روی بر مدار که تا خلق جهان
بیکی روز دو خورشید ببینند عیان

---

۱۔ عیون اخبار الرضا ترجمہ، ج ۲، ص ۳۰۳
۲۔ بعض نے اس واقعے کو حضرت کے نیشاپور میں داخل ہونے کے موقع پر لکھا ہے۔

ترجمہ: ذرا رخ سے نقاب تو ہٹا دیجئے کہ دنیا والے ایک ہی دن میں دو سورج کو واضح و آشکار دیکھیں۔

اس پر حضرت رضا نے اپنی سواری کو روک کر سر مبارک کو کجاوے سے باہر نکالا اور دیکھنے والوں کی آنکھوں کو اپنی صبیح طلعت جمال سے روشن فرمایا۔

آپ کا چہرہ مبارک بہت خوبصورت اور آپ کی زلفیں رسول خدا کی زلفوں جیسی تھیں جب آپ نے لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو نمایاں کیا تو بعض آپ کے حسن و جمال میں کھو گئے جب کہ بعض شوق دیدار کی شدت سے گریہ کرنے لگے بعض گریبان چاک کر رہے اور بعض آپ کے بار بار دیدار کے لئے گردن نکال کر دیکھ رہے اور بعض زمین پر گر رہے تھے اور نیشاپور میں ہر طرف شور و غل کا ایک عالم تھا۔

راویوں نے لوگوں سے چیخ پکار کر کہا کہ خاموش ہو جاؤ اور حضرت کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہو بلکہ آپ کو گفتگو کرنے دو۔ سب لوگ خاموش ہو گئے ہر طرف ہو کا عالم تھا تب امام رضا نے بلند آواز میں مندرجہ ذیل حدیث جو "حدیث سلسلۃ الذہب" کے نام سے مشہور ہے، بیان فرمائی (۱)

حدَّثني أبي موسى بن جعفر الكاظم، قال: حدَّثني أبي جعفر بن محمّد الصادق، قال: حدَّثني أبي عليّ بن الحسين زين العابدين قال: حدَّثني أبي الحسين بن علي شهيد أرض كربلا، قال: حدَّثني أبي أمير المؤمنين عليّ شهيد أرض الكوفة، قال: حدَّثني أخي و ابن عمّي محمّد رسول الله صلى الله عليه وآله، قال: حدَّثني جبرئيلُ، قال: سمعتُ ربَّ

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۲ باب ۳۸

العزۃ سُبحانہٗ و تعالی یقولُ کلمۃُ لا الٰہ الاّ اللہ حصنی فمنْ قالھا دخل حصنی و من دخل حصنی امن من عذابی

ترجمہ: مجھے میرے پدر بزرگوار موسیٰ بن جعفر کاظمؑ نے فرمایا کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پدر نے جعفر صادقؑ سے فرمایا آپ نے فرمایا مجھے میرے پدر محمد باقرؑ نے، آپ نے فرمایا مجھے میرے پدر علی بن الحسین نے، آپ نے فرمایا مجھے میرے پدر حسین بن علی شہید کربلا نے، آپ نے فرمایا مجھے میرے بابا امیر المومنینؑ شہید کوفہ نے، آپ نے فرمایا مجھے میرے پدر و ابن عم محمد رسول خداؐ نے اور آپ نے فرمایا مجھے جبریل نے کہا، جبریل نے کہا کہ میں نے حضرت رب العزت سبحانہ وتعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے پس جو یہ کلمہ کہے گا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوگا اور جو میرے قلعے میں داخل ہوا وہ امن پا گیا۔(۱)

شیخ صدوقؒ نے امالی میں لکھا ہے کہ جب آپ کی سواری چلنے لگی تو آپ نے فرمایا بشروطھا وشروطھا و انا من شروطھا یعنی مگر اس کی شرط و شروط ہیں (یعنی آپ کی ولایت) اس کی شروط میں سے ہے۔(۲)

محمد بن مسلم حاکم نے ان گراں بہا کلمات کو دوسروں کے لئے لکھنے کے بارے میں تذکرہ کرتا ہے بطوریکہ مورخین نے تصریح کے ساتھ لکھا ہے کہ ۲۴ ہزار اہل قلم حدیث لکھنے کے لئے آچکے تھے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کے استقبال کے لئے آنے والوں کی تعداد لاکھوں میں تھی۔

---

۱۔ مسند امام رضاؑ ج ۱، ص ۵۹، صحیفۃ الرضاؑ

۲۔ امالی صدوق مجلس ۴۱، حدیث ۸

اس حدیث کو اس لئے سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے کہ اس کو روایت کرنے والے سبھی معصوم ہیں مزید یہ کہ اس حدیث کو لکھنے کے لئے سینکڑوں سونے سے رنگت دانے گئے قلمدان استعمال کئے گئے۔(۱)

کشف الغمہ میں استاد ابو القاسم قشیری سے نقل ہوا ہے کہ یہ حدیث سامانی امراء میں سے کسی کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو اس نے حکم دیا کہ اس کو آب طلا سے لکھ دیا جائے اور یہ وصیت بھی کی کہ مرنے کے بعد سونے سے لکھی گئی یہ حدیث اس کی قبر پر نصب کر دی جائے اور ایسا ہی کیا گیا۔ اس کی موت کے بعد اسے خواب میں دیکھا گیا اور جب اس سے پوچھا گیا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ کہا کہ لا الٰہ الا اللہ کے کہنے اور اس کے رسول کو خلوص سے قبول کرنے نیز اس حدیث کے لئے کی گئی تعظیم و احترام کی بدولت خدا نے مجھے بخش دیا۔ (۲)

### قریۂ الحمراء میں

شیخ صدوقؒ نے عبد السلام ہروی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام رضاؑ نیشاپور سے طوس کی طرف روانہ ہو کر دہ سرخ نامی مقام جو ایک پہاڑی کے دامن میں واقع ہے (وہ جگہ مشہد سے ۶ فرسخ کے فاصلے پر ہے) پر پہنچے تو لوگوں نے آپ سے عرض کی یابن رسول اللہ زوال کا وقت ہو چکا ہے کیا نماز قائم نہیں کریں گے؟ تو آپ سواری سے اترے اور فرمایا کہ وضو کے لئے پانی لایا جائے۔ جواب ملا کہ پانی ہمارے ہمراہ نہیں ہے۔ امام اپنے دست مبارک سے پہاڑی کا دامن کریدنے لگے اور

---

۱۔ اباصلت عبد السلام ہروی امام رضاؑ کے مقرب حدیث نگاروں میں سے تھے اور ان بزرگوار سے بہت سی روایتیں نقل ہوئی ہیں ان کا مرقد مشہد مقدس میں [illegible] سے جو باقاعدہ بارگاہ کی صورت میں تعمیر کیا گیا ہے۔

(دیکھتے ہی دیکھتے) چشمہ ابلنے لگا اور سب نے وضو کر کے نماز ادا کی اور یہ چشمہ ابھی موجود ہے۔ (۱)

### سناباد میں

جب حضرت امام رضا علیہ السلام وہ سرخ نامی مقام سے روانہ ہو کر سناباد پہنچے جہاں راستے میں سنگ خارا (جس سے پتھر کے ظروف تراشے جاتے ہیں اور جو یہ مشہد کے جنوب میں واقع ہے) کے ایک پہاڑی پر تکیہ کر کے دعا کرنے لگے خدایا اس پہاڑ کی کو نفع بخش قرار دے اور اس سے بنے ہوئے ظروف میں پکنے والی غذا میں برکت عطا کر۔ پھر حکم دیا کہ اپنی غذا پکانے کے لئے اس کے پتھر سے برتن تراشے جائیں۔ اسی وقت سے آنحضرت کی دعا کی بدولت اس پہاڑ میں منفعت اور برکت پائی جاتی ہے۔

پھر امام ہشتم علیہ السلام نے حمید ابن قحطبہ (جو ہارون کی طرف سے طوس کا حاکم تھا) کے گھر میں قیام فرمایا اور مزار ہارون کے نزدیک تشریف لے گئے اور اپنے دست مبارک سے اس کی قبر کے گرد ایک خط کھینچتے ہوئے فرمایا

یہ میری قبر کی جگہ ہوگی اور میں یہیں مدفون ہوں گا اور جلد ہی خداوند عالم اس مقام کو شیعوں اور میرے دوستداروں کی آمد و رفت کا محل قرار دے گا خدا کی قسم جو بھی ان میں سے میری زیارت کرے گا اور مجھے سلام کرے گا ہم اہل بیت کی شفاعت سے

---

عیون اخبار الرضا ج ۲ باب ۳۸، مناقب ابن شہر آشوب

بخش جائے گا اور رحمت خدا اس پر واجب ہو جائے گی۔(1)

حضرت امام رضاؑ سناباد سے سرخس کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں سے مرو کی طرف تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ بعد وارد مرو ہوئے۔

# مامون کی پیشکش

بعض اہل قلم نے مرو میں امام رضاؑ کی غم انگیز آمد کو ۲۰۱ھ میں منحصر کیا ہے حالانکہ یہ کسی صورت میں صحیح نہیں ہو سکتا چونکہ مؤرخین کے نقل کے مطابق ولیعہدی کا دستور جسے مامون نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور جس کی پشت پر امام رضاؑ نے بھی اپنے دست مبارک سے کچھ مطالب تحریر فرمائے تھے، رمضان مبارک کے اوائل سن ۲۰۱ھ میں جاری ہوا ہے، بطوریکہ ابن بابویہ عیون اخبار الرضا ( )میں اور دیگر مورخوں نے بھی لکھا ہے کہ دو مہینوں کی مدت میں نیز عہد نامہ کی تحریر سے قبل بھی امام رضاؑ اور مامون کے مابین مذاکرات ہوتے رہے تھے ورود مذاکرات سے پہلے بھی حضرت نے سفر کی خستگی کو دور کرنے کے لئے کچھ مدت آرام فرمایا ہے۔ بنا برایں مرو میں آپ کی آمد ۲۰۱ھ کے پہلے نصف میں ہوئی ہے۔

شہر مرو جو امام رضاؑ کی آمد کا منتظر تھا، مامون کے حکم پر چراغانی کر کے سجایا گیا

---

۱۔ عیون اخبار الرضا ج ۲ باب ۳۸

اور خود مامون اور وزراء اور ریاستین بھی علماء و فقہاء اور دیگر برجستہ افراد کے ہمراہ کئی کلومیٹر کے فاصلے پر امام رضا کے استقبال کے لیے آ چکے تھے۔

مامون نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ امام کا خیر مقدم کیا اور حضرت کو ایک گھر میں ٹھہرانے کا حکم دیا جو خود مامون کے محل کے ساتھ واقع تھا اور ایک ہی دروازے کے ذریعے اس سے متصل تھا۔ کافی ساز و سامان اور کئی خدمت گزار بھی آپ کی خدمت کے لیے پیش کیے گئے تاکہ آپ کو ہر قسم کی سہولت و آسائش فراہم ہو اور ساتھ ہی امام کے ہمراہیوں جن کی اکثریت علویوں پر مشتمل تھی، کے لئے بھی ایک گھر میں جگہ دی گئی۔

چند روز کے بعد جب آپ کی خستگی دور ہو گئی اور ملاقات کے لئے زمینہ فراہم ہوا تو مامون نے (بہ نقل شیخ صدوق کی روایت کے مطابق) یوں اپنی پیشکش کا آغاز کیا (۱)

یابن رسول اللہ میں آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور عبادت سے واقف ہو چکا ہوں اور آپ کو خود سے زیادہ خلافت کیلئے مناسب سمجھتا ہوں۔

حضرت امام رضا نے فرمایا میں خدا کی بندگی پر فخر کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ دنیا سے بے رغبتی کے ذریعے میں دنیا کے شر سے نجات پا جاؤں گا اور پرہیزگاری اور محرمات سے اجتناب کے ذریعے آخرت کی نعمتوں کے حصول کی امید رکھتا ہوں اور

---

۱۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۲۵۰۔ ۲۵۱

دنیا میں انکساری اور فروتنی کے ذریعے کل خداوند تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں سربلندی کا امیدوار ہوں

مامون نے کہا میں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ خلافت سے برکنار ہو کر اسے آپ کے لیے پیش کروں اور آپ کی بیعت کروں۔

حضرت نے فرمایا اگر یہ خلافت تیرا حق ہے اور خداوند نے اسے تیرے لیے قرار دیا ہے تو جائز نہیں ہے کہ جو لباس خداوند نے تجھے پہنایا ہے اسے اتار کر کسی اور کو پہنائے اور اگر خلافت تیرا حق نہیں ہے تو یہ کیونکر جائز ہوگا کہ کسی ایسی چیز کو میرے اختیار میں دو جو تمہاری ہی نہیں۔ مامون نے کہا اے فرزند رسول آپ کو کسی صورت میں اس کام کو قبول کرنا ہوگا۔

امام نے فرمایا میں اپنی مرضی اور خوشی سے ایسا کام ہرگز نہیں کروں گا۔

مامون چند روز اس سلسلے میں جدوجہد اور اصرار کرتا رہا اور حضرت ہر مرتبہ انکار فرماتے رہے یہاں تک کہ مامون مایوس ہو کر کہنے لگا اگر خلافت قبول نہیں کرتے میں آپ کے ہاتھوں بیعت کرتا تو ولیعہدی قبول فرمائیں کہ میرے بعد خلافت آپ تک پہنچے۔

حضرت رضاؑ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے اپنے والد نے انہوں نے اپنے آباء سے انہوں نے امیر المومنینؑ سے یہ خبر دی ہے کہ میں تجھ سے پہلے ہی دنیا سے چلا جاؤں گا اور ظلم کے ساتھ زہر سے شہید کیا جاؤں گا اور زمین و آسمان کے فرشتے مجھ پر گریہ کریں گے اور پردیس کے عالم میں ہارون کی قبر کے پہلو میں دفنایا جاؤں گا۔

مامون گریہ کرنے لگا اور کہا یابن رسول اللہ وہ کون ہے جو آپ کو قتل کرے یا ایسی طاقت رکھتا ہو کہ میرے ہوتے ہوئے آپ کو نقصان پہنچائے؟

آپ نے فرمایا اگر میں بتانا چاہوں کہ کون مجھے قتل کرے گا تو یقیناً بتا سکتا ہوں۔

مامون نے کہا یا بن رسول اللہ آپ اس گفتار سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ اپنے آپ کو اس کام سے سبکدوش کریں اور اس سے منہ موڑیں اور لوگ یہ کہیں کہ آپ کو دنیا سے کوئی رغبت نہیں۔

حضرت رضاؑ نے فرمایا خدا کی قسم! جب سے خداوند نے مجھے خلق فرمایا ہے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ہے اور نہ میں دنیا سے بے رغبت ہوا ہوں بلکہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ تم کیا ارادہ رکھتے ہو۔

مامون نے کہا میرا کیا ارادہ ہے؟

فرمایا: اگر حقیقت کہوں تو کیا امان ہے؟

کہا آپ کے لئے امان ہے۔

امامؑ نے فرمایا اس پیشکش سے تیرا مقصود یہ ہے کہ علی بن موسیٰ الرضا دنیا سے بے رغبت ورزہد نہیں ہے بلکہ دنیا اس سے بے رغبت ہو چکی ہے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو کہ کس قدر طمع اور لالچ کے ساتھ ولیعہدی کے منصب کو قبول کر لیا ہے؟

مامون بہت غضبناک ہوا اور کہا آپ ہمیشہ ایسی باتیں کرتے ہیں جسے سنتے ہوئے مجھے کراہت ہوتی ہے! گویا میری سلطنت سے بے خوف ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم اگر ولایت عہدی کو قبول نہ کیا تو آپ کو مجبور کروں اور اگر پھر بھی قبول نہ کیا تو سرتن سے جدا کر دوں گا۔

آپ نے فرمایا خداوند متعال نے مجھے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ میں اپنے ہی ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈالوں۔ لیکن اگر صورت یہی ہے تو جو کچھ تم کرنا چاہتے

ہو کر گذر رہا ہوں اور میں اس موضوع کو قبول کروں گا مگر اس شرط کے ساتھ کہ نہ میں کسی کو (کسی عہدے پر) تعین کروں گا اور نہ کسی کو معزول کروں گا اور نہ کسی رسم و رواج کو توڑوں گا اور نہ کسی کام میں مشورہ ہی دوں گا۔

مامون ان باتوں سے راضی ہوا اور آنحضرت کی اس قدر کراہت اور ناپسندی کے باوجود ان کو اپنا ولی عہد بنایا۔(۱)

شیخ طوسی کتاب ارشاد میں لکھتے ہیں۔

حضرت رضا کے مرو پہنچنے کے بعد مامون نے آپ کی رہائش کے لئے ایک جداگانہ گھر کا انتظام کیا اور نہایت عزت و احترام کرنے لگا۔ پھر اس نے کسی کے ذریعے آنحضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ میں چاہتا ہوں کہ خلافت سے اپنے آپ کو دور کنار کروں اور اس کو آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ اس سلسلے میں حضور کا کیا ارادہ ہے؟

امام نے اس پیشکش سے انکار کرتے ہوئے فرمایا میں تجھے اس بات سے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں اے امیر المؤمنین، اور دوسروں کو بھی جو اس بات کو سنے۔

مامون نے پھر آنحضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا اگر خلافت کی پیشکش کو قبول نہیں فرماتے تو مجبوراً ولیعہدی کے منصب کو قبول کرنا پڑے گا۔ امام نے بھی دوبارہ شدت کے ساتھ انکار فرمایا۔ مامون نے آپ کو خصوصی طور پر اپنے پاس بلایا اور تنہائی میں جبکہ فضل بن سہل کے علاوہ کوئی اور موجود نہ تھا، آپ سے کہا میں نے یہ

---

۱۔ علل الشرائع ج ۱ ص ۲۲۶۔ عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۱۳۹ نقل در مسند امام رضا ج ۱ ص ۷۸۔ امالی صدوق مجلس ۱۶ حدیث ۱

رادہ کر لیا ہے کہ مسلمانوں کی ذمہ داری آپ کے شانوں پر ڈال دوں۔

آنحضرتؑ نے فرمایا: اے امیر المومنین! خدا کی پناہ ہو اس سے اے امیر کیونکہ مجھ میں ایسے کاموں کی انجام دہی کی طاقت نہیں ہے۔

مامون نے کہا: تو پھر میں آپ کو اپنے بعد ولیعہد اور جانشین بنانا چاہتا ہوں۔

فرمایا: اے امیر المومنین! مجھے اس کام سے معذور سمجھو۔

مامون دھمکی آمیز لہجے میں کہنے لگا

عمر بن خطاب نے خلافت کو چھ افراد میں محدود کیا جن میں سے ایک آپ کا جد امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ تھے اور حکم دیا گیا کہ ان چھ افراد میں سے جو بھی مخالفت کرے گا اس کی گردن کاٹی جائے گی۔

پس آپ کو بھی جو کچھ میں نے ارادہ کیا، قبول کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی راہ نہیں ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: میں اس شرط کے ساتھ ولیعہدی کو قبول کرتا ہوں کہ نہ کسی کو حکم کروں گا اور نہ کسی کو نہی کروں گا، نہ فتویٰ دوں گا اور نہ کوئی فیصلہ سناؤں گا، نہ کسی کو کسی عہدے پر متعین کروں اور نہ کسی کو معزول کروں گا اور نہ تیری حکومت کی روش میں کسی قسم کی تبدیلی ہی لاؤں گا۔ پھر مامون نے ان شرائط کو قبول کیا۔(۱)

ابوالفرج اصفہانی نے اپنی کتاب مقاتل الطالبین میں کچھ یوں تحریر کیا ہے

مامون نے آنحضرتؑ کو طلب کر کے ان کے سامنے اپنے ارادے کا اظہار کیا تو

---

۱۔ راقم مامون کے عہد نامہ سے فقط دو نکتے پر گفتگو کر رہا ہوں لیکن جو مطالب جب امام رضاؑ نے مذکورہ

آپ نے انکار فرمایا۔ اس پر مامون نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا: عمر نے اپنی موت کے وقت کہا کہ چھ افراد پر مشتمل شوریٰ تشکیل دیا جائے کہ جن میں سے ایک آپ کا جد تھے اور حکم دیا کہ ان چھ افراد میں سے جو بھی مخالفت کرے گا اس کی گردن کاٹی جائے پس آپ بھی مجبور ہیں کہ میری ولیعہدی کو قبول کریں

علی بن موسیٰ الرضاؑ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو قبول فرمایا۔(۱)

شیخ صدوق اور شیخ مفید نے موسیٰ بن سلمہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں محمد بن جعفرؑ کے ہمراہ خراسان میں تھا۔ وہاں سے میں نے سنا کہ ایک دن ذوالریاستین گھر سے نکل آیا اور کہنے لگا، کیا ہی تعجب خیز چیز میں نے دیکھی اور مجھ سے پوچھو کہ میں نے کیا چیز دیکھی؟

کہنے لگے اصلحک اللہ (خدا تمہارا بھلا کرے) کیا چیز دیکھی؟

کہا میں نے مامون کو علی بن موسیٰ رضاؑ سے یہ کہتے ہوئے دیکھا

میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ مسلمانوں کی ذمہ داری آپ کے شانوں پر ڈال لوں اور جو میری گردن پر ہے سکو اٹھا کر آپ کی گردن پر ڈال لوں۔ میں نے دیکھا کہ علی بن موسیٰ رضا یہ کہہ رہے تھے مجھ میں اس کام کی برداشت اور طاقت نہیں۔ میں کسی بھی خلافت کو اس خلافت سے زیادہ بے قیمت اور بے اہمیت نہیں سمجھتا جسے مامون اپنے شانوں سے اٹھا کر علی بن موسیٰ الرضا کی گردن پر ڈالنا چاہتا ہے اور علی بن موسیٰ الرضاؑ پھر اسے ٹھکراتے ہوئے مامون کی طرف پلٹاتا ہے۔(۲)

---

۱ ترجمہ مقاتل الطالبیین ص۵۴۳

۲ عیون اخبار رضا ج۲ ، ارشاد مفید ج۲

جو بات گزشتہ روایات سے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ مامون نے پہلے تو ظاہر مسندِ خلافت اور بعد میں ولیعہدی کی پیشکش کی اور جب حضرتؑ نے ان دونوں میں سے کسی کو بھی قبول نہیں فرمایا تو اس نے زبردستی آپ کو ولیعہد بنایا۔

عہدنامے کی پشت پر رقم فرمائے ہیں۔ بطور تبرک ترجمے کے ساتھ اس کا متن بھی درج کیا جا رہا ہے۔

۲۔ فصول المہمہ، ص ۲۴۳

# جشن ولیعہدی

جب امام رضاؑ نے مامون کے اصرار اور دھمکی پر مجبور ولایت عہدی کو قبول فرمایا تو مامون نے اس موقع پر اپنے ہاتھوں سے ایک عہد نامہ لکھ دیا اور حضرتؑ نے بھی اس عہد نامے کی پشت پر کچھ مطالب تحریر فرمائے۔

اس عہد نامے کے اصل متن کو علی بن عیسیٰ صاحب کشف الغمہ نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے اور مرحوم مجلسیؒ نے بھی بحار الانوار میں سے نقل کیا ہے۔

علی بن عیسیٰ لکھتا ہے:

سنہ ۶۷۰ھ میں میرے رشتہ داروں میں سے ایک جو مشہد الرضا میں آیا کرتا تھا، کے ہمراہ ایک عہد نامہ تھا جسے مامون نے اپنے ہاتھوں سے لکھا تھا اور جب (دیکھا کیا) اس کے سطروں کے درمیان اور اس کی پشت پر امام رضاؑ کے دست مبارک سے کچھ مطالب مرقوم ہیں، میں نے حضرتؑ کے خط کو چوم لیا اور آپ کے گلستان سخن پر نظر ڈالی اور اپنے آپ کو اس سے آگاہی کے لیے آمادہ کیا اور خدا کے فضل و رحمت سے

سے حرف بہ حرف نقل کیا اور یہ حصہ مامون کا دستخط تھا۔(۱)

## مامون کے عہدنامے کا ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط عبداللہ بن ہارون رشید امیر المومنین کی طرف سے اپنے ولیعہد علی بن موسیٰ الرضا کو لکھا جارہا ہے۔

اما بعد خداوند عز وجل نے دین اسلام کو منتخب فرمایا اور اپنے پیغمبروں کو بندوں پر ہادی و رہبر بنا کر بھیجا اور ہر پیغمبر نے اپنے آنے کے بعد اپنے بعد والے پیغمبر کی خوشخبری سنائی ہے اور اسکی تصدیق بھی کی یہاں تک کہ زمانہ گزرنے کے بعد علوم کے کہنہ اور قدیم ہونے، وحی کے منقطع ہونے اور قیامت کے نزدیک ہونے پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد سلسلۂ نبوت اختتام کو پہنچا۔

پس خداوند نے آپؐ کو خاتم الانبیاء قرار دیا اور آپؐ کو ان پر شاہد اور امین بنا دیا اور اپنی بے مثال کتاب کو آنحضرتؐ پر نازل فرمایا۔ ایک ایسی کتاب جس کے آگے یا پیچھے سے باطل کے لئے کوئی گزر پایا نہیں جاتا۔ یہ خدائے حکیم وحمید کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ لا یأتیه الباطلُ من بین یدیه ولا من خلفه تنزیلٌ من حکیم حمید (۲)

جس میں حلال وحرام بیان کئے گئے ہیں، خوف ورجاء (کی باتیں ہیں) اور اس

---

۱۔ یا داود انا جعلناک خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الهوی فیضلک عن سبیل اللہ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لهم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب (ص/۲۶)

میں اذیت دی گئی اور سرزنش کی گئی ہے۔ اس کے بارے میں بھی غلط تصور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ لوگوں کے لیے ایک حجت ہے۔ اور جو گمراہی اور ضلالت کی راہ پر گئے چکے ہیں دلیل و حجت کے باوجود گئے چکے ہیں اور جس نے ہدایت سے حیات جاوید پائی وہ بھی دلیل اور حجت ہی کے ذریعے ہے اور یقیناً خدا سننے والا اور دانا ہے۔ ( )

پھر رسول اکرم ﷺ نے خدا کے پیغام کو لوگوں تک پہنچایا اور حکمت، وعظ و نصیحت اور اچھی قسم کی بحث و دلیل کے ذریعے انہیں خدا کی طرف دعوت دی پھر دین کے دشمنوں کے ساتھ سختی اور ان کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم فرمایا یہاں تک کہ خدا نے انہیں اپنے پاس اٹھا لیا اور اپنی رحمت کو ان کے لیے قرار دیا۔

جب دورِ نبوت ختم ہوا اور خدا تعالیٰ نے محمد ﷺ پر وحی کے سلسلے کو منقطع کیا تو دین کے قوام و استحکام اور مسلمین کو خلافت کے ذریعے کامل کر دیا اور اسی کے ذریعے اس کا شرف بڑھا دیا۔ اور خدا کی خاطر قیام کرنا ایسی اطاعت و بندگی ہے جس کے ذریعے واجبات، خدا کی حدود اور اسلام کے احکام اور اس کی سنتوں کو قائم اور دین کے دشمنوں کے ساتھ برسرپیکار رہ سکتے رہیں۔

بنابرایں یہ بات ان (حقیقی) جانشینوں کے ذمے ہے جن کو خدا نے اپنی مخلوقات اور دین کے محافظ قرار دیا ہے کہ وہ خدا کی اطاعت کریں اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنے خلیفوں کی پیروی کرتے ہوئے خدا کے (دین) حق کی حمایت میں کھڑے ہونے، امن اور عدل و انصاف کو قائم کرنے نیز (لوگوں کے) خون کے تحفظ اور

---

لیهلک من هلک عن بینة و یحیی من حی عن بینة و ان الله لسمیع علیم (سورۂ انفال آیہ ۴۲)

معاملوں کی اصلاح اور ان کے درمیان اتحاد کے سلسلے میں ان پیشواؤں کی مدد کریں۔ اور اگر اس حکم کے خلاف عمل کریں گے تو مسلمانوں کے اتحاد کا رشتہ کمزور ہو جائیگا نیز ان کے اور ان کے معاشرے میں پائے جانے والے اختلافات (سب پر) واضح ہو جائے گا اور دین کی شکست اور دشمنوں کا تسلط نمایاں اور قوموں میں تفرقہ اور تضاد پیدا ہو جائے گا جس کے نتیجے میں وہ دنیا و آخرت دونوں میں خسارت اٹھائیں گے۔

پس اس شخص کیلئے جس کو خدا نے روئے زمین اپنا خلیفہ بنایا ہے اور اپنے بندوں پر امین بنا کر بھیجا ہے ضروری ہے کہ وہ راہ خدا میں کوشش اور جستجو کرتے ہوئے زحمتوں اور مشقتوں کو برداشت کرے اور خدا ہی کی اطاعت اور اس کی رضایت کو (ہر چیز پر) ترجیح دے اور خود کو ان کاموں کے لئے آمادہ کرے جو خدا کے احکام اور فرامین کے موافق ہوں۔

اور جو کچھ خدا نے اس کے ذمے لگایا ہے (اس کے بارے میں) حق و انصاف کے ساتھ حکم لگائے چنانچہ خداوند داؤد پیغمبر سے ارشاد فرماتا ہے:

اے داؤد! ہم نے تجھے روئے زمین پر خلیفہ بنایا پس لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور ہوا و ہوس کی پیروی نہ کرو مبادا وہ تجھے راہ خدا سے گمراہ کر دے۔ بے شک وہ لوگ جو راہ خدا سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے روز قیامت کو بھلانے کے سبب سخت سزا ہوگی۔(1)

نیز خدائے عز وجل پیغمبر اکرم ﷺ سے فرماتا ہے

تیرے رب کی قسم ہم بھی لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھ گچھ کریں گے (۱)

روایت میں آیا ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا اگر میں فرات کے کنارے کسی بھیڑ کو باندھ لوں اور وہ ضائع ہو جائے اور پکھ کھو جائے تو مجھے خوف آتا ہے کہ خدا مجھے اس کے بارے میں مواخذہ کرے۔ اور خدا کی قسم جو اپنے اور خدا کے مابین کسی فرد کا ذمہ دار ہو تو وہ ایک عظیم پر خطر مرحلے پر قرار پایا ہے۔ پھر اس شخص کا کیا حال ہوگا جو معاشرہ اور اجتماع کا مسئول ہو۔

اس معاملے میں خدا ہی پر اعتماد ہے اور وہی پناہگاہ ہے اور اسی کی جانب سے گناہوں سے بچتے رہنے کی توفیق اور عنایتوں کے متمنی ہوں۔ اور وہ اسی چیز کی طرف راہنمائی فرمائے جس میں اس کی حجت ہو، اور خدا ہی کی خوشنودی اور رحمت سے سرفراز ہوں۔

وہی امت میں خلیفہ ہو سکتا ہے جو سب سے زیادہ با بصیرت اور روئے زمین پر صرف خدا کی خاطر اس کی مخلوقات اور دین کے بارے میں نصیحتیں کرنے والا ہو، جو خدا کی کتاب اور اس کے پیغمبر کی سنتوں پر عمل کرتا ہو اور اپنی تمام تر فکر و تدبر اس بابت میں صرف کرے کہ کسی ایسے شخص کو اپنا ولیعہد بنایا جائے جو مسلمانوں کی قیادت کو سنبھالے اور دوستی اور محبت سے ان کے ساتھ رفتار کرتے ہوئے ان میں اتحاد پیدا کرے اور ان کو نا اتفاقی اور انتشار سے بچائے رکھے اور ان کے خون کا احترام کرے اور

---

(۱) سورۂ حجر، آیت ۹۲ - ۹۳ (حجر/۹۲-۹۳)

خدا نے ان سے ان میں پڑے جانے والے اختلافات کو نقل کرتے ہوئے انہیں فساد تباہی اور آپس کے تفرقہ سے نجات دلانے اور شیطان کے حیلوں اور وسوسوں کو ان سے دور کرے۔ کیونکہ خداوند نے خلافت کے بعد ولیعہدی کو بھی دینی امور سے مقدم اور متصل قرار دیا ہے نیز اسی کو مسلمانوں کی صلاح کا ذریعہ اور ان کے لئے باعث افتخار قرار دیا ہے اور اپنے خلفاء کو اس عہدے کے سلسلے میں تاکید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کسی ایسے شخص کو اس عہدے (ولیعہدی) کے لئے انتخاب کیا کرو جو سب سے زیادہ نصیحت کی قدردانی اور فعالیت کا باعث ہے اور خدا جابروں کے مکروحیلوں اور تفرقہ اندازی کرنے والوں اور فتنہ وفساد دیکھنے والوں کی کوشش کو خوب جانتا ہے۔

جب خلافت امیر المومنین (مامون) کے ہاتھوں میں پہنچ گئی، وہ اس کی تلخی کا مزہ چکھ چکا ہے اور خلافت کی مشکلیں اور اس کی سختی اور تکالیف سے بھی آگاہ ہو چکا ہے اور ایک پیچیدہ ذمہ داری جو خلیفہ کو اطاعت خدا اور دین کی نگہداری کے سلسلے میں انجام دینی چاہئے اس سے بھی آگاہ ہوا ہے اس نے ہمیشہ ایسے کاموں کے بارے میں سوچ بچار کی ہے جو دین کی عزت اور مشکلوں کی ریشہ کنی، امت کی ترقی فلاح و بہبودی، قیام عدالت اور کتاب وسنت کی برتری کا موجب بنے۔

اسی امر نے اس کو آرام و راحت اور آسائش سے دور رکھا ہے۔ چونکہ وہ اس بات سے آگاہ ہے جس کے بارے میں خداوند عالم ہر ایک پر فرمائیگا لہذا چاہتا ہے کہ خدا سے ملاقات کے وقت دین اور اس کے بندوں کے سلسلے میں ناصح اور خیر خواہ رہے اور کسی ایسے شخص کو ولیعہدی کے لئے انتخاب کرے جو امت کی صورت حال کی

ص ۲۲۰ ، ۳ ص ۵۹

رعایت کرنے والا ہو نیز ایمانداری، پاکدامنی اور علم و آگاہی میں سب سے برتر و ارفع ہو اور ہر طرح سے قیام اور اس کے حق کی ادائیگی میں دوسروں سے زیادہ اس سے امید وار ہو۔

اس مقصد کے حصول کی خاطر اس نے دن رات بارگاہ خداوندی میں راز و نیاز کرتے ہوئے اس سے طلب خیر کیا ہے کہ وہ ولیعہدی کے انتخاب کے سلسلے میں ایک ایسے شخص کو اس پر الہام کرے جو خدا کی خوشنودی کے طالب اور اس کی اطاعت کرنے والا ہو اور اس سلسلے میں اس نے اپنے خاندان میں سے عبداللہ بن عباس اور علی بن ابی طالب کے فرزندوں پر نظر رکھی ہے اور ان میں سے علم و دین اور شخصیت کے حوالے سے سب سے مشہور فرزند کے احوال کے بارے میں کافی تحقیق و جستجو کی ہے تاکہ ان سب کے کردار سے آگاہی حاصل ہو اور جو کچھ ان کے بارے میں سنا تھا آزمایا گیا ہے یوں ان کی خصوصیتوں اور شخصیت کو اچھی طرح جانچ لیا ہے پھر خدا سے طلب خیر کے بعد اس کے احکام پر عمل کرنے نیز اس کے بندوں میں اور اس کی سرزمین پر اس کے حق کی ادائیگی کے لئے اپنی تمام تر کوششوں کو بروئے کار لا چکا ہے اور مذکورہ خاندان کے افراد کے بارے میں تحقیق و تفحص کو عمل میں لایا ہے، جس شخص کو میں نے اس مقام (ولیعہدی) کے لئے منتخب کیا ہے وہ علی بن موسی الرضا بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔ جن کو میں نے واضح فضیلت، علم نافع، کھلی پاکدامنی خالص زہد و تقوی، دنیا سے بے اعتنائی اور لوگوں کی تسلیم کے حوالے سے برتر اور ممتاز پایا اور اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر زبان ان کی تعریف و ستائش میں گویا ہے اور سب لوگ ان کی بابت میں متحد ہیں۔

نیز چونکہ وہ ان کے بچپنے، جوانی اور پیری (غرض ہر دور کی) فضیلتوں سے آگاہ و آشنا تھا بعد اس نے ولیعہدی اور اپنے بعد خلافت کے عہدے کو خدا پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے حوالے کیا ہے اور خدا جانتا ہے کہ یہ کام خدا اور دین کی راہ میں فداکاری، اسلام و مسلمین کے لئے طلب سلامتی، راہ خدا میں استقامت اور اس دن میں نجات اور رستگاری کے لئے انجام دیا ہے کہ جب لوگ پروردگار عالم کی بارگاہ میں محشور کئے جائیں گے۔

اس وقت امیر المومنین اپنے فرزندوں، خاندان اور خواص، عہدیداروں اور خدمت گزاروں کو دعوت دیتا ہے کہ بیعت کے سلسلے میں ظہار رشادمانی کریں اور لوگوں پر یہ بات واضح ہو کہ امیر المومنین نے اپنے قوم و اقربا کے بارے میں اطاعت خداوندی کو ہوائے نفس پر مقدم رکھا ہے اور ان کو رضا کا لقب دیا گیا کیونکہ وہ امیر المومنین کا پسندیدہ اور مورد رضا ٹھہرے ہے۔

پس اے خاندان امیر المومنین اور اے عہدیدارو! اے سپاہیو! اور اے اس شہر میں بسنے والے مسلمانو! خدا ہی کے نام اور اسی کی برکتوں سے اس کے دین اور اپنے بندوں کے سلسلے میں کئے گئے بہترین فیصلے پر امیر المومنین اور اس کے بعد علی بن موسیٰ رضا کی بیعت عمل میں لاؤ۔ ایسی بیعت جس سے تمہارے ہاتھوں اور سینوں کو وسعت ملے۔ جان لو امیر المومنین نے یہ کام خدا کی اطاعت اور اپنی اور تمہاری خیر و عافیت کی خاطر انجام دیا ہے۔ پس خدا کے شکر گزار رہو کہ جس نے مجھ پر اس کام کے سلسلے میں الہام فرمایا اور اپنے امیر سے تمہاری صلاح اور راہنمائی سے متعلق پائے جانے والے شوق اور اصرار کے نتیجے میں ہوا ہے اور اس بات کے امیدوار رہو کہ یہ کام

(لوگوں میں) الفت ومحبت پیدا کرنے، ان کے خون کے تحفظ، تقویٰ و یگانگی کے رشتوں کو مضبوط کرنے، دین کو استحکام بخشنے، دشمنوں کو مرعوب کرنے اور تمہارے اندر استقامت پیدا کرنے میں موثر ہے اور تم اس کے ثمرہ سے بہرہ مند ہو۔ پس طاعت خدا اور امیر المومنین کی فرمانبرداری میں پیش پیش رہو کیونکہ اگر ایسا کرو گے تو یہ باعث امنیت اور آسائش ہوگا نیز اس بات پر خدا کا شکر بجا لاؤ کہ انشاء اللہ تم اس کے فیضان کا مشاہدہ کرو گے۔

اس خط کو عبداللہ مامون نے بروز ہفتہ ۷ رمضان المبارک ۲۰۱ھ کو اپنے ہاتھوں سے تحریر کیا۔ پھر حضرت امام رضا نے مامون کے عہد نامہ کی پشت پر یوں تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدُ لله الفعّال لما يشاء، لا مُعقّبَ لحُكمه، ولا رادَّ لقضائه، يعلم خائنةَ الأعين وما تُخفي الصُّدورُ، وصلاتُه على نبيّه محمّدٍ خاتم النَّبيّين وآله الطَّيّبين الطّاهرين

أقولُ وأنا عليُّ بن موسى الرّضا بن جعفرٍ: انّ أميرَ المؤمنين عضدهُ اللّهُ بالسَّداد ووفّقهُ للرَّشاد، عرف حقَّنا ما جهله غيرُهُ، فوصل أرحاماً قُطعتْ، وآمن نفوساً فزعتْ بل أحياها وقد تلفتْ، وأغناها إذا افتقرتْ، مُبتغياً رضى ربّ العالمين، لا يريدُ جزاءً مَن غيره، وسيجزي اللّهُ الشّاكرين ولا يُضيعُ أجرَ المحسنين

وانّهُ جعلَ اليَّ عهدهُ والإمرةَ الكُبرى إن بقيتُ بعدهُ فمن حلّ

عقدة أمر الله بشدها وقصم عروة أحبّ الله إيثاقها، فقد أباح حريمه وأحلّ محرمه، إذ كان بذلك زارياً على الإمام، منتهكاً حرمة الإسلام بذلك جرى السالفُ فصبر منهُ على الفَلَتاتِ، ولَمْ يعترض بعدها على العزمات، خوفاً من شَتاتِ الدّين واضطراب حَبْلِ المُسْلمين ولِقُرْب أمْرِ الجاهليّةِ ورصد فُرصَة تُنتهزُ وبائقة تُبْتدر

وقد جعلْتُ اللّه على نفسي إن استرعاني أمر المُسْلمين وقلّدني خلافتهُ العمل فيهم عامّةً، وفي بني العبّاس خاصّةً بطاعته وطاعة رسوله صلّى الله عليه وآله، وأن لا أسفك دماً حراماً، ولا أُبيح فَرْجاً ولا مالاً إلا ما سفكتْهُ حدودُ الله وأباحتهُ فرائضهُ، وأن أتخيّر الكُفاة جُهدي وطاقتي، وجعلْتُ بذلك على نفسي عهداً مؤكّداً يسْألني الله عنه فإنّهُ عزّ وجلّ يقولُ

﴿وأوفوا بالعهد إنّ العهد كان مسؤولاً﴾ (١)

وإن أحدثتُ أو غيّرتُ أو بدّلتُ كُنتُ للغير مُستحقّاً وللنّكال مُتعرّضاً وأعوذ بالله من سخطه وإليه أرغبُ في التّوفيق لطاعته والحَوْل بيني وبين معصيته في عافيةٍ لي وللمُسْلمين

والجامعةُ والجفرُ يدُلاّن على ضدّ ذلك، وما أدري ما يفعلُ بي ولا بكُم [إن الحُكْمُ إلاّ لله يقضُ الحقّ وهو خيرُ الفاصلين] (٢)

لكنّي امتثلْتُ أمر أمير المؤمنين وآثرْتُ رضاهُ والله يعصمني وإيّاهُ و

(١) صدوق، مجالس ص٩٦ حديث ٣

اشهدت الله على نفسي بذلك وكفى بالله شهيدا

وكتبت بخطي بحضرة امير المؤمنين اطال الله بقاءه والفضل بن سهل، وسهل بن الفضل، ويحيى بن اكثم، وعبدالله بن طاهر وثمامة بن اشرس، وبشر بن المعتمر، وحماد بن النعمان في شهر رمضان سنة احدى ومائتين (۱)

**ترجمہ**

حمد اس خدا کے لیے کہ جو کچھ چاہے انجام دیتا ہے کیونکہ اس کے حکم کو نہ کوئی چیز رد کر سکتی ہے اور نہ اس کو پس پشت ہی ڈال سکتی ہے اور نہ کوئی اس کے فیصلے کو مسترد کر سکتا ہے جو آنکھوں کی خیانت اور دلوں میں مخفی بھیدوں کو جاننے والا ہے۔ اس کی رحمت اس کے آخری نبی محمدؐ پر جو خاتم الانبیاء ہیں اور ان کی پاک و طاہر آل پر۔

میں علی بن موسیٰ الرضا بن جعفر کہتا ہوں امیر المومنین جس کی خدا (کاموں کی) استواری میں مدد کرے اور نیکوکاری کی توفیق عطا کرے۔ اس نے ہمارے حق میں سے اس چیز کو پہچان لیا جو دوسرے نہ پہچان سکے۔ پس اس نے قطع شدہ رشتہ داری کو ملا دیا اور ہراسان جانوں کو امن دیا بلکہ ان کو تلفی کے بعد بحالی دے دی اور محتاجوں کو بے نیاز کیا (اور یہ اس نے) رضایت خدا کے طلب میں کیا اور وہ خدا کے علاوہ کسی دوسرے سے اس کی پاداش نہیں چاہتا اور خدا جلد ہی شکر گزاروں کو جزا عطا کرنے والا ہے اور وہ کسی احسان کرنے والے کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ یقیناً اس نے مجھے اپنا ولیعہد بنا لیا اور اپنے بعد امارت و خلافت کی عظیم (امر داری) مجھے سونپ دی ہے

---

کشف الغمہ ج ۳ ص ۲۰۷ ـ ۲۰۹ و اصل او مسند امام رضا ج ... بحار الانوار ج ۴۹ ص ۱۴۸ ـ ۱۵۳

بشرطیکہ میں اس کے بعد زندہ رہ سکوں۔ پس جو اس گروہ سے جس کو خدا نے باندھنے کا حکم دیا ہے، اور اس حلقے کو دور سے جس کو خدا نے مضبوط کرنا چاہتا ہے تو یقیناً اس نے حریم خدا کی حرمت کو کچل ڈالا ہے اور اس کے حرام کردہ چیز کو حلال جانا ہے کیونکہ اس نے اس کام کے ذریعے امور رسول کیا ہے اور حرمت اسلام کو پامال کیا ہے

لوگوں نے بھی یہی روش اختیار کی اور انہوں نے لغزش اور غلطیوں پر صبر کیا اور اس کے بعد تخلفات اور نقصانات پر اعتراض نہیں کیا چونکہ انہیں دین کا شیرازہ بکھر جانے اور مسلمانوں کے اتحاد کے ٹوٹ جانے کا خوف تھا اور ان کو یہ خطرہ اس لئے لاحق تھا کہ جاہلیت کا زمانہ نزدیک تھا اور منافقین بھی اس تاک میں تھے کہ فتنہ وفساد برپا کرنے کا موقع ہاتھ آئے۔

اور میں اللہ کو اپنے اوپر گواہ بناتا ہوں کہ اگر مجھے امور مسلمین کا نگہدار بنایا جائے اور خلافت کی (نوکری کو) میری گردن میں ڈالے تو میں مسلمانوں کے معاملے میں عموماً اور بنی عباس کے معاملے میں خصوصاً خدا اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے رفتار کروں گا۔ اور ناحق کسی کا خون نہیں بہاؤں گا اور نہ ہی کسی کے ناموس اور مال کو مباح قرار دوں گا جب تک خدا کے قوانین اور حدود اس کو جائز نہ کہیں اور شریعت کے فرائض اس کو مباح نہ کریں۔ اور اپنی تمام طاقت و ہمت کو مناسب اور شائستہ افراد کے انتخاب میں صرف کروں گا اور میں نے ان باتوں کے ذریعے اپنے نفس پر ایک مضبوط عہد کو باندھا ہے جس کے متعلق خدا مجھ سے سوال فرمائے گا کیونکہ وہ فرماتا ہے "اور عہد و پیمان کو پورا کیا کرو کیونکہ عہد کے بارے میں

۲ منتہی الآمال ج۲ ص ۵۲۵

ترجمہ علامہ اوردی ص ۲۴۳۔ ارشاد شیخ مفید" ج ۲

پوچھا جائیگا۔"

اور اگر میں احکام الٰہی میں کوئی چیز اضافہ کروں یا اس میں تغیر و تبدیلی پیدا کروں تو دوسروں کی سرزنش اور سزا کا مستحق ہوں گا اور میں خدا کے غضب سے اس کی پناہ مانگتا ہوں اور میں شوق و رغبت کے ساتھ اسی کی طرف رخ کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی طاعت اور فرمانبرداری کی توفیق عطا کرے، اور یہ کہ وہ میرے اور گناہوں کے درمیان حائل رہے اور مجھے اور مسلمانوں کو عافیت عطا کرے۔

لیکن (حالات) معاشرہ اور جفر (ایک علم جس کے ذریعے غیبی حالات کا پتہ لگایا جاتا ہے) دونوں اس کے برخلاف دلالت کرتے ہیں اور مجھے نہیں معلوم کہ وہ تیرے اور تیرے ساتھیوں کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ "حکم صرف خدا ہی کا ہوگا جو حق کو بیان کرتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔"

لیکن میں نے امیر المومنین کی اطاعت کرتے ہوئے اور اس کی رضایت کے پیش نظر (اس عہد کو) منظور کیا ہے اللہ مجھے اور اسے محفوظ رکھے اور میں اللہ کو اپنے اوپر گواہ ٹھہراتا ہوں "اور گواہی کے لئے خدا ہی کافی ہے۔"

میں نے اس خط کو امیر المومنین جس کو خدا طول عمر عطا کرے، اور فضل بن سہل، سہل بن فضل، یحییٰ بن اکثم، عبداللہ بن طاہر، ثمامہ بن اشرس، بشر بن المعتمر، اور حماد بن نعمان کے موجودگی میں ماہ رمضان مبارک ۲۰۱ھ کو اپنے ہاتھوں سے لکھا ہے۔

شیخ صدوقؒ (امام رضاؑ کے خادم) یاسر سے نقل کرتے ہیں کہ جب امامؑ ولیعہد بنے تو آپ نے دست مبارک کو اٹھا کر دعا کرتے ہوئے فرمایا

اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ اَنِّی مُکْرَهٌ وَ مُضْطَرٌّ فَلَا تُؤَاخِذْنِی کَمَا لَمْ تُؤَاخِذْ

عبدك و نبيك يوسف حين دفع الى ولاية مصر

اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں مجبور اور لاچار ہوں پس تو مجھ پر مواخذہ نہ فرمانا جیسے کہ تو نے اپنے بندے اور نبی یوسف پر مواخذہ نہ فرمایا جب انہوں نے مصر کی حکومت کو قبول کیا۔

طبری لکھتے ہیں کہ دو ماہ مبارک رمضان بروز منگل مامون نے لوگوں سے امام رضا کی ولیعہدی کی بیعت لی اور آنحضرت کو اپنا خلیفہ قرار دیا اور انہیں رضائے آل محمد کا لقب دیا اور اپنے بھائی قاسم موتمن (جسے ہارون نے تیسرا خلیفہ قرار دیا تھا) کو ولی عہدی کے منصب سے معزول کیا۔( )

شیخ مفید لکھتے ہیں مامون نے اس جلسے میں حضرت کے لئے اپنے خواص میں ایک مجلس ترتیب دی اور فضل بن سہل نے اس مجلس سے نکلتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ مامون نے علی بن موسیٰ رضا کو ولیعہد منتخب کیا ہے، اور انہیں رضا کا لقب دیا ہے اور یہ حکم بھی دیا ہے کہ سبز لباس پہنیں (اور سیاہ لباس کو اتار دیں جو بنی عباس کا مخصوص تھا)، اور آئندہ جمعرات کو سب لوگ آنحضرت کی بیعت کیلئے مامون کے دربار میں جمع ہوں۔(۲)

جب مقررہ دن آ پہنچا تو تمام فوجی افسران، قاضی اور دیگر افراد مامون کے دارالخلافہ میں جمع ہوئے اور حضرت امام رضاؑ کی بیعت کیلئے تیار ہو گئے۔

مامون نے دستور دیا کہ دو عدد گدے اور گاؤ تکیے اپنے بیٹھنے کی جگہ پر ایک

عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۷ نقل از مسند امام رضا ج ۱، علامہ عطاردی

دوسرے کے مقابل میں لگائے جائیں پھر امامؑ جبکہ آپؑ کے سر مبارک پر دبیز عمامہ اور ہاتھ میں تلوار تھی مجلس میں تشریف لائے اور مامون نے انہیں اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اس کے بعد اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا کہ سب سے پہلے حضرتؑ کی بیعت کرے۔

امامؑ نے اپنے دائیں دست مبارک کو یوں بلند فرمایا کہ اس کی پشت اپنی طرف اور ہتھیلی لوگوں کی طرف قرار دی۔ مامون نے کہا اپنے ہاتھ کو بیعت کیلئے باز کریں، حضرتؑ نے فرمایا رسول اکرم ﷺ لوگوں سے اسی طرح بیعت لیا کرتے تھے۔ پھر بھی لوگوں نے آنحضرتؑ سے اسی صورت میں بیعت کی کہ آپؑ کا دست مبارک دوسروں کے ہاتھوں سے بالاتر تھا۔(۱)

عباس بن مامون کے بعد فضل بن سہل اور اس کے بعد یحییٰ بن اکثم اور عبداللہ بن طاہر اور پھر دوسروں نے بھی اسی طریقے سے آنحضرتؑ کی بیعت کی۔(۲) پھر زر و جواہر کے اشرفیوں کو جو پہلے سے تیار تھے، مامون کے حکم پر تھیلیوں اور جیبوں میں تقسیم کر دیا گیا اور ہر ایک نے اپنی اپنی شان و مرتبت کے مطابق تحفے حاصل کئے۔

ان رسومات کے بعد مامون نے حضرت رضاؑ سے عرض کی کہ لوگوں کے لئے خطبہ دیا جائے اور ان سے گفتگو کی جائے۔ حضرتؑ نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا

---

۱۔ مقاتل الطالبیین۔ عیون اخبار الرضا جلد۲

۲۔ صدوقؒ نے ریان بن صلت، یاسر خادم اور دوسروں سے نقل کیا ہے کہ اس پورے اجتماع میں سے صرف تین افراد (عیسیٰ جلودی، علی بن ابی عمران اور ابو یونس) نے بیعت نہیں کی جس کے نتیجے میں تینوں مامون کے حکم پر قید کر دئیے گئے۔

إنّ لنا عليكم حقّاً برسول الله ولكم علينا حقٌّ به فإذا أنتم أدّيتم إلينا ذلك وجب علينا الحقّ لكم

اس اعتبار سے کہ ہم اہل بیت رسول ہیں یقیناً تم پر ہمارا ایک حق ہے اور اسی طرح ہم پر بھی آنحضرتؐ کے توسط سے تمہارا ایک حق ہے۔ پس جب تم ہمارا حق ادا کروگے ہم پر واجب ہو جائیگا کہ ہم (تمہارا) حق ادا کریں۔ ان کلمات کے علاوہ آپ نے اس مجلس میں مزید کچھ نہیں فرمایا۔(۱)

اس کے بعد مامون کا عباسی نامی خطیب کھڑا ہوا اور امام رضاؑ کی ولیعہدی کے سلسلے میں مامون کی تعریفیں کرنے لگا اور اپنے خطاب کے اختتام پر مامون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

فلا بُدّ للناس من شمسٍ ومن قمرٍ

فأنتَ شمسٌ وهذا ذلك القمر

لوگوں کو خواہ مخواہ ایک سورج کی ضرورت ہے پس تُو سورج ہے اور یہ (امامؑ) قمر ہیں۔ مامون نے حکم دیا کہ درہم و دینار پر حضرت امام رضاؑ کے اسم مبارک مہر کردی جائے کہ جن کے نمونے آج دنیا کے معروف عجائب گھروں میں پائے جاتے ہیں۔ پھر ایک خاص پروگرام کے تحت عراق، حجاز اور ایران کے تمام شہروں میں یہ اطلاع دی گئی کہ حضرتؑ کی ولیعہدی کی خبر منبروں سے عوام الناس تک پہنچادی جائے چنانچہ عبد الجبار بن سعید (والی مدینہ) نے منبر رسولؐ سے خطبہ دیتے ہوئے کہا

---

اتدرون من ولیُّ عهدِکم؟

کیا تم جانتے ہو کہ کون تمہارے ولی عہد ہیں؟ کہا ہم نہیں جانتے۔ کہا

هذا علیُّ بن موسی بن جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن

ابطالب.

پھر دعا کرتے ہوئے کہا

ستّۃ آباؤھم ما ھم

ھُمْ خیرُ من یشْربُ صوْب الغمام

ان کے چھ آباء ہیں اور وہ کون ہیں؟ وہ بہترین آب باران نوش جان کرنے والے ہیں (یعنی یہی بہترین لوگ ہیں)۔

مدائنی کہتا ہے کہ جب امام علی رضاؑ ولیعہد کی حیثیت سے تشریف فرما ہوئے جبکہ خطباء اور شعراء آپؑ کے مقابل میں کھڑے تھے اور مختلف قسم کے جھنڈے آپؑ کے سر مبارک کے اوپر پھہرا رہے تھے تو حضرتؑ نے اپنے کسی قریبی صحابی سے فرمایا اس جلسے میں زیادہ خوشی نہ منانا اور اپنے آپ کو ایسی چیزوں میں سرگرم نہ رکھ کیونکہ یہ کام انجام کو نہیں پہنچ پائے گا۔(۱)

اس شان و شوکت والی مجلس میں شعراء نے اپنی اپنی باری پر امام رضاؑ کی ولیعہدی کے مقام پر منصوب ہونے کے جلسے میں شعر کہے اور مختلف قصیدے بھی پڑھے جن میں سے ایک حسن بن ہانی معروف بہ ابونواس تھا جسے مامون نے کہا کہ علی

---

۱۔ اعلام الوریٰ۔ارشاد شیخ مفید

بن موسیٰ الرضاؑ کی مقام و منزلت کو جانتے ہوئے ان کی مدح سرائی میں کیوں تاخیر کی جبکہ تم زمانے کے (نامی) شاعر ہو؟

تو ابونواس نے کہا

قِيلَ لِي أَنْتَ أَوْحَدُ النَّاسِ طُرّاً　　فِي فُنُونٍ مِنَ الْكَلَامِ النَّبِيهِ

لَكَ مِنْ جَوْهَرِ الْكَلَامِ بَدِيعٌ　　يُثْمِرُ الدُّرَّ فِي يَدَيْ مُجْتَنِيهِ

فَعَلَامَ تَرَكْتَ مَدْحَ ابْنِ مُوسَى　　وَالْخِصَالَ الَّتِي تَجَمَّعْنَ فِيهِ؟

قُلْتُ لَا أَهْتَدِي لِمَدْحِ إِمَامٍ　　كَانَ جِبْرِيلُ خَادِماً لِأَبِيهِ (۱)

مجھ سے کہا گیا کہ تم فن سخنوری اور ذہانت میں سب سے یگانہ ہو تمہارے کلام کے جوہر میں بڑی خوبصورتی پائی جاتی ہے گویا وہ جوہر چننے والے کے ہاتھوں میں موتیوں کا پھل عطا کرتا ہے۔ پس کس بنا پر تم نے فرزند موسیٰؑ کی مدح سرائی اور ان میں پائی جانے والی خصوصیتوں کو بیان سے گریز کیا؟

میں نے کہا میں اس امام (عظیم) کی صفت کیوں کر بیان کرسکتا ہوں کہ جن کے پدر بزرگوار کا جبرئیلؑ خادم ہوا کرتے تھے۔

مامون نے جب اس کے یہ اشعار سنے تو اس کو داد دی اور دوسرے تمام شاعروں کے برابر اس کو بھی تحفہ دیا۔ اور یہی ابونواس اگلے دن حضرت امام رضاؑ سے ملا جبکہ آپؑ جو مامون کے پاس سے باہر تشریف لے جا رہے تھے اور ایک استر پر سوار تھے تو سلام کے بعد اس نے عرض کیا یا بن رسول اللہ میں نے چند بیت حضورؑ کی شان میں لکھے ہیں اور چاہتا ہوں کہ آپ ہی ان کو سماعت فرمائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا سناؤ۔

---

ابونواس کہا

مُطَهَّرُونَ نَقِيَّاتٌ ثِيَابُهُم
تَجْرِي الصَّلَوٰةُ عَلَيْهِم أَيْنَمَا ذُكِرُوا

مَنْ لَمْ يَكُنْ عَلَوِيًّا حِينَ تَنْسِبُهُ
فَمَا لَهُ مِنْ قَدِيمِ الدَّهْرِ مُفْتَخَرُ

فَاللّٰهُ لَمَّا بَرَأَ خَلْقًا فَأَتْقَنَهُ
صَفَاكُمْ وَاصْطَفَاكُمْ أَيُّهَا الْبَشَرُ

فَأَنْتُمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى وَعِنْدَكُمْ
عِلْمُ الْكِتَابِ وَمَا جَاءَتْ بِهِ السُّوَرُ

(آل محمد ؑ) خود پاک ومنزہ ہیں اور ان کے دامن بھی (ہر عیب سے) پاک ہے۔

جہاں کہیں جب ان کا تذکرہ ہوتا ہے تو ان پر درود وسلام بھیجے جاتے ہیں جو نسب کے حوالے سے مولا علی ؑ تک نہ پہنچتا ہو تو قدیم ایام سے ہی اس کے لئے کوئی فخر ومباہات نہیں ہے۔

اے بنی نوع انسان جب خدا نے مخلوق کو خلق فرمایا اور اسے محکم کیا تو آپ لوگوں کو ان سب میں سے منتخب فرمایا۔

پس آپ لوگ ہی مقام اعلیٰ کے مالک ہیں اور آپ لوگوں کے پاس ہی کتاب (خدا) کا علم ہے اور جو کچھ (اس کے) سوروں میں پائے جاتے ہیں ان کا علم بھی۔

امام رضا ؑ نے فرمایا تم نے ایسے اشعار کہے جو تم سے پہلے کسی نے نہیں کہے

تھے پھر آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کیا کچھ ہمارے پاس بچا ہوا ہے؟

غلام نے عرض کیا تین سو دینار میرے پاس ہیں فرمایا وہ دعبل کو عطا کیا جائے۔ پھر فرمایا شاید یہ کم ہو، آپ نے اپنی سواری سے اتر کے اسے شاعر کے حوالے کر دیا۔

جب گرد و نواح کے خطباء اور شعراء امام کی مرو میں آمد اور آپ کی ولایت عہدی کے بارے میں مطلع ہوئے تو وہ بھی دارالخلافہ کی طرف چل دیے تاکہ آپ کی شان میں مدح سرائی کریں جن میں دعبل خزاعی بھی شامل تھے۔ انہوں نے اہل بیت کی مدح اور ان حضرات کے غصب شدہ حقوق نیز ان کی مظلومیت کے بارے میں ایک طویل قصیدہ لکھا تھا جسے امام نے بہت پسند فرمایا۔

شیخ صدوق، عبد السلام ہروی سے روایت کرتے ہیں کہ جب دعبل مرو میں حضرت ابی الحسن علی بن موسی الرضا کی خدمت میں پہنچے تو آپ سے عرض کیا یا ابن رسول اللہ! میں نے حضور کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے اور اپنے تئیں یہ قسم کھا رکھی ہے کہ آپ سے پہلے کسی اور کو نہیں سناؤں گا۔ امام نے فرمایا پڑھو، سناؤ، دعبل نے پڑھنا شروع کیا

۱ تجاوبن بالارنان والزفرات
نوائح عجم اللفظ والنطقات

۲ یخبرن بالانفاس عن سر انفس
اساری هوی ماض وآخر آت

٣. ألم تر لــــلإسلام ماجرّ جَوْرها
على النّاس من نقص وعوز شتات

٤. همُ نقصوا عهدَ الكتاب وفرضهُ
ومحكمهُ بالزّور والشبهات

٥. تراثٌ بلا قربى ومُلْكٌ بلا هُدى
وحُكْمٌ بلا شورى بغير هدات

٦. ورزيّات حضرة الأفق حمرة
ورد اجاجٌ طعمُهُمْ كل فرات

٧. ولو قلّدوا الموصى إليه أمورها
لزمّت بمأمونٍ على العثرات

٨. أخي خاتم الرّسل المصفّى من القذى
ومفترس الأبطال في الغمرات

٩. فإنْ جحدوا كان الغدير شهيدهُ
وبدر وأحد شامخ الهضبات

١٠. وآيٌ من القرآن تتلى بفضله
وإيثاره بالقوت في اللزبات

١١. نجيُّ لجبريل الأمين، وأنتم
عكوف على العزّى معاً ومنات

١٢. بكيتُ لرسمِ الدارِ من عرفاتِ
وأذريتُ دمعَ العينِ بالعبراتِ

١٣. مدارسُ آياتٍ خلت من تلاوةٍ
ومنزلُ وحيٍ مقفرُ العرصاتِ

١٤. لآلِ رسولِ اللهِ بالخيفِ من منى
وبالبيتِ والتعريفِ والجمراتِ

١٥. ديارٌ لعبدِ اللهِ بالخيفِ من منى
وللسيّدِ الداعي إلى الصلواتِ

١٦. ديارُ عليٍّ والحسينِ وجعفرٍ
وحمزةَ والسجادِ ذي الثفناتِ

١٧. وسبطي رسولِ اللهِ وابني وصيّهِ
ووارثِ علمِ اللهِ والحسناتِ

١٨. منازلُ وحيِ اللهِ ينزلُ بينها
على أحمدَ المذكورِ في السوراتِ

١٩. منازلُ قومٍ يهتدى بهداهمُ
وتؤمنُ منهم زلّةُ العثراتِ

٢٠. منازلُ جبريلَ الأمينِ يحلُّها
من اللهِ بالتسليمِ والبركاتِ

٢١ تبارك وحي الله معدن علمه
سبيل رشاد واضح الطرقات

٢٢ منازل كانت للصلوة وللتقى
وللصوم والتطهير والحسنات

٢٣ منازل لا تيم يحلّ بربعها
ولا ابن صهاك هاتك الحرمات

٢٤ وأين الأولى شطّت بهم غربة النوى
أفانين في الأطراف مفترقات

٢٥ هم أهل ميراث النبي إذا اعتزوا
هم خير سادات وخير حماة

٢٦ إذا لم نناج الله في صلواتنا
بأسمائهم لم يقبل الصلوات

٢٧ . سقى الله قبراً بالمدينة غيثه
فقد حلّ فيه الأمن والبركات

٢٨ نبيُّ الهدى صلّى عليه مليكه
وبلّغ عنّا روحه التحفات

٢٩ . وصلّى عليه الله ما ذرّ شارق
ولاحت نجوم الليل مبتدرات

۳۰۔ أَفَاطِمُ لَوْ خِلْتِ الْحُسَيْنَ مُجَدَّلاً
وَقَدْ مَاتَ عَطْشَاناً بِشَطِّ فُرَاتِ

۳۱۔ إِذاً لَلَطَمْتِ الْخَدَّ فَاطِمُ عِنْدَهُ
وَأَجْرَيْتِ دَمْعَ الْعَيْنِ فِي الْوَجَنَاتِ

۳۲۔ أَفَاطِمُ قُومِي يَا ابْنَةَ الْخَيْرِ وَانْدُبِي
نُجُومَ سَمٰوَاتٍ بِأَرْضِ فَلَاةِ

۳۳۔ قُبُورٌ بِكُوفَانٍ وَأُخْرَى بِطَيْبَةٍ
وَأُخْرَى بِفَخٍّ نَالَهَا صَلَوَاتِي

۳۴۔ وَأُخْرَى بِأَرْضِ الْجَوْزَجَانِ مَحَلُّهَا
وَقَبْرٌ بِبَاخَمْرَى لَدَى الْغُرُبَاتِ

۳۵۔ وَقَبْرٌ بِبَغْدَادٍ لِنَفْسٍ زَكِيَّةٍ
تَضَمَّنَهَا الرَّحْمٰنُ فِي الْغُرُفَاتِ

۳۶۔ وَقَبْرٌ بِطُوسٍ يَا لَهَا مِنْ مُصِيبَةٍ
أَلَحَّتْ عَلَى الْأَحْشَاءِ بِالزَّفَرَاتِ (۱)

---

۱۔ دعبل، امامؑ اور دیگر اولادِ پیغمبرؐ کی مظلومیت، شہادت اور ان کی قبروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جب اس شعر پر پہنچے تو امامؑ نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں بھی دو شعر یہاں اضافہ کروں تاکہ تمہارا قصیدہ کامل ہو جائے؟ عرض کیا: جی ہاں یابن رسول اللہ! ارشاد فرمائیے۔ امامؑ نے یہ شعر اور اس کے بعد والے دو شعر ارشاد فرمائے۔ دعبل نے عرض کیا: یابن رسول اللہ وہ قبر جو طوس میں ہوگی کس کی ہے؟ فرمایا: میری قبر ہوگی اور جلد ہی طوس شیعوں اور زائروں کی آمد و رفت کا مرکز ہوگا اور جو شخص میری زیارت کرے گا قیامت میں وہ میرا ہم رتبہ ہوگا اور اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

٣٧. إلى الحشر حتى يبعث الله قائماً
يفرّج عنّا الغمّ والكربات

٣٨. علي بن موسى أصلح الله أمره
وصلّى عليه أفضل الصلوات

٣٩. فإنْ فخروا يوماً أتوا بمحمّدٍ
وجبريل والفرقان والسّورات

٤٠. وعدّوا عليّاً ذا المناقب والعلى
وفاطمة الزّهراء خير بنات

٤١. ملامك في آل النبيّ فإنّهم
أحبّاي ما داموا وأهل ثقات

٤٢. تخيّرتهم رشداً لنفسي لأنّهم
في كلّ حالٍ خيرة الخيرات

٤٣. نبذت إليهم بالمودّة صادقاً
وسلّمت نفسي طائعاً لولات

٤٤. فيا ربّ زدني في هواي بصيرةً
وزد حبّهم يا ربّ في حسناتي

٤٥. سأبكيهم ما حجّ لله راكبٌ
وما ناح قمريٌّ على الشجرات

٤٦. فيا عينُ بكّيهم وجُودي بعبرةٍ
فقد آن للتسكاب والهملاتِ

٤٧. ألمْ ترَ أنّي مذ ثلاثون حجّةً
أروحُ وأغدو دائمَ الحسراتِ

٤٨. أرى فيئهمْ في غيرِهمْ متقسّماً
وأيديهمُ من فيئهمْ صفراتِ

٤٩. سأبكيهمُ ما ذرَّ في الأُفقِ شارقٌ
ونادى منادي الخيرِ بالصلواتِ

٥٠. وما طلعتْ شمسٌ وحانَ غروبُها
وبالليلِ أبكيهمْ وبالغدواتِ

٥١. ديارُ رسولِ اللهِ أصبحنَ بلقعاً
وآلُ زيادٍ تسكنُ الحجراتِ

٥٢. وآلُ زيادٍ في الحريرِ مصونةٌ
وآلُ رسولِ اللهِ منهتكاتِ

٥٣. فلولا الذي أرجوه في اليومِ أو غدٍ
تقطّعَ نفسي إثرَهمْ حسراتِ

٥٤. خروجُ إمامٍ لا محالةَ خارجٌ
يقومُ على اسمِ اللهِ والبركاتِ

۵۵۔ يُمَيِّزُ فينا كُلَّ حقٍّ وباطلٍ
وَيجزِي على النَّعماءِ والنَّقِمات

۵۶۔ فيا نفْسُ طيبي ثمّ يا نفْسُ فابْشِري
فغيرُ بَعيدٍ كُلُّ ما هُو آتِ

۵۷۔ ولا تجزعي من مُدّةِ الجورِ إنّني
أرى قُوّتي قد آذنتْ بثباتِ

۵۸۔ فإنّي من الرَّحمنِ أرجو بحُبِّهم
حيوةً لدى الْفِرْدوسِ غيرُ بتاتِ

۵۹۔ فيا وارثي علمِ النَّبيِّ وآله
عليكُمْ سلامٌ دائمُ النَّفحاتِ

۶۰۔ لقد آمنتْ نفْسي بكُمْ في حياتها
وإنّي لأرْجُو الأمْنَ عِنْدَ مَماتي

ترجمہ

۱۔ انھوں نے نہایت دردناک نالہ وفریاد اور دل کباب کرنے والی آہوں کے ساتھ
ایک دوسرے کو جواب دیا، ان کے الفاظ اور باتیں نامفہوم تھیں۔
۲۔ وہ اپنے تئیں گزشتہ اور آنے والے عاشقوں کے سینوں کے راز بتا رہے تھے۔
۳۔ کیا تم نے وہ دن نہیں دیکھے جب لوگوں پر عہد شکنی اور طویل تفرقہ بازیوں کے سبب
ظلم وستم ڈھائے جا رہے تھے؟

۴۔ انہوں (اہل سقیفہ) نے (خود ساختہ) شہادت اور جھوٹ کے ذریعے کتاب خدا کے عہد و پیمان، اس کی محکم آیات اور وجاہت سے مخالفت کی۔

۵۔ وراثت (پائی) بغیر کسی قرابت داری کے۔ ان کی خلافت بے بنیاد کسی رہنما کے، اور ان کے حکم اور فیصلے ایک طرز اور ہادی دین سے عاری ہیں۔

۶۔ (یہ بڑے عظیم) مصائب تھے جنہوں نے سبز افق کو خونی کر دیا اور ہر خوشگوار پانی کو تلخ و شور بنا دیا۔

۷۔ اگر لوگ خلافت کے امور کو اس شخص کے حوالے کر دیتے جس کے بارے میں (رسول خدا ﷺ) نے وصیت کی تھی تو (امت کی ذمہ داری) اس شخص کے ہاتھوں میں ہوتی جو ہر قسم کی غلطیوں اور لغزشوں سے محفوظ ہیں۔

۸۔ (وہ شخص) خاتم الانبیاء کے برادر تھے، اور ہر قسم کی آلودگی سے پاک و منزہ تھے، وہ جنگوں میں پہلوانوں کو (شیر کی طرح) چیر پھاڑ کر رکھنے والے تھے۔

۹۔ اگر لوگ اس کے خلاف ہیں تو واقعۂ غدیر اس کا گواہ ہے اور جنگ بدر اور احد بھی جو بلند و بالا پہاڑوں کی طرح (ان کی شہادت کے لئے ڈٹے ہوئے ہیں)۔

۱۰۔ قرآن میں، ان کی فضیلت، اور باوجود قطعی وحی کی گئی ان کی ایثار و فداکاریوں کے بارے میں آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔

۱۱۔ وہ (علی ؑ) تو جبرئیل کے ہمراز تھے جبکہ تم (غاصبین خلافت) عزی و منات نامی بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

۱۲۔ میں نے (اہل) بیت کے ساتھ روا کی گئی ستم پر عرفات میں گریہ کیا اور دردناک آنکھوں سے آنسو برسائے۔

۱۳۔ وہ مکانات خالی اور ویران پڑ گئے جہاں آیات (الٰہی) کی تلاوت ہوا کرتی تھی، وہ گھر صحرا بن گیا جہاں وحی نازل ہوتی تھی۔

۱۴۔ خیف، منیٰ، کعبہ، عرفات، جمرات (سبھی) آل رسولؐ کے لیے ہیں

۱۵۔ وہ مکان جو خیف اور منیٰ میں تھے، عبد اللہ (بن عبد المطلب) اور اس سردار (رسول خدا) کے لئے تھے جو لوگوں کو نماز کی طرف دعوت دیا کرتے تھے۔

۱۶۔ وہ گھر علی، حسین، جعفر، حمزہؓ اور (اس سید) سجاد کے تھے جن کی (پیشانی پر) سجدوں کے نشان پڑ گئے تھے۔

۱۷۔ وہ رسول خداؐ کے دو نواسوں اور ان کے وصی کے دو بیٹوں کے تھے جو علم خدا اور دیگر خوبیوں کے مالک تھے۔

۱۸۔ وہ ایسے گھر تھے جن کے درمیان رسول اکرم ﷺ، جن کا نام بہت سی سورتوں میں مذکور ہے، پر اللہ کی وحی نازل ہوتی تھی۔

۱۹۔ وہ ایک ایسی قوم کے گھر تھے جن کی رہنمائی سے لوگ ہدایت پاتے تھے اور وہ اللہ کی طرف سے ہر غلطی اور لغزش سے محفوظ تھے۔

۲۰۔ وہ ایسے گھر تھے جہاں جبریل امین خدا کی طرف سے سلام اور برکتیں لے کر نازل ہو جاتے تھے۔

۲۱۔ وہ گھر وحی الٰہی کا مقام، اس کے علم کا معدن اور رشد و ہدایت کا ذریعہ تھے، جن کے راستے واضح و آشکار تھے۔

۲۲۔ وہ گھر درود و صلوات، پرہیزگاری، روزہ و پاکیزگی اور خوبیوں کی منزل تھے۔

۲۳۔ وہ ایسے گھر ہیں جہاں نہ قبیلہ تیم سے (ابوبکر) پہنچ سکا اور نہ صہاک کا بیٹا جس

ے حرمت اہل بیت کو پامال کیا۔

۲۴۔ کہاں ہیں وہ جن کی غربت (ترکی) بدوست بطرف ہوئی اور اطراف عالم میں متفرق ہوئے؟

۲۵۔ جب وہ اپنی نسبت پیغمبر خدا سے دیں تو (سمجھ لینا) کہ وہ میراث نبی ہیں وہ بہترین اور نجیب سادات ہیں اور بہترین حامی۔

۲۶۔ اگر ہم اپنی نماز میں ان کے نام سے کر خدا سے مناجات نہ کریں گے تو ہماری نمازیں مقبول نہیں ہوں گی۔

۲۷۔ خدا اس قبر پر (رحمت کی) بارش برسائے جو مدینہ میں ہے جس میں پیکر رسول ﷺ آرام فرما رہے اور جو امن اور خیر و برکات (کا ذریعہ) ہے۔

۲۸۔ وہ نبی اکرم جن پر خدا اپنا درود و سلام بھیجتا ہے اور ہماری طرف سے بھی آپ کی روح پر درود و سلام کے تحفے ہوں۔

۲۹۔ خدا ان پر سلام بھیجتا رہے جب تک سورج چمکتا رہے اور رات کے ستارے جگمگاتے رہیں۔

(دعبل اس شعر سے اہل بیت کے مصائب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت زہرا سے مخاطب ہوتے ہیں)

۳۰۔ اے فاطمہ اگر حسین کو تصور میں لائیں جو فرات کے کنارے تشنہ لب مارے گئے اور خاک (وخون) میں پڑے ہوئے ہیں۔

۳۱۔ تو اے بی بی آپ اپنے منہ پر طمانچے ماریں گی اور آنسو آپ کے رخساروں سے جاری ہوں گے۔

۳۲۔ اے فاطمہ! اے خیر البشر کی دختر! کھڑی ہوں اور نوحہ و بکا کریں کہ آسمان (امامت) کے ستارے میدان کربلا میں بکھرے پڑے ہیں۔

۳۳۔ (یہ کس طرح نبیؐ کا چمن اجڑ گیا ہے کہ) کچھ قبریں کوفے اور کربلا میں اور کچھ مدینہ میں اور کچھ قبریں فخ (کی قبرستان) میں ہیں کہ ان پر میرا سلام ہو۔

۳۴۔ اور کچھ قبر (یحییٰ بن زید کی) جوزجان اور باخمری (نامی) مقام پر غربت کی حالت میں ہیں۔

۳۵۔ اور ایک قبر بغداد میں (امام موسیٰ کاظمؑ کی) ہے جو ایک پاک و مطہرہ ہستی کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے اور خداوند رحمان نے (اس مقام کو جنت کے) حجروں میں قرار دیا ہے۔

۳۶۔ اور ایک قبر طوس میں ہے اور کیا ہی اس کی مصیبتیں ہیں کہ حشر تک دردناک گریہ و نالوں سے اندر ہی اندر (دسوز) آہوں کی (آگ) برستی رہے گی۔

۳۷۔ یہاں تک کہ خدا اپنے قائم (امام زمانہؑ) کو ظہور کا حکم فرمائے گا اور ہم سے ہر قسم کا غم و اندوہ اور سختیاں دور ہو جائیں گی۔

۳۸۔ (وہ) علی بن موسیٰ الرضا ہیں خدا ان کے کاموں کی اصلاح فرمائے اور ان پر بہترین درود و سلام بھیجے۔

۳۹۔ اگر کبھی وہ (یعنی اہل بیت) فخر کریں اور خود کو حضرت محمد ﷺ، جبرئیل، قرآن اور (اس کی) سورتوں سے نسبت دیں۔

۴۰۔ تو تم علی (بن موسیٰ الرضا) کو بھی ایسا ہی جانو جو صاحب مناقب، اعلیٰ مقام کے مالک ہیں، اور فاطمہ زہرا کو بھی جو (ساری کائنات کی) بہترین بیٹی ہیں۔

۴۱۔ (محبت) اہل بیت کے بارے میں اپنی ملامت و اعتراض کو (مجھ سے دور رکھو)
کیونکہ وہ ہمیشہ سے میرے محبوب و مرز استاد ہیں۔
۴۲۔ میں نے ان کو اپنی صلاح و ہدایت کے لئے انتخاب کیا ہے کیوں کہ وہ لوگ ہر
حال میں بہترین، منتخب اور پسندیدہ ہیں۔
۴۳۔ میں نے اپنی دوستی ومحبت کو خلوص اور سچے دل سے انہیں کی طرف روانہ کیا ہے
اور اپنی جان کو کمال شوق اور میل سے اپنے اماموں کے حوالے کیا ہے۔
۴۴۔ پس اے پروردگار ان کے ساتھ دوستی میں مجھے بصیرت عطا کر اور میری نیکیوں
(کے صلے میں) ان کی محبت میں اضافہ فرما۔
۴۵۔ جب تک سواری حج پر جاتا رہے اور جب تک جبل درختوں پر نغمہ سرائی کرتا
رہے، میں ان کی مصیبت پر) روتا رہوں گا۔
۴۶۔ اے آنکھ ان پر رو! اور تو اشکوں کے موتی نثار کر! کہ اب رونے اور
آنسو برسانے کا وقت آیا ہے۔
۴۷۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں تیس سالوں سے لگاتار صبح و شام ان کے غم و حسرت
میں رو رہا ہوں۔
۴۸۔ میں دیکھتا ہوں کہ ان کے حقوق (خمس و مال امام وغیرہ) غیروں میں تقسیم ہو
رہے ہیں اور وہ اپنے حقوق سے محروم ہیں۔ (یہ شعر سن کر امام بہت روئے اور فرمایا
اے خزاعی تم نے سچ کہا ہے۔)
۵۹۔ میں ان پر گریہ کرتا رہوں گا جب تک سورج افق سے چمکتا رہے اور نیک بندے
نماز کے لئے بلاتے رہے (یعنی جب تک اذان ہوتی رہے)۔

۵۰۔ اور جب تک سورج طلوع اور غروب کرتا ہے اور دن رات میں ان پر روتا رہوں گا۔

۵۱۔ (کیونکہ) آپ رسولؐ کے گھر خالی اور ویران ہوتے اور زیاد کی اولاد ان (بابرکت) گھروں میں بسنے لگے۔

۵۲۔ آل زیاد (ریشم کے لباس) میں محفوظ تھے جبکہ آل رسولؐ کی ہتک حرمت ہو رہی تھی۔

۵۳۔ پس اگر وہ چیز نہ ہوتی جس کی مجھے آج یا کل امید ہے تو ان کے پیچھے میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔

۵۴۔ (میری وہ امید) ایک ایسے امام کا ظہور ہے جو یقیناً ظہور کریں گے اور خدا کے نام پر وہ بابرکت قیام کریں گے۔

۵۵۔ وہ ہمارے درمیان حق و باطل کو جدا کریں گے اور (لوگوں کو) نعمتوں اور عقوبتوں کے ذریعے جزا یا سزا دیں گے۔

۵۶۔ پس اے دل تجھ کو خوشخبری ہو کہ جو آنے والے ہیں وہ زیادہ دور نہیں ہے۔

۵۷۔ اور ظلم و جور کے طاری ہونے کی وجہ سے بے تابی اور اضطراب نہ کر کیونکہ میں اپنی طاقت کو دیکھتا ہوں کہ وہ صبر و استقلال کی تلقین کر رہی ہے۔

۵۸۔ کیونکہ میں ان (اہل بیتؑ) کی محبت کی بدولت خدائے رحمن سے امیدوار ہوں کہ وہ مجھے بہشت کی زندگی عطا کرے گا۔

۵۹۔ پس اے وارثان علم نبیؐ و وارث کے فرزندو! آپ لوگوں پر دائمی درود و سلام ہو۔

۶۰۔ بے شک میں نے اپنی زندگی میں آپ کے سبب سے امن پایا ہے اور مجھے موت

کے بعد بھی (آپ سے دوستی کی بدولت) چین اور امن کا یقین ہے۔

مرحوم طبری، شیخ صدوق اور شیخ مفید تینوں نے ایک ہی طرح سے نقل کیا ہے کہ جب دعبل خزاعی نے یہ قصیدہ سنایا تو امام رضا اٹھ کر اپنے دولت سرا میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر گزرنے کے بعد آپ کا خادم نکل آیا اور سو دینار، اور ایک روایت کے مطابق چھ سو دینار لا کر دعبل خزاعی کے حوالے کئے اور کہا امام نے فرمایا ہے کہ اس رقم کو راستے میں خرچ کرو۔

دعبل نے کہا خدا کی قسم میں نے اپنے قصیدے کو دینار کے غرض سے نہیں لکھا تھا لہٰذا ان کو دوبارہ لے جاؤ اور امام کی خدمت میں عرض کرو کہ اپنے بابرکت لباس میں سے ایک مجھے عنایت کریں تا کہ وہ تبرک کے طور پر میرے پاس رہے۔

امام رضا نے ان دیناروں کو دوبارہ ایک اعلیٰ جبہ کے ساتھ اس کے لئے بھیج دیا اور فرمایا دعبل سے کہو کہ رقم کو لے لو کہ جلد ہی تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی۔

دعبل مرو سے اپنے وطن عراق کی طرف روانہ ہوئے اور راستے میں اس کے کاروان پر ڈاکہ پڑا۔ ڈاکوؤں نے سب کے ہاتھوں کو باندھ کر ان کے اموال لوٹنے میں مشغول ہوئے اور بعد میں اپنے درمیان تقسیم کرنے لگے۔ اس دوران ایک ڈاکو نے دعبل خزاعی کے اس شعر کو بطور مثال پڑھا جو مذکورہ قصیدہ میں آ چکا ہے۔

أَرَى فَيْئَهُمْ فِي غَيْرِهِمْ مُتَقَسِّماً

وَ أَيْدِيهِمْ مِنْ فَيْئِهِمْ صَفِرَاتُ

ترجمہ میں دیکھتا ہوں کہ ان کے سوا غیروں میں تقسیم ہو رہے ہیں اور ان کے ہاتھ اپنے مال سے خالی ہیں۔

دعبل نے پوچھا یہ کس کا شعر ہے؟ ڈاکو نے کہا شاعر اہل بیت دعبل خزاعی کا۔

دعبل نے کہا میں وہی دعبل ہوں جس نے یہ شعر کہا ہے۔

ڈاکوؤں نے دعبل کے ہاتھ کھول دیے اور اس کی خاطر سارے کاروان والوں کو آزاد کردیا اور سب کو اپنے اپنے اموال واپس دے دیے۔

جب ڈاکوؤں سے چھٹکارا ملا تو دعبل نے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تک کہ وہ قم پہنچے اور اہل قم کو اپنا قصیدہ سنایا۔ جس کے سبب اس کا بڑا احترام و عزت کی گئی۔

اہل قم نے ان سے تقاضا کیا کہ امام کے عطا کردہ اس جبّے کو ہزار دینار میں انہیں بیچ دیں لیکن دعبل نے اس سے انکار کیا۔

جب وہ قم سے نکل گئے تو جوانوں کا ایک گروہ آکر زبردستی ان سے وہ جبہ چھین لے گیا۔ دعبل دوبارہ قم لوٹ آئے اور ان سے جبّے کو طلب کیا تو انہوں نے کہا اب جبہ ملنے کا نہیں ہے بہتر ہے کہ ہزار دینار لے جاؤ۔ دعبل نے کہا تو پھر کم از کم اس کا ایک ٹکڑا مجھے دیدو۔ وہ لوگ دعبل کی اس پیشکش سے خوش ہوئے اور جبّے کے ایک ٹکڑے کو جدا کر کے ان کے حوالے کیا اور اس پر ہزار دینار بھی دے دیے۔

دعبل قم سے چل پڑا اور جب اپنے وطن میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس کی غیر موجودگی میں، اس کے گھر کے سارے اثاثے لوٹ لئے گئے ہیں اور کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے۔ اس لئے امام رضاؑ کے عطا کردہ ہر دینار کو تبرک کے طور پر ہزار دینار کی قیمت میں فروخت کیا۔ یوں وہ دس ہزار دینار کا مالک بن گئے۔ انہیں امامؑ کا وہ فرمان یاد آیا کہ فرمایا تھا کہ اس رقم کو لے جاؤ کہ جلد ہی تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی۔ (۱)

---

۱۔ ترجمہ اعلام الوریٰ ص ۳۳۱۔ ۳۳۲

دیگر شعراء نے بھی امام رضاؑ کی ولیعہدی کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے لیکن کتاب کے اختصار کے پیش نظر ہم ان کو نقل کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

امام رضاؑ کی ولیعہدی کے عزّ زمیں گردونواح اور دیگر شہروں میں جشن منانے اور آپؑ کو باقاعدہ سرکاری طور پر ولی عہد اعلان کرنے کے بعد مامون اس بات کے درپے ہوا کہ ان اقدامات کا نتیجہ اور لوگوں میں اس کے ردعمل کو پرکھا جائے اور اس بات کا بھی اندازہ لگایا جائے کہ لوگوں کی نگاہوں میں امامؑ کے لئے کس قدر عزت و احترام پایا جاتا ہے۔

ابھی ولیعہدی کو تین مہینے بھی نہیں ہوئے تھے کہ عید قربان آپہنچی اور مامون نے آنحضرتؑ کو نماز عید پڑھانے کی تاکید کی۔

شیخ صدوق، کلینی، شیخ مفید اور طبریؒ نے امامؑ کے خادم یاسر اور ریان بن صلت سے روایت کی ہے جب عید قربان نزدیک ہوئی تو مامون نے کسی کو حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کی خدمت میں بھیجا اور آپؑ سے تقاضا کیا کہ سواری پر مصلیٰ تشریف لے جا کر نماز عید کی امامت فرمائیں اور خطبہ دیں تاکہ لوگوں کے دلوں کو سکون و آرام ملے نیز لوگ آپؑ کے مقام و منزلت سے آگاہ ہو جائیں۔

امامؑ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ جو شروط ولیعہدی کے منصب کی قبولی کے سلسلے میں میرے اور تیرے درمیان پائی جاتی ہیں ان سے تم بخوبی آگاہ ہو کہ ان شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ کسی امور کام میں دخالت نہ کروں۔

مامون نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں چاہتا ہوں سپاہیوں اور دیگر افراد کے دلوں میں یہ کام راسخ ہو جائے یوں وہ اطمینان قلبی حاصل کر کے آپؑ کے مقام و منزلت کا اقرار

کریں۔

جب بار بار مامون کے قاصد آتے رہے اور اصرار بڑھتا گیا تو امام نے فرمایا

اے امیر المومنین! اگر مجھے اس کام سے معذور جانو تو اچھا ہے اور اگر ایسا نہیں کرو گے

تو میں اسی انداز میں نماز عید پڑھانے جاؤں گا جس طرح رسول خدا ﷺ اور امیر

المومنین علی بن ابی طالب ؑ جایا کرتے تھے۔

مامون نے کہا جس طرح آپ چاہتے ہیں اقدام کریں۔ اس کے بعد سرکاری

عہدیداروں، ملازموں اور دوسرے لوگوں کو حکم دیا گیا کہ اگلی صبح حضرت امام رضا ؑ کی

قیام گاہ کے پاس جمع ہو جائیں۔

جب عید کی صبح ہوئی تو تمام گلی کوچے اور دیگر راستے مردوں، عورتوں اور بچوں سے بھرے

ہوئے حضرت رضا ؑ کے پرنور دیدار کے منتظر تھے سپاہی اور افسران بھی آپ کی قیامگاہ

کے نزدیک اکٹھے ہو کر آپ کے باہر نکلنے کے انتظار میں تھے۔ یاسر کہتے ہیں جب سورج

طلوع ہوا تو امام کھڑے ہوئے اور ایک سفید سوتی عمامہ سر پر باندھا اور اس کا ایک سرا اپنے

سینے پر رکھا اور دوسرے کو اپنے شانوں پر قرار دیا۔ پھر اپنے آپ کو معطر کیا، دامن کو کمر

سے باندھ کر تمام پیروکاروں اور خدمتگاروں سے بھی اسی طرح کرنے کے لئے فرمایا۔

پھر ایک عصا دست مبارک میں لیا اور اپنے پیراہن کو پنڈلیوں تک اوپر سنبھالا اور

دوسروں نے بھی اپنے اپنے دامن کو کمر سے باندھ لیا اور برہنہ پا چل دئے اور ہم بھی ان

کے آگے آگے چل رہے تھے۔

اس دوران آپ نے سر کو آسمان کی طرف اٹھایا اور چار مرتبہ تکبیر پڑھی اور خدمتگاروں

نے بھی تکبیر پڑھی جبکہ سرکاری افسران اور فوجی عہدیداران اپنے مخصوص وردیوں میں دروازے کے پاس امام کے باہر نکلنے کے منتظر تھے۔ جب آپؑ اس انداز میں (کمر بستہ اور سر پر عمامہ رکھے ہوئے) گھر سے نکلے تو سپاہی اور فوجی افسران بھی اپنی اپنی سواریوں سے اتر گئے اور جلدی اپنے چاقو اور دوسرے آلات سے جوتوں کے تسموں کو توڑ کر برہنہ پا ہوئے۔

امام نے دوبارہ فرمایا اللہُ اکبر، اللہُ اکبر، (اللهُ اكبرُ علی ما هدانا، اللهُ اكبر علی ما رزقنا من بهيمة الانعام، والحمدُ لله علی ما ابلانا

لوگوں نے بھی امام کی پیروی کرتے ہوئے تکبیر پڑھی اور احساس کیا کہ در و دیوار اور زمین و آسمان بھی آپ کی ہمراہی کر رہے ہیں۔ امام ہر دس قدم کے بعد ٹھہر جاتے اور یوں صدائے تکبیر بلند کرتے کہ لوگ خیال کرتے تھے کہ آسمان و زمین اور فضا بھی آپ کی ہمراہی کرتے ہوئے گونج رہے ہیں۔

شہر مرو آہ و نالہ اور فریاد سے لرز اٹھا اور چھوٹے بڑے سبھی آپ کی پاکیزگی، تقویٰ اور فضیلت کے شیفتہ ہوئے اور ان کے دل آپؑ کے نورانی کلام سے مسخر ہوگئے۔ یہ خبر مامون تک پہنچی۔ فضل بن سہل نے کہا اے امیر المومنین اگر علی بن موسیٰ الرضا اسی انداز میں عیدگاہ تک پہنچیں گے تو سبھی لوگ ان پر فریفتہ ہو جائیں گے جس کے نتیجے میں ہماری جان خطرے میں پڑ جائیں گی لہذا بہتر یہی ہے کہ ان کو واپس بلا لیں۔

مامون نے فوراً امام کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ ہم نے آپ کو بہت زحمت دی اب حضور کو مزید تکلیف اور زحمت میں ڈالنا نہیں چاہتے لہذا آپ اپنی قیامگاہ کی طرف لوٹ

میں اور تمہارا وہی شخص پڑھائے گا جو ہمیشہ سے پڑھا رہا ہے۔

امام نے اپنے جوتوں کو طلب فرما کر انہیں پہن لیا اور اپنی سواری پر سوار ہو کر مشرق کی طرف روانہ ہوئے اور اس دن لوگوں کی نماز میں کوئی کیفیت نہ رہی۔(۱)

---

۱۔ عیون اخبار الرضاؑ ج ۲ ص ۳۹

# مرو میں امام ؑ کے مناظرات

خلفائے بنی عباس میں سے کوئی مامون کی طرح دانشمند اور علم دوست نہ تھا یہی وجہ تھی کہ اس کے دور میں ہی یونانی فلسفہ عربی زبان میں منتقل ہوا۔ مامون کا چالیس علماء کے ساتھ حضرت امیر المومنین ؑ کی بلا فصل خلافت کو ثابت کرنے کے سلسلے میں کئے گئے مناظرے مشہور ہیں۔ جس میں اس نے تنہا ان تمام علماء کو مغلوب کر کے ان کے دلائل کو رد کر دیا اور انہیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا تھا۔

امام رضا ؑ کے مرو میں وارد ہونے اور آپ کے ولیعہدی کے عہدے پر منصوب ہونے کے بعد مامون نے ذاتی طور پر آپؑ سے کچھ سوالات کئے اور آپؑ سے علمی استفادہ کیا۔ چونکہ اس دور میں بہت سے فرق و مذاہب پائے جاتے تھے اور بسا اوقات مذکورہ مذاہب کے علماء کی طرف سے خلافت کے بارے میں سوالات کئے جاتے تھے اور ان کے کما حقہ جواب نہیں دئے جا سکتے تھے جس کے سبب سے اکثر اوقات مامون اور اس کے اطرافی ذلت و رسوائی سے دوچار ہو جاتے تھے لہذا مامون نے اس موقع کو غنیمت جانتے

ہوئے دستور دیا کہ گرد و نواح سے مختلف مکاتب فکر کے دانشمندوں کو مرو میں بلایا جائے تاکہ وہ مامون کے سامنے امام رضاؑ کے ساتھ مناظرہ کریں۔

مامون کا مقصد یہ تھا کہ مناظروں میں پیش کئے جانے والے امامؑ کی فرمائشات سے علمی استفادہ کے ساتھ ساتھ دوسرے مکاتب کے علماء کی طرف کئے جانے والے اعتراضات کے جواب بھی امامؑ کے توسط سے دئے جائیں جو کہ مامون کے بس سے باہر تھا۔ نیز جب وہ لوگ فن مناظرہ میں امامؑ پر غالب آئیں گے تو آپؑ کا علمی مقام گھٹ جائے اور لوگوں کی آپؑ کی نسبت پائی جانے والی عقیدت و محبت میں کمی آجائے یوں وہ بدستور اپنے منصب و مقام پر قائم رہے۔

لیکن مامون اس نکتے سے غافل تھا کہ حضرت امام رضاؑ آل محمدؐ میں سے تھے اور ان کا علم تو آسمانی اور لدنی ہوا کرتا ہے اور آپؑ اس ہستی کے فرزند تھے جو شہر علم کا دروازہ اور "سلوني سلوني قبل ان تفقدوني" کے مالک تھے لہذا وہ کبھی بھی ان دانشمندوں کے آگے مغلوب نہیں ہوں گے جن کا علم اکتسابی اور محدود حد میں حاصل کیا ہوا ہوتا ہے۔ یہ بات مناظرے کی محفلوں میں مامون کی آنکھوں کے سامنے ثابت ہو کر رہ گئی۔

۱۔ خطبہ توحیدیہ

امامؑ نے، دوسرے مذاہب کے علماء اور دانشوروں کے ساتھ مناظرے کی مجلسوں میں تشریف لانے سے پہلے، مامون کی فرمائش پر بنی ہاشم کے سرکردوں، جن میں بنی عباس اور علوی دونوں شامل تھے، کے سامنے خدائے تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت کے بارے میں ایک ایسا خطبہ ارشاد فرمایا جس نے سب کو حیرت میں ڈالا۔

یہ خطبہ امیر المومنینؑ کے ارشاد فرمائے ہوئے خطبہ کی طرح دقیق فلسفی نکات اور

عالیقدر مضامین پر مشتمل تھا جس کے سمجھنے کے لئے تفصیلی شرح کی ضرورت ہے۔ ہم اس خطبے کو نقل کرتے ہوئے اس کے مختصر ترجمہ پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔

شیخ صدوقؒ نے اپنی کتاب عیون اخبار الرضا کے باب توحید میں محمد بن یحییٰ اور قاسم بن ایوب سے یوں نقل کیا ہے کہ

جب مامون نے یہ قصد کیا کہ امام رضاؑ کو اپنا نائب اور ولی عہد بنائے تو مرو میں موجود تمام بنی ہاشم (خواہ بنی عباس ہوں یا علویوں میں سے) کو بلا بھیجا وران کے ساتھ مشورہ کرتے ہوئے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ علی بن موسیٰ الرضاؑ کو اپنا ولیعہد بناؤں جو کہ میرے بعد خلافت کے امور کو سنبھالیں گے۔ لیکن ان لوگوں نے اس سے حسد کرتے ہوئے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو شخص خلافت کے بارے میں بصیرت نہیں رکھتا ہو اسے اپنا ولیعہد بنائے لہٰذا کسی کو اس کے پاس بھیجدے جو اسے ہمارے سامنے لے آئے تا کہ اس کی نادانی تم پر ثابت ہو۔

مامون نے ایک شخص کو آپ کی خدمت میں روانہ کیا، جب آپ تشریف لائے تو بنی ہاشم کی ایک جماعت نے کہا یا ابا الحسن منبر پر جائیں اور خدا کی وحدانیت کے بارے میں کچھ اس طریقے سے بیان کریں کہ ہم اسی کے مطابق خدا کی بندگی کریں۔ امامؑ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ کچھ دیر خاموشی کے ساتھ فکر کرتے رہے پھر ایک حرکت کے ساتھ کھڑے ہو کر خدا کی حمد وثنا اور پیغمبرؐ اور آپؐ کے خاندان پر درود وسلام بھیجنے کے بعد فرمایا

« اَوَّلُ عِبادَةِ اللّٰه مَعْرِفَتُهُ ، وَاَصْلُ مَعْرِفَةِ اللّٰه تَوْحِيدُهُ وَنِظامُ تَوْحِيدِ اللّٰه نَفْيُ الصِّفاتِ عَنْهُ لِشَهادَةِ كُلِّ العُقولِ اَنَّ كُلَّ صِفَةٍ وَمَوْصُوفٍ مَخْلُوقٌ

وشهادة كُلِّ مخلوقٍ أنّ له خالقٌ ليس بصفةٍ ولاموصوفٍ وشهادة كُلِّ صفةٍ وموصوفٍ بالاقتران وشهادة الاقتران بالحدث وشهادة الحدث بالامتناع من الأزل المُمتنع من الحدث

٢ فليس الله عرف من عرف بالتشبيه ذاته ،ولا إياه وحّد من اكتنهه ، ولا حقيقته أصاب من مثّله ،ولا به صدّق من نهاه ، ولا صمده من أشار إليه ، ولا إياه عنى من شبّهه ، ولا له تذلّل من بعّضه، ولا إياه أراد من توهّمه

٣ كُلُّ معروفٍ بنفسه مصنوعٌ ، وكُلُّ قائمٍ في سواه معلولٌ ،بصُنع الله يُستدلُّ عليه ، وبالعقول تُعتقدُ معرفته، وبالفطرة تثبتُ حُجّتُهُ

٤ خلقُ الله الخلقَ حجابٌ بينه وبينهم ، ومباينتُهُ إياهم مُفارقتُهُ إنّيتهم،وابتداؤه إياهم دليلٌ على أن لا إبتداء لَهُ لعجزِ كُلِّ مُبتدءٍ عن ابتداء غيره و أدوه إياهم دليلٌ على أن لا أداة فيه لشهادة الأدوات بفاقة المُتأدّين، و أسماؤه تعبيرٌ وأفعالُهُ تفهيمٌ وذاته حقيقةٌ و كُنهُه تفريقٌ بينهُ وبين خلقه وغُيُورُهُ تحديدٌ لما سواه

٥ فقد جهل الله من استوصفه، وقد تعدّاه من اشتمله وقد أخطأه من اكتنهه ومن قال كيف فقد شبّهه ،ومن قال لم فقد علّله و من قال متى فقد وقّته ، ومن قال فيم فقد ضمّنه ،ومن قال إلى م فقد نهاه ، ومن قال حتى م فقد غيّاه ، ومن غيّاه فقد غاياه ومن غاياه فقد جزّأه ومن جزّأه فقد وصفه ومن وصفه فقد ألحد فيه

٦ لا يتغيّر الله بانغيار المخلوق كما لا يتحدّد بتحديد المخلوق

احدٌ لا بتأويل عددٍ، ظاهرٌ لا بتأويل المباشرة، متجلٍّ لا باستهلال رؤيةٍ، باطنٌ لا بمزايلةٍ، مباينٌ لا بمسافةٍ، قريبٌ لا بمداناةٍ، لطيفٌ لا بتجسّمٍ، موجودٌ لا بعد عدمٍ، فاعلٌ لا باضطرارٍ، مقدّرٌ لا بجول فكرةٍ، مدبّرٌ لا بحركةٍ، مريدٌ لا بهمامةٍ، شاءٍ لا بهمّةٍ، مدركٌ لا بحاسّةٍ، سميعٌ لا بآلةٍ، بصيرٌ لا بأداةٍ

٧ لا تصحبه الأوقات ولا تضمنه الأماكن، ولا تأخذه السِّنات، ولا تحدّه الصفات، ولا تقيّده الأدوات

٨ سبق الأوقات كونُه والعدمَ وجودُه والابتداءَ أزلُه، بتشعيره المشاعر عُرف أن لا مشعر له، وبتجهيره الجواهر عُرف أن لا جوهر له، وبمضادّته بين الأشياء عُرف أن لا ضدّ له، وبمقارنته بين الأمور عُرف أن لا قرين له، ضادّ النور بالظلمة والجلاية بالبُهم والجفّ بالبلل والصرد بالحرور

٩ مؤلّفٌ بين متعادياتها، مفرّقٌ بين متدانياتها، دالّةٌ بتفريقها وتأليفها على مؤلّفها، ذلك قوله عزّ وجلّ: ومن كلّ شيءٍ خلقنا زوجين لعلّكم تذكّرون. ففرّق بها بين قبلٍ وبعدٍ ليُعلم أن لا تفاوت لمفوّتها، مخبرةٌ بتوقيتها، حجب بعضها عن بعضٍ ليُعلم أن لا حجاب بينه وبينها من غيرها

١٠ له معنى الربوبيّة إذ لا مربوب، وحقيقة الإلهيّة إذ لا مألوه،

ومعنى العالم ولا معلوم ، ومعنى الخالق ولا مخلوق ، وتاويل السمع ولا
مسموع، ليس منذ خلق استحق معنى الخالق ولا مخلوق ، وتاويل سمع
ولا مسموع ، ليس منذ خلق استحق معنى الخالق ، وبإحداثه البرايا
استفاده معنى البارئية كيف ولا يشمله حين، ولا يقربه مع

١ إنما تحد الأدوات أنفسها، وتشير الآلات إلى نظائرها، وفي
الأشياء يوجد أفعالها، منعتها "منذ" القدمة، وحمتها "قد" الأزلية
وجنبتها "لولا" التكملة، افترقت فدلت على مفرقها، وتباينت فأعربت
عن مباينها، بها تجلى صانعها للعقول، وبها احتجب عن الرؤية ، وإليها
تحاكم الأوهام ، وفيها أثبت غيره ومنها أنيط الدليل ، وبها عرف الإقرار
، وبالعقول يعتقد التصديق بالله ، وبالإقرار يكمل الإقرار

٢ لا دين له إلا بمعرفته ، ولا معرفة إلا بالإخلاص ، ولا إخلاص
مع التشبيه ، ولا نفي مع إثبات الصفات بالتشبيه

٣ فكل ما في الخلق لا يوجد في خالقه، وكل ما يمكن فيه يمتنع في
صانعه، لا تجري عليه الحركة والسكون وكيف تجري عليه ما هو أجراه
أو يعود فيه ما هو ابتدأه، إذ لتفاوتت ذاته ولتجزأ كنهه ولامتنع من الأزل
معناه، ولما كان للباري معنى غير المبروء ، ولو حد له وراء إذا حد له
أمام ، ولو التمس له التمام إذا لزمه النقصان

٤ كيف يستحق الأزل من لا يمتنع من الحدث وكيف ينشئ
الأشياء من لا يمتنع من الإنشاء، إذا لقامت فيه آية المصنوع ولتحول

دليلاً يعقلهُ من كان مدلولاً عليه

۱۵ ليس في محال القول حُجّةٌ ولا في المسألة عنه جوابٌ ولا في معناهُ لله تعظيمٌ ولا في إبانته عن الخلق ضيمٌ إلا بامتناع الأزليّ أن يُثنّى وما لا بدء لهُ أن يُبدأ لا إله إلا اللهُ العليُّ العظيمُ كذب العادلون بالله وضلّوا ضلالاً بعيداً وخسروا خُسراناً مُبيناً وصلّى اللهُ عليه و آله مُحمّدٍ النبيّ و آله الطّاهرين

۱۔ یعنی عبادتِ خدا کا سرچشمہ اور نقطہ آغاز اس کی معرفت ہے اور معرفت خدا کی بنیاد اور جڑ اس کی وحدانیت ہے اور توحید خدا کا نظام و ربوبیت اس سے تمام صفات کی نفی کرنے پر ہے (صفات خدا مخلوق کی صفات کی طرح زائد بر ذات نہیں ہے) کیونکہ اس بات پر عقل کی گواہی ہے کہ صفت و موصوف مخلوق ہیں اور ہر مخلوق اس بات گواہی دیتی ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے جو نہ صفت ہے، و نہ موصوف۔ کیونکہ صفت اور موصوف آپس میں وابستہ اور مربوط ہونے کی وجہ سے اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ حادث اور خلق شدہ ہیں اور کسی چیز کا حادث ہونا اس بات کے لئے مانع ہے کہ وہ ازلی ہو چنانچہ ازلیت کا بھی حدوث سے ہونا ممتنع اور ناممکن ہے (یعنی جو چیز حادث ہو اس کا قدیم اور ازلی ہونا محال ہے)۔

۲۔ پس جس نے ذات خدا کو مخلوق سے تشبیہ دیتے ہوئے پہچانا ہے (در حقیقت) اس نے خدا کی شناخت ہی حاصل نہیں کی ہے اور جو سوچ و فکر کے ذریعے اس کی حقیقت کو سمجھنے کے درپے ہوا تو وہ موحد ہی نہیں، اور جس نے اسکی مثال پیش کی اس کی ذات کو نہیں

---

۱ عیون اخبار الرضا ج ۲ باب ۔ توحید صدوق ص ۳۴، بحار الانوار ج ۴ ص ۲۲۸

پہچانا جو خدا کے لئے کسی اجسام کا قائل ہوا اس کی تصدیق نہیں کی، جس نے اس کی طرف اشارہ کیا اس کا قصد نہیں کیا، جس نے اسے تشبیہ دی اس کی طرف توجہ نہیں کی، جو خدا کے جزء کے قائل ہو، اس کے لئے تواضع و فروتنی اختیار نہیں کی اور جس نے اسے وہم میں پایا، اس کا ارادہ نہ کیا۔

۳۔ جس چیز کی حقیقت پہچان لی جائے وہ مخلوق ہے، ہر وہ چیز جو اپنے غیر کے ذریعے قائم ہو، معلول ہے، صنعت خدا کے ذریعے اس کی ذات پر استدلال کیا جاتا ہے، عقل کے ذریعے اس کی معرفت حاصل کی جاتی ہے، فطرت کے ذریعے اس کی حجت (اور نشانیوں) کو ثابت کیا جاتا ہے۔

۴۔ اس کی خالقیت، اس کے اور مخلوق کے درمیان ایک حجاب اور اس کے مخلوق سے غیر ہونے کی دلیل ہے، مخلوق کا زمان و مکان کا محتاج ہونا خدا کا ان سے جدا اور ممتاز ہونے کی دلیل ہے (یعنی خود مخلوقات خالق کی خالقیت اور مخلوق کی مخلوقیت کو پہچاننے کا بہترین ذریعہ اور دلیل ہے)۔

خلقت مخلوقات کا آغاز اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا کا کوئی آغاز نہیں (یعنی اگر خدا کا آغاز ہوتا تو وہ بھی مخلوق ہوتا اور دوسروں کے مانند زمان کا محتاج ہوتا) کیونکہ ہر آغاز رکھنے والا دوسرے کو وجود میں لانے سے عاجز ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا مخلوقات کو سامان مہیا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کسی قسم کی آلات و سامان کا محتاج نہیں کیونکہ آلات اس کے استعمال کرنے والوں کی محتاجی کی علامت ہے، اس کے اسماء (حسنیٰ عین ذات نہیں بلکہ تقریب ذہن کے لئے) صرف تعبیر ہیں، اس کے افعال فہم و معرفت کے لئے ہیں، اس کی ذات ایک حقیقت ہے، اس کی کنہ اور حقیقت درست اس کے اور بندوں کے درمیان

جدائی و مقصد ہے اس کا (اپنی مخلوق سے) غیر ہونا ہے، سوائی محدودیت کیوجہ سے ہے۔

۵۔ بنابرین جس نے خدا کی صفت کی، وہ خدا سے جاہل رہا، جس نے اس کو کسی چیز پر مشتمل جانا (یعنی اس کو مرکب جانا) اس نے خدا پر تجاوز کیا، جو حقیقتِ خدا کے (سمجھنے کے) درپے ہوا اس نے خطا کی۔ جس نے کہا خدا کیسا ہے، اس نے خدا کو تشبیہ دی، جس نے کہا خدا کیوں ہے، اس کو دوسروں کی طرح علت کا محتاج جانا، جو کہے (خدا) کب سے ہے، اس کو وقت میں محدود کیا، جو کہے کس چیز میں، اس کو کسی دوسری چیز کے ضمن میں قرار دیا، جو کہے کس چیز کی طرف، اس کے لئے نہایت کا قائل ہوا، جو کہے کب تک، اس کیلئے کسی غرض و غایت کا تصور کیا۔ جو اس کیلئے کسی غایت کے قائل ہو تو غایت کو اس سے برتر جانا، جس نے غایت کو اس سے برتر قرار دیا، اس کے اجزاء قرار دیے، جس نے اس کے اجزاء قرار دیے، اس کی توصیف کی اور جس نے اس کی توصیف کی تو اس نے کفر و الحاد کو پہنایا۔

۶۔ ذاتِ خدا مخلوقات کی تغیرات اور تبدیلیوں سے متغیر نہیں ہوتی جس طرح ان کی محدودیت سے وہ محدود نہیں ہوتا۔ وہ یکتا ہے لیکن اس عدد کے ذریعے نہیں جو (ایک یا ابتداء کے لئے استعمال ہوتی) ہے، ظاہر ہے لیکن مباشرت (اور معاشرت) کے ذریعے نہیں، آشکار و متجلی ہے لیکن (آنکھوں سے) دیکھنے کے ذریعے نہیں، پنہاں ہے لیکن (مخلوق سے) دوری کے ذریعے نہیں، جدا ہے لیکن فاصلے کے ذریعے نہیں، نزدیک ہے لیکن (ظاہری) قربت کے ذریعے نہیں، لطیف ہے لیکن جسم کے ذریعے نہیں، موجود ہے نہ عدم کے بعد، فاعل ہے نہ ضرورت کی بنا پر، مقدر کرنے والا ہے، نہ غور و فکر کے ذریعے،

تدبیر کرنے والا ہے نہ کسی حرکت کے ذریعے، ارادہ کرنے والا ہے نہ مقدمات فکری کے ذریعے، چاہنے والا ہے نہ ہمت وکوشش کے ذریعے، (کیونکہ خدا کی خواہش عین ایجاد ہے) درک کرنے والا ہے نہ حواس کے ذریعے، سننے والا ہے نہ کان کے ذریعے اور دیکھنے والا ہے نہ آنکھ کے وسیلے سے۔

۷۔ نہ اوقات اس کی ہمراہی رکھتے ہیں اور نہ جگہیں اسے اپنے اندر سمو سکتی ہیں (بلکہ خدا ہی زمان ومکان کو وجود بخشنے والا ہے) اس پر کبھی اونگھ طاری نہیں ہوتا، نہ صفات اسے محدود کر سکتی ہیں اور نہ آلات وسامان اس کو مقید کر سکتے ہیں۔

۸۔ اس کی حقیقت اوقات پر سابق، اس کا وجود عدم پر اور اس کی ازلیت ابتداء پر مقدم ہے۔ اس کے شعور کو خلق کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ اس کے لئے شعور وحواس کا کوئی سامان نہیں، (اشیاء کے) جوہر کو ایجاد کرکے یہ جانا گیا کہ اس کا کوئی جوہر نہیں، اس کے دوسری چیز سے ضد ہونے سے یہ معلوم ہوا کہ اس کی کوئی ضد نہیں اور اس کے ہر شے کے قرین ہونے سے پہچانا گیا کہ اس کا کوئی قرین نہیں۔ اس نے نور کو ظلمت کی ضد، آشکاری وروشنی کو تیرگی کا مخالف، خشک کو تر کے مقابلے میں اور سردی کو گرمی کی ضد قرار دیا۔

۹۔ وہ آپس میں دشمنی رکھنے والوں میں محبت پیدا کرنے والا اور ملے ہوؤں کو جدا کرنے والا ہے اور اشیاء میں پیدا کی جانے والی یہ جدائی ان کو جدا کرنے والے (کے وجود) کی دلیل ہے اور ان میں انس ومحبت پیدا کرنا بھی ان میں الفت پیدا کرنے والے کا ثبوت ہے کیونکہ قول خدا ہے "ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنا دئے شاید تم نصیحت پا جاؤ۔" لہذا چیزوں کو (مختلف زمانوں میں خلق کرکے زمانے کے حوالے سے) ان میں فرق پیدا کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ خود اس کے لئے نہ کوئی قبل پایا جاتا ہے اور نہ بعد نامی کوئی شے۔

اشیاء میں مختلف فطرتیں قرار دینا دلیل ہے کہ ان کو فطرت عطا کرنے والے کی کوئی سرشت نہیں، طبائع اشیاء کا گوناگوں قرار دینا ثبوت ہے کہ ان کو متفاوت بنانے والے میں کوئی تفاوت نہیں، ان کے لئے وقت قرار دینا دلیل ہے کہ ان کیلئے وقت قرار دینے والے کے لئے کسی قسم کا زمان نہیں، اور اپنے اور ان کے ایک دوسرے کے درمیان میں حجاب قرار دینا تاکہ پہچان لیں کہ اس کے اور ان کے درمیان سوائے ان کے اپنے کوئی پردہ نہیں۔

۱۰۔ اس سے پہلے کہ کوئی پرورش پانے والا تھا، وہ حقیقی پروردگار تھا، اس وقت بھی حقیقی معبود تھا جب کوئی عبادت کرنے والا نہ تھا۔ اس وقت بھی حقیقی عالم تھا جب کوئی معلوم نہ تھا، خالق تھا جب کوئی مخلوق نہ تھی، اس وقت بھی مفہوم سامع اس کے لئے حاصل تھا جب کوئی مسموع (سنی جانے والی چیز) نہ تھی، ایسا نہیں ہے کہ جب سے خلق کیا ہے معنی نے خالق کا حقدار ہوا ہو، اور نہ یہ کہ مخلوقات کو وجود میں لانے کے بعد خالقیت کو پالیا ہو۔ کیونکہ ایسا ہو جبکہ زمانوں پر دلالت کرنے والے الفاظ اس کے لئے استعمال نہیں ہوتے (کیونکہ نہ لفظ "جب" سے اس کے غیب کو بیان کرسکتا ہے اور نہ لفظ "اب" اس کی قربت کا معنی دیتا ہے، نہ کلمہ "شاید" آنے والے زمانوں سے مخفی رکھ سکتے ہے اور نہ کلمہ "کب" ہی اس کیلئے وقت ثابت کرسکتا ہے اور نہ لفظ "تب" اس کو اپنے اندر شامل کرسکتا ہے اور نہ لفظ "مع" کسی چیز کو اس کے قریب کرسکتا ہے۔

۱۱۔ ایسے الفاظ صرف خود کو محدود کرتے ہیں اور آلات و ابزار بھی اپنے ہی جیسوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں، زمانی اشیاء میں (صرف انہیں سے صادر ہونے والے) افعال ہی پائے جاتے ہیں۔ بنابرایں لفظ "منذ" (جب سے) قدیم نہیں ہوسکتا اور لفظ "قد" (بھی) بھی ازلیت کی نفی کرتا ہے اور کلمہ "لولا" (اگر نہ ہوتا) اشیاء کے نقص کی دلیل ہے

جوڑنا ان کو ان سے برطرف کر دینا ہے۔ چیزوں کا آپس میں جدا ہونا اس کے جدا کرنے والے کے وجود پر دلیل ہے۔ ان کا آپس میں متصادم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی ہے جس نے ان کو متضاد پیدا کیا۔

ان مخلوقات کے ذریعے ان کے صانع عقلوں میں جلوہ گر ہوا اور ان کے وجود آنکھوں کو دیکھنے میں مانع ہو چکے ہیں۔ اوہام انہیں کی طرف حکم کرتے ہیں، اور اوہام میں خدا کے علاوہ دوسری شیء ثابت ہوتی ہیں (کیونکہ خدا اس سے برتر ہے کہ مخلوق کے وہم میں آجائے) اور ان ہی مخلوقات کے ذریعے وجود خدا پر دلیل لائی جاتی ہے۔ ان کے وجود سے وجود خدا کا اقرار کیا جاتا ہے اور عقلوں کے وسیلے سے تصدیق خدا کا اعتقاد حاصل ہوتا ہے اور اقرار کے ذریعے ایمان کامل ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ اس کی معرفت سے پہلے کوئی دیانت حاصل نہیں ہوتی اور اخلاص کے بغیر کوئی معرفت نہیں۔ تشبیہ کے ساتھ کوئی اخلاص نہیں ہوتا اور نہ تشبیہ کے ذریعے اثباتِ صفات کی صورت میں کوئی نفی ہوتی ہے۔

۱۳۔ ہر وہ صفت جو مخلوق میں ہوتی ہے خالق میں پائی نہیں جاتی اور ہر وہ چیز جس کا موجودات میں امکان پایا جاتا ہے، ان کے صانع میں پایا جانا محال ہے۔ اس میں حرکات و سکنات نہیں پائی جاتیں اور کیونکر اس میں پائی جا سکتی ہیں جبکہ حرکات و سکنات کو خود اسی نے وجود میں لایا ہے کیونکر وہ چیز اس کی طرف پلٹ سکتی ہے جس کو خود اس نے ابتداءً خلق کیا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوگا تو اس کی ذات میں تغییر در آئے گی اور اس کی ذات اجزا کی حامل ٹھہرے گی اور معنائے ازلیت اس کے لئے محال ہوگا اور خالق کا معنی اس کے غیر یعنی مخلوق کے مفہوم میں بدل جائے گا اور اس کو "پیچھے" کے ذریعے محدود کیا جائے گا تو

۔ ملاحظہ ۳۲

آگے سے محدود ہوگا تو اس کیلئے کامل اور کمال کا تصور ممکن ہوتو نہ نقصان کا بھی تصور ہوگا۔

۱۴۔ جس کے لئے حدوث ممتنع نہ ہو وہ کیونکر زینت کا مستحق ہوسکتا ہے اور وہ کیسے اشیاء کو ایجاد کرے گا جس کو پیدا کرنا محال نہ ہو کیونکہ ان (دونوں) صورتوں میں مخلوقیت اور مصنوعیت اس میں ثابت ہوتی ہے اور وہ خود ایک معلول اور مخلوق بن جاتا ہے جو اپنی علت اور خالق کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔

۱۵۔ اس ناممکن گفتگو (صفات زائد کو خدا کے لئے ثابت کرنے) کیلئے کوئی دلیل پائی نہیں جاتی ورنہ (ممکنات کی طرف سے) اس سے متعلق کئے جانے والے ایسے سوالات کے لئے کوئی جواب ہے، نہ اس قسم کے معنی (کے اثبات) میں خدا کے لئے کوئی تعظیم ہے بلکہ یہ اس کے لئے باعث نقص ہوگا)، اور خدا کا مخلوق سے جدا اور غیر ہونے میں (بندوں یا خدا پر) کوئی ظلم نہیں ہے مگر یہ کہ اس یکتا و ازلی ذات کے لئے دوئیت محال ہے (یعنی صفات خدا کے اس کی ذات پر زائد ہونے سے دوئیت لازم آتی ہے جو کہ ذات ازلی کا منافی ہے) وہ ذات جس کے لئے کوئی آغاز نہیں، ابتداء اس کے لئے معنی نہیں رکھتا۔ نہیں کوئی معبود سوائے خدائے عظیم و برتر کے۔ جنہوں نے خدا کے ہمتا قرار دے ہیں، انہوں نے جھوٹ بولا اور بہت دور کی گمراہی اور کھلی خسارت میں پڑ گئے۔

۲۔ علمائے مکاتب کے ساتھ مناظرے

ابن بابویہ نے حسن نوفلی سے روایت کی ہے کہ جب امام رضا مرو میں داخل ہوئے مامون نے فضل بن سہل کو دستور دیا کہ دوسرے مکاتب فکر کے عالموں اور دانشمندوں کو جمع کیا جائے تا کہ مامون کی موجودگی میں وہ امام سے مناظرہ کریں۔

اس مناظرے میں شرکت کرنے والے علماء و مذہبی شخصیتیں یہ تھیں

مسیحی عالم بنام جاثلیق، یہودی دانشمند بنام رأس جالوت اور ستارہ پرستوں کے رؤساء جن میں سے سب سے بڑے کا نام ہربذ اکبر تھا اس کے علاوہ کچھ آتش پرست، نسطاس رومی اور دیگر علمائے کلام موجود تھے۔

جب مطلوبہ شخصیتیں جمع ہو چکیں تو فضل بن سہل نے مامون کے سامنے ان کا تعارف کیا اور مامون نے ان سے کہا کہ آپ لوگوں کو یہاں بلانے سے مقصود یہ ہے کہ کچھ پیچیدہ علمی مسائل میں جن کو میرے ابن عم اور ولیعہد علی بن موسیٰ رضا ؑ جو حال ہی میں حجاز سے مرو تشریف لا چکے ہیں، کے ساتھ مناظرے کی صورت میں حل کیا جائے۔ یقیناً آپ لوگوں کو اس سلسلے میں کامیابی ہوگی اور کسی قسم کی مخالفت سے دو چار نہیں ہوں گے۔

دانشمندوں نے سمعاً و طاعۃً کہتے ہوئے اپنی موافقت کا اعلان کیا۔

راوی کہتا ہے ہم امام رضا ؑ کی خدمت میں تھے اور آپ ہمیں حدیث بیان کر رہے تھے کہ اتنے میں آپ کا خادم یاسر حاضر ہوا اور کہنے لگا میرے آقا امیر المؤمنین (مامون) نے آپ کی خدمت میں سلام کے بعد یہ کہلا بھیجا ہے:

"برادرم میں آپ پر فدا ہو جاؤں! مختلف ادیان سے تعلق رکھنے والے علماء اور متکلمین کی ایک تعداد میرے پاس جمع ہو چکی ہے لہذا اگر حضور کی خواہش ہو تو ان کے ساتھ مناظرہ کیجئے میرے پاس تشریف لے آئیں اور اگر تشریف لانے میں زحمت ہے تو ہم خود حضور کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔"

امام نے یاسر سے فرمایا مامون سے کہو کہ میں جانتا ہوں ایسے مناظروں سے تمہارا کیا مقصد ہے اس کے باوجود میں ان شاء اللہ کل صبح تیری مجلس میں پہنچ جاؤں گا۔

جب یاسر چلا گیا تو امام نے فرمایا اے نوفل! تیرے خیال میں، مامون نے ان مذہبوں اور اہل شرک کو کیوں مناظرہ کیلئے جمع کیا ہے؟

(راوی کہتا ہے) میں نے عرض کیا میری جان آپ پر قربان ہو! یہ چاہتا ہوگا کہ حضور کا امتحان کرے اور آپ کی علمیت کا اندازہ کرے لیکن اس کا یہ کام کوئی درست کام نہیں ہے بلکہ اس نے غلطی کی ہے کیونکہ جن فرد کو مامون نے بلایا ہے اہل مغالطہ اور سفسطہ کے حامل ہیں۔ ان کے ساتھ مناظرہ کرنا ایک پیچیدہ کام ہوگا کیونکہ صحیح دلائل اور براہین کو قبول نہیں کرتے بلکہ چاہتے ہیں کہ مغالطے کے ذریعے مدمقابل کو غلط استدلالات کے پیچ و خم میں پھنسا دیں اور باطل کو حق، حق کو باطل بنا کر پیش کرتے ہیں اور حتی کہ محسوسات کے لئے بھی دلیل طلب کرتے ہیں تا کہ مدمقابل اپنی بات کو واپس لینے پر مجبور ہو جائے۔

حضرت نے ایک تبسم کے ساتھ فرمایا کیا تم ڈرتے ہو کہ میرے دلائل کو بھی وہ رد کریں گے؟

میں نے عرض کیا نہ خدا کی قسم حضور کی بابت میں، میں ہرگز یہ نہیں سوچتا۔ مجھے امید ہے کہ خداوند آپ کو ان پر کامیابی عطا کرے گا پھر حضرت نے فرمایا اے نوفل! کیا جاننا چاہتے ہو کہ مامون اپنے اس کام سے کب پشیمان ہوگا؟

عرض کیا جی ہاں فرمادیجئے!

فرمایا مامون اس وقت اس کام سے پشیمان ہو جائے گا جب میں ہر مذہب کے عالم اور رئیس کو اس کی اپنی کتاب کے ذریعے جواب دے کر مغلوب کروں گا۔ عیسائی کی بات کو انجیل سے رد کروں گا، یہودی کا جواب توریت سے دوں گا، اہل زبور کو زبور سے اور

ستارہ پرستوں کو ان کی اپنی زبان عبرانی میں جواب دوں گا اسی طرح ہر ایک کو ان کی اپنی کتاب سے دلیل اور جواب دوں گا۔ وہ لوگ نہ صرف خاموش اور مرعوب ہوں گے بلکہ سب اتفاق کے ساتھ میری باتوں کی تصدیق بھی کریں گے۔ اس وقت مامون اپنے اس منصوبے سے پشیمان ہو جائے گا (کیونکہ سب پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جس مسند پر وہ بیٹھا ہوا ہے اس کا اصل حقدار امامؑ تھے اور وہ اور اس کے باپ اور دوسرے جبر و زبردستی سے اس پر قبضہ کیا ہوا ہے)۔ لا حول ولا قوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔

جب صبح ہوئی تو فضل بن سہل امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا قربان جاؤں آپ پر، آپ کے ابن عم آپ کے منتظر ہیں اور دوسرے دین کے علماء بھی جمع ہو چکے ہیں حضور کا کیا خیال ہے؟

امامؑ نے فرمایا تم جاؤ، میں انشاء اللہ پہنچ جاؤں گا۔ اس کے بعد امامؑ نے وضو کیا اور کچھ شربت نوش فرمایا اور ہمیں بھی عطا کیا پھر ہم بھی آپ کی ہمراہی میں نکل گئے۔ جب مامون کے دربار میں پہنچے تو دیکھا دربار لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے اور امامؑ کے چچا محمد بن جعفر بھی ان کے درمیان میں بیٹھے ہوئے تھے جو کہ بنی ہاشم کی بزرگ شخصیتوں میں سے تھے۔ دینی دانشمندوں کے علاوہ بعض فوجی افسران بھی دربار میں حاضر تھے۔

جب حضرت امام رضا - مجلس میں وارد ہوئے تو مامون آپ کے احترام میں کھڑا ہوا اور اسی طرح دیگر حاضرین بھی۔ اس کے بعد امامؑ اور مامون بیٹھ گئے جبکہ دوسرے اسی حالت میں کھڑے ہی رہے یہاں تک کہ امامؑ نے انہیں بیٹھنے کو فرمایا۔ مامون کی توجہ بھی امامؑ کی طرف تھی اور آپ سے گفتگو کر رہا تھا۔ جب اس نے یہ گفتگو ختم کی تو مسیحی عالم جاثلیق کی طرف رخ کر کے کہا۔ یہ حضرت میرے ابن عم علی بن موسیٰ الرضا - ہیں جو ہمارے پیغمبر

کی بیٹی حضرت فاطمہؑ کی اولاد و علی بن ابی طالب + کے فرزندوں میں سے ہیں ہے ہدف یہ ہے کہ ان کے ساتھ منصفانہ مناظرہ اور بحث عمل میں لائی جائے۔

جاثلیق جو کہ متکلمین پر مناظرے میں غالب ہوا کرتا تھا، امامؑ کو بھی دوسروں کی طرح خیال کرتے ہوئے آپ سے بھی وہی سوال کیا جو دیگر متکلمین سے کیا کرتا تھا۔

جاثلیق دوسرے متکلمین سے یہ سوال کیا کرتا تھا ہم سب اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ عیسیٰؑ پیغمبر خدا اور صاحب کتاب اور آسمان میں زندہ ہیں اسی طرح وفات محمد ﷺ پر بھی ہمارا اتفاق ہے لیکن ان کی بعثت کے بارے میں ہم متفق نہیں ہیں۔ تو تمہارے پاس ان کی نبوت کی کیا دلیل ہے؟ متکلمین اس سوال سے خاموش رہ جاتے تھے لہذا اس نے اسی سوال کو امامؑ سے بھی کیا اور کہا نبوت عیسیٰؑ کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟ ان کی کتاب کو قبول کرتے ہیں کہ نہیں؟ (جاثلیق منتظر تھا کہ امامؑ مثبت میں جواب دیں پھر وہ آپ سے کہے چونکہ آپ عیسیٰؑ کی پیغمبری کے قائل ہیں لیکن ہم آپ کے پیغمبر کو قبول نہیں کرتے لہذا آپ کو چاہیے کہ ان کی نبوت کی دلیل پیش کریں یوں امامؑ بھی دوسرے متکلمین کی طرح عاجز رہ جائیں لیکن اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ کس ہستی کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے)۔

امامؑ نے فرمایا میں نبوت عیسیٰؑ اور ان کی کتاب کہ جس میں حواریوں کو اپنے بعد پیغمبرؐ کے آنے کی بشارت دی ہے، پر ایمان رکھتا ہوں لیکن اس عیسیٰ کی پیغمبری کے معتقد نہیں ہوں جس نے حضرت محمد ﷺ کی نبوت اور کتاب کا اعتراف نہیں کیا اور اپنی امت کو آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت نہیں سنائی۔ (جاثلیق نے جب خلاف توقع مرعوب کرنے والے جواب کو سنا تو مناظرے کا انداز بدلتے ہوئے کہا)

جاثلیق کیا کسی خبر کے اثبات کے لئے دو شاہد نہیں چاہئیں؟

امام کیوں نہیں؟

جاثلیق یہی دو گواہ محمد ﷺ کی نبوت کے لئے پیش کریں جو آپ کے مذہب سے نہ ہوں نیز ان کی گواہی قابل قبول ہو۔

امام ابھی تو نے انصاف کی بات کی۔ کیا اس شخص کی گواہی قبول نہیں کروگے جو عیسائیوں کے نزدیک عادل ہو؟

جاثلیق وہ شخص کون ہے اور اس کا کیا نام ہے؟

امام یوحنا دیلمی کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

جاثلیق آپ نے ایک ایسے شخص کا نام لیا ہے جو مسیحیوں کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔

امام کیا تمہاری کتاب انجیل میں یوحنا یہ نہیں کہتے کہ حضرت مسیح نے مجھے محمد ﷺ کے دین اور ان کی آمد کی خوشخبری دی ہے۔ وہ ان (حضرت مسیح) کے بعد ظہور کریں گے اور میں نے بھی حواریوں کو یہ خوش خبری سنائی اور انہوں نے بھی اس کو قبول کیا؟

جاثلیق یوحنا اس مطلب کو مسیح سے نقل تو کیا ہے لیکن ان کے ظہور کے وقت کو معین نہیں کیا ہے۔

امام اگر کوئی انجیل جاننے والا ان عبارتوں کو من وعن پڑھے جو محمد ﷺ اور ان کے اہلبیت کے بارے میں پائی جاتی ہیں، تو کیا تجھے قبول ہے؟

جاثلیق ہاں یہ تو منطقی اور مدلل بات ہوگی۔

امام آپ نے نسطاس رومی سے فرمایا کیا انجیل کی تیسری کتاب زبانی پڑھ سکتے ہو؟

کہا نہیں۔ پھر راس جالوت سے سوال فرمایا۔ کہا جی ہاں مجھے حفظ ہے۔ آنحضرتؑ نے فرمایا میں انجیل کا کچھ حصہ پڑھتا ہوں اگر میرے دعویٰ کے مطابق ہو تو اس کی گواہی دینا ورنہ نا۔ پھر آپ نے انجیل کی تلاوت شروع کی اور جب پیغمبر اکرم ﷺ کے اسم گرامی پر پہنچے تو توقف فرمایا اور جاثلیق سے فرمایا مسیح و مریم کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ آیا میں انجیل کو زیادہ جانتا ہوں یا تم؟

جاثلیق: آپ زیادہ جانتے ہیں۔

امامؑ نے اسم محمد ﷺ کو پڑھا پھر فرمایا اے عیسائی یہ ہمارے پیغمبرؐ کے بارے کہے ہوئے مسیح کا کلام ہے اگر تم اس کو جھٹلاؤ گے تو درحقیقت موسیٰ اور عیسیٰ کو جھٹلایا ہے اور اس صورت میں تم واجب القتل ہو جاؤ گے۔

جاثلیق لاجواب ہوا اور مجبور ہو کر کہنے لگا جو چیز انجیل میں ہے میں اس پر اقرار کرتا ہوں۔

امامؑ نے حاضرین سے فرمایا اس کے اقرار پر گواہ رہنا اس کے بعد جاثلیق سے مخاطب ہوئے۔ تمہارے مسیح میں جو نقص پایا جاتا تھا وہ یہ تھی کہ ان کے روزہ اور نماز میں کمی تھی۔

جاثلیق افسوس کہ آپ نے اپنی علمیت پر پانی پھیر دیا۔ میں آپ کو عالم ترین شخص سمجھ رہا تھا۔

امامؑ کیوں میں نے اپنے علم کو ضائع کیا؟

جاثلیق اس بات کی وجہ سے جو آپ نے حضرت مسیح کے بارے میں کی ہے کیونکہ حضرت مسیح ہمیشہ روزہ اور نماز کی حالت میں ہی ہوتے تھے۔

امام کس کی خاطر نماز اور روزے میں مشغول ہوتے تھے؟

جاثلیق بھی مطلب سمجھ گیا اور خاموش رہ گیا (کیونکہ اگر کہتا کہ خدا کے لئے تو یہ ان کے عقیدے کے مطابق نہ تھا کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ کو خدا جانتے ہیں) کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد امام سے پوچھا کون مردہ کو زندگی، بیمار کو صحت یابی اور نابینا کو بینائی عطا کرتا تھا؟ تو کیا ایسی ہستی بندگی کا مستحق نہیں؟

امام: الیسع بھی تو عیسیٰؑ کے مانند (باذن خدا) مردوں کو زندہ کیا کرتا تھا، پانی کے اوپر راہ چلتا تھا لیکن اس کے باوجود اس کے پیروکاروں میں کوئی اس کی خدائی کا قائل نہ ہوا؟ اسی طرح حضرت حزقیل نے ۳۵ ہزار نفر کو مرنے کے سات سال بعد زندہ کیا، حضرت ابراہیم نے چار پرندوں کو مارنے کے بعد ان کے گوشت کو خوب مخلوط کر کے ان کے ٹکڑوں کو مختلف پہاڑیوں کی چوٹیوں پر رکھا اور آواز لگائی تو وہ پرندے زندہ ہو کر ابراہیمؑ کی طرف پرواز کرنے لگے اسی طرح جب بنی اسرائیل کے ۷۰ نفر حضرت موسیٰؑ کے ہمراہ تھے اور آسمانی بجلی کے نتیجے میں جل گئے، حضرت موسیٰ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کرنے کی بدولت سب زندہ ہوئے۔ اے جاثلیق تم ان میں سے کسی کو رد نہیں کر سکتے ہو کیونکہ توریت، زبور اور قرآن میں ان تمام مطالب کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ پس زندہ کرنا ہی خدائی کی دلیل نہیں ہے۔ اس صورت میں تمہیں چاہیے کہ ایک خدا کی بجائے متعدد خداؤں کی پرستش کرو۔

جاثلیق (امام کے استدلالوں کے مقابلے میں مرعوب ہو کر عرض کیا) آپ کی باتیں صحیح و منطقی ہیں کہ خدائے یکتا کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے۔

امام جاثلیق کو مغلوب کرنے کے بعد راس الجالوت جو یہودیوں کا عالم تھا، سے فرمایا

کیا تم نے توریت پڑھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب آخری زمانے کی امت آئے گی تو اس شخص کی پیروی کرنا جو اونٹ پر سوار ہوگا اور وہ ہر وقت خدا کی تسبیح وستائش میں مشغول ہونگے۔

راس الجالوت: جی ہاں میں نے پڑھا ہے۔

امام نے جاثلیق اور راس الجالوت سے فرمایا کیا تم لوگوں نے اشعیا کے مطالب کو کتاب اشعیا میں پڑھا ہے جس میں وہ کہتا ہے میں نے ایک ایسے شخص کی صورت کو دیکھا ہے جو گدھے پر سوار تھا۔ دیکھا کہ نور کے پردوں نے انہیں اپنی لپیٹ میں لیا ہے اور اسی طرح ایک شتر سوار کو بھی دیکھا جو چودھویں چاند کی طرح چمک رہا تھا؟

جاثلیق و راس الجالوت: صحیح فرما رہے ہیں اشعیا نے یہی کہا ہے۔

امام: جو گدھے پر سوار تھا حضرت عیسیٰ اور جو اونٹ پر سوار تھا حضرت محمد ﷺ تھے

راس الجالوت: آپ حضرت محمد ﷺ کی نبوت کو کہاں سے ثابت کرتے ہیں؟

امام: موسیٰ بن عمران، عیسیٰ بن مریم اور حضرت داؤد جو روئے زمین پر خلیفہ خدا ہیں انہوں نے آنحضرت ﷺ کی آمد کی گواہی دی ہے

راس الجالوت: موسیٰ بن عمران کی گواہی کو توریت سے ثابت کریں؟

امام: اے یہودی کیا تم جانتے ہو کہ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل سے اس کیفیت میں سفارش کی اور انہیں فرمایا جلد ہی تمہارے بھائیوں میں سے ایک پیغمبر آنے والے ہیں کہ تمہیں ان پر ایمان لانا اور ان کی باتوں پر کان دھرنا چاہیے۔ کیا بنی اسرائیل کے، اولاد اسماعیل کے علاوہ کوئی اور بھائی پیدا ہوتا ہے؟ اگر ہے تو بتاؤ؟

راس الجالوت: البتہ یہ تو کلام موسیٰ ہے ہم اس کو رد نہیں کرتے۔

امام نے فرمایا: کیا داؤد نبی کی امت کی انجیل میں محمد ﷺ کے علاوہ کوئی اور تفسیر ہو سکتی ہے؟

راس الجالوت: نہیں۔

امام: کیا یہ مطلب تمہارے نزدیک صحیح ہے؟

راس الجالوت: بالکل صحیح ہے لیکن چاہتا ہوں اس کی صحت کو تورات سے ثابت کریں۔

امام: کیا اس مطلب کو مانتے ہو جسے تورات بیان کر رہا ہے کہ نور طور سینا کی پہاڑی سے چمکا اور کوہ ساعیر سے ہمیں روشنی عطا کی اور کوہ فاران سے ہم پر آشکار ہوا؟

راس الجالوت: میں اس بات کو جانتا ہوں لیکن اس کی تفسیر کا علم نہیں۔

امام: میں اس کی تفسیر تجھ سے بیان کرتا ہوں

پہلے جملے میں جو یہ کہا گیا کہ نور طور سینا کی پہاڑی سے آچکا ہے۔ اس سے مراد وہ وحی ہے جو خدا نے حضرت موسیٰ پر نازل کی تھی۔ دوسرا جملہ کہ کوہ ساعیر سے روشنی عطا کی تو اس سے مقصود وہ پہاڑی ہے جہاں عیسیٰ بن مریم پیغمبر چلتے تھے اور خدا نے وہیں ان پر وحی نازل کی تھی۔ تیسرا ان کا یہ کہنا کہ نور کوہ فاران سے ہم پر آشکار ہوا تو فاران مکہ کے نزدیک ایک پہاڑی کا نام ہے کہ مکہ سے وہاں ایک روز سے زیادہ کی مسافت نہیں پائی جاتی۔

اس کے بعد فرمایا کیا حیقوق نبی کے فرمان کو مانتے ہو جس کے بارے میں تمہاری کتاب میں ذکر ہوا ہے؟ اس نبی نے کہا خداوند نے جبل فاران سے ایک بیان دیا اور سارے آسمان، محمد و آپ کی امت کی ستائش سے پر ہوئے یہاں تک کہ کہتے ہیں اور بیت المقدس کی خرابی کے بعد ہمارے لئے ایک جدید کتاب لائے گا کہ کتاب جدید سے مراد قرآن مجید ہے۔

راس الجالوت: جی ہاں یہ حیقوق نبی کا کلام ہے ہم اس سے انکار نہیں کرتے۔

عیون اخبار الرضا باب ۴۳

امام: اسی طرح یہ تمہارا دین ہے قول و اثبات ہو چکا ہے، میں جانتے ہیں پروردگار اس ہستی کو بھیج دے جو سلسلۂ وحی کے منقطع ہونے کے بعد سنت الٰہی کو قائم کرے گا تو کیا محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور کو تم جانتے ہو جس نے سلسلۂ وحی منقطع ہونے کے بعد سنت الٰہی کو برپا کیا ہو؟

راس الجالوت: بیشک یہ اوصاف پیغمبر کا بیان ہے اور ہم اس کے منکر نہیں ہیں لیکن اس کلام سے ان کا مقصود حضرت عیسیٰؑ ہیں کہ جن کا زمانہ ایام فترت میں تھا۔

امام: کیا تم نہیں جانتے کہ عیسیٰ نے سنت جدیدہ برپا نہیں کی بلکہ وہ تو سنت تورات کے موافق تھے یہاں تک کہ خدا ان کو آسمان میں لے گیا اور انجیل میں بیان ہوا ہے ابن البرۃ (عیسیٰ) جانے والا ہے اور اس کے بعد فارقلیط (محمدؐ) آنے والے ہیں وہ ہر موڑ پر تفسیر کرتے ہوئے تمہارے لئے ہر چیز کو واضح و آسان کر دیں گے اور وہ میری پیغمبری کی اسی طرح گواہی دیں گے جس طرح میں ان کی نبوت کی گواہی دے رہا ہوں۔ میں تمہارے لئے بہت سی مثالیں دے چکا ہوں اور وہ تمہارے لئے تاویلات لائیں گے۔ تو کیا تم اس مطلب کو قبول کرتے ہو جو (انجیل میں) لکھا گیا ہے؟

راس الجالوت، جو ہر طرف سے پھنس چکا تھا مجبور ہو کر کہنے لگا جی ہاں ہم اس کے منکر نہیں ہیں۔

امام: اس غرض سے کہ عالم یہودی کو بالکل ہی لاجواب کر دیں، فرمایا کیا تمہارے پاس نبوت موسیٰؑ کو ثابت کرنے والی کوئی دلیل بھی ہے؟

راس الجالوت: میری دلیل یہ ہے کہ موسیٰؑ کچھ ایسے معجزات لے آئے ہیں جو ان سے پہلے کوئی اور پیغمبر نہیں لائے۔

۱۔ مثلاً دو سو معجزہ

راس الجالوت: مثلاً یہ کہ دریا کو شگافتہ کرنا، عصا کو اژدھا بنانا، لاٹھی مار کر پانی کو جاری کرنا اور تاریکیوں کو ید بیضاء (چمکتا ہوا ہاتھ) دکھانا وغیرہ۔

امام: یہ معجزے ان کی نبوت کی دلیل کے لئے صحیح ہے اس بات کے مطابق ہر کوئی جو دعوائے پیغمبری کرے اور کچھ معجزات دکھائے اس کو قبول کرنا چاہئے۔

راس الجالوت: نہیں ایسا ہم مجبور تو نہیں ہیں کہ جو کوئی کچھ بھی کہے، اسے قبول کریں۔ یہ تو صرف حضرت موسیٰ کا شرف تھا کہ اپنے پروردگار سے اس قدر قربت رکھتے تھے۔

امام: تو پھر تم کیونکر موسیٰ سے پہلے کے پیغمبروں کو قبول اور ان کی پیغمبری کا اقرار کرتے ہو جبکہ انہوں نے نہ کسی دریا کو شگافتہ کیا ہے نہ ید بیضاء دکھایا اور نہ کسی عصا کو اژدھا بنایا؟

راس الجالوت: (اپنی باتوں کے بے بنیاد ہونے کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا) میرا مقصد یہ ہے کہ جب پیغمبر اپنے ادعا کو ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسا معجزہ لائے جو دوسرے نہ لا سکیں تو انہیں قبول کرنا چاہئے اگرچہ ان کے معجزات حضرت موسیٰ کے معجزوں کے مثل نہ ہوں۔

امام: تو کیوں حضرت عیسیٰ کی پیغمبری کو قبول نہیں کرتے ہو جبکہ وہ بھی معجزات کے حامل تھے، مردوں کو زندہ کیا کرتے، اندھوں کو بینائی عطا کرتے اور گارے سے مرغی کی شکل بناتے اور اذن خدا سے اسے (فضا میں) اڑا دیتے تھے؟

راس الجالوت: کہتے ہیں کہ وہ ایسے کام کیا کرتے تھے لیکن ہم نے تو دیکھا نہیں ہے۔

امام: تو کیا موسیٰ کے معجزوں کو دیکھا ہے؟ کیا یہ نہیں کہ تم ان معجزات کو معتبر اور باوثوق راویوں سے سن چکے ہو؟

۱۔ طہ/۲۲

راس الجالوت: جی ہاں ایسا ہی ہے۔

امام: اگر روایتوں اور احادیث کے ذریعے نبوت موسیٰ کا اقرار کرتے ہو تو عیسیٰ کی پیغمبری کے بارے میں بھی کئی کئی روایتیں اور احادیث پائی جاتی ہیں تو پھر کیوں ان کو قبول نہیں کرتے ہو؟

راس الجالوت سے کچھ جواب نہیں بن پڑا اور خاموش رہ گیا۔

امام: اسی طرح سے حضرت محمد ﷺ کی نبوت بھی کہ آپؐ بچپن میں یتیم ہوئے، چوپانی کیا کرتے تھے، کسی کے پاس پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا لیکن اس کے باوجود ایک ایسا قرآن لائے کہ جس میں گزشتہ پیغمبروں کے حالات بھی مذکور ہیں۔ بسا اوقات آپؐ لوگوں کے ان کاموں کے بارے میں بھی فرماتے تھے جو وہ اپنے گھروں میں کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے معجزات آپؐ سے رونما ہوئے ہیں۔

راس الجالوت: عیسیٰؑ اور محمد ﷺ کے موضوع نبوت ہمارے لئے ثابت نہیں ہوا ہے لہذا ان کی پیغمبری کا اقرار کر کے ان پر ایمان نہیں لا سکتے۔

امام: تو اس صورت میں دوسرے پیغمبروں (کہ جن میں موسیٰؑ بھی شامل ہیں) نے حضرت عیسیٰؑ اور محمد ﷺ کی آمد کی خبر سنائی ہے سب جھوٹ ہوں گی؟

راس الجالوت پریشان ہوا اور سر نیچا کیا یوں تیسری دفعہ اس کی شکست سب پر ثابت ہوا۔ (کیونکہ اگر یہ کہتا کہ دوسرے پیغمبروں نے جھوٹ بولا ہے تو کفر کا مرتکب ہوتا۔)

امام رضاؑ نے جاثلیق اور راس الجالوت کو شکست دینے کے بعد دوسروں کو بھی مختصر گفتگو میں لاجواب کر دیا کہ جن میں سے ایک ستارہ پرستوں کا رئیس عمران صابی تھا جس نے چند مناظروں میں شکست کھانے کے بعد اسلام قبول کیا۔ اس کے علاوہ سلیمان

مروزی جو زمانے کے ممتاز متکلمین میں سے تھا کو بھی آپ نے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا۔

مامون جو ان مناظروں کے اصل محرک تھا، امامؑ کے گہربار علوم سے بہرہ مند ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی قدرت نطق اور حاضر جوابی پر تعجب میں ڈوب گیا۔ جب امامؑ تمام حریفوں پر غالب آئے اور سبھی نے مل کر آپ کی علمی مقام و برتری کی گواہی دی تو وہ اپنے اندر احساس حقارت کرنے لگا اور دوسروں کی نگاہوں میں پائے جانے والی امامؑ کی عظمت و مرتبیت سے وحشت زدہ ہو کر رہ گیا۔(۱)

ان مناظروں کی تفصیلات، احتجاج طبرسی اور عیون خبر الرضا میں نقل ہو چکی ہیں لیکن ہم اس کتاب کے اختصار کے پیش نظر اسی پر اکتفا کریں گے۔

ذیل میں ایک اور مناظرہ نقل کیا جاتا ہے جو بہت سے سبق آموز نکات پر مشتمل ہے اور جس میں خود مامون نے بھی شرکت کی تھی۔

## ۳۔ علمائے عراق و خراسان کے ساتھ مناظرہ

شیخ صدوقؒ نے ریان بن صلت سے نقل کیا ہے۔ مامون کی طرف سے تشکیل دی گئی مناظرے کی ایک مجلس میں، کہ جس میں امام رضاؑ اور مامون کے علاوہ چند علمائے عراق بھی شریک تھے، مامون نے علماء سے پوچھا کہ خدا کی اس آیت

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (پھر ہم نے ان لوگوں کو وارث کتاب بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا تھا۔(۲)

میں برگزیدہ بندوں سے مراد کون ہیں؟

...، ص ۵۹

علماء نے کہا اس سے مراد ہر ملت کے برگزیدہ بندے ہیں۔

مامون امام رضاؑ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا یا ابا الحسن آپ کیا فرماتے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا میں ان کے عقیدے کو نہیں مانتا بلکہ خدا کے برگزیدہ بندوں سے مراد اہل بیتؑ ہیں۔

مامون: کس دلیل سے اہل بیتؑ مراد ہیں؟

امامؑ: اگر ان سے مراد ہر امت کے برگزیدہ افراد ہوں تو اس سے لازم آتا ہے کہ تمام انہیں بہشت میں داخل ہوں جبکہ خدا اس کے بعد فرماتا ہے: فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ ان میں سے بعض اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں، اور بعض میانہ رو ہیں، اور بعض نیک کاموں کی طرف پہل کرنے والے ہیں(۱) ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں پر ظلم نہیں کرتے اور نیکی میں پہل کرتے ہیں کہ جس کے نتیجے میں وارد بہشت ہوں گے۔ لہذا یہ وراثت صرف اہل بیتؑ سے مختص ہے نہ دوسروں کے لئے۔

مامون: عترت طاہرہ کون ہیں؟

امامؑ: وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا بیشک خدا تو یہ چاہتا ہے کہ آپ اہل بیتؑ سے ہر قسم کی پلیدی دور کرے اور آپ لوگوں کو پاکیزہ بنائے۔(۲)

---

۱۔ فاطر/۳۲

۲۔ احزاب/۳۳

اور یہ رسول خدا کے آل بیت ہیں جیسا کہ خود آنحضرتؐ نے بھی اپنی وصیت میں فرمایا
انی تارکٌ فیکُمُ الثّقلین کتاب اللہ و عترتی بیشک میں تمہارے درمیان دو
عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، کتاب خدا اور میری عترت۔

علماء نے پوچھا یا ابا الحسن کیا عترت سے مراد آل رسولؐ ہیں یا غیر آل رسول؟

امام: آل رسولؐ مراد ہے۔

علماء: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ میری امت میری آل ہے اور یہ تو حضورؐ کے اصحاب ہیں جو اس خبر "معروف" ہونا قابل انکار ہے کہ مطابق آل پیغمبرؐ سے مراد آپ کی امت ہے۔

امام: ذرا بتاؤ تو صحیح کہ صدقہ آل پیغمبرؐ پر حرام ہے یا حلال؟

علماء: حرام ہے۔

امام: اور امت پر کیسے؟

علماء: حلال ہے۔

امام: یہی فرق ہے امت اور آل میں۔ کیا وجہ ہے کہ تم لوگ قرآن سے پہلوتہی کرتے ہو یا یہ کہ تم تجاوز کرنے والے ہو؟ کیا تمہیں ابھی تک علم نہیں کہ روایت کا ظاہر ہی (خدا کے) برگزیدہ اور ہدایت یافتہ افراد پر دلالت کرتا ہے اور دوسرے تو اس سے بے بہرہ ہیں؟

علماء: یا ابا الحسن کہاں سے یہ مطلب ثابت ہے؟

امام: خداوند قرآن میں فرماتا ہے ولقد ارسلنا نوحاً و ابراھیم وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ و الکتاب فمنھم مھتد و کثیر منھم فاسقون ہم نے نوح اور ابراہیم کو رسول بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کی نسل میں نبوت اور کتاب کو قرار دیا کہ ان

میں سے بعض ہدایت پانے والے اور بعض فاسق ہیں (۱)

پس ثابت ہوا کہ وراثت و نبوت ہدایت یافتہ افراد کے لئے ہے نہ کہ فاسقوں کے لئے

چنانچہ حضرت نوحؑ نے جب خدا سے درخواست کی کہ میرے بیٹے کو نجات عطا کر تو ارشاد ہوا انّه لیس من اھلک انّه عملٌ غیر صالح وہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ برے عمل کا مالک ہے۔(۲)

مامون نے پوچھا کیا عترت نبیؐ کو دوسرے لوگوں پر کوئی فضیلت دی ہے؟

امامؑ: خداوند نے اہلبیتؑ کی فضیلت کو اپنی محکم کتاب میں یوں بیان فرمایا ہے

إنّ الله اصطفی آدم ونوحاً وآل إبراهیم وآل عمران علی العالمین ذرّیّة بعضها من بعض بے شک خدا نے آدمؑ، نوحؑ، آل ابراہیمؑ اور آل عمران کو عالمین میں برگزیدہ کیا ہے اور وہ ایک دوسرے کی ذریت ہیں۔(۳)

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے أم یحسدون الناس علی ما آتاهم الله من فضله فقد آتینا آل إبراهیم الکتاب والحکمة وآتیناهم ملکاً عظیماً یا یہ کہ وہ خدا کی طرف سے عطا کی گئی فضیلت پر حسد کرتے ہیں یقیناً ہم نے آل ابراہیم کو کتاب و حکمت عطا کی اور ایک عظیم سلطنت بھی نہیں عطا کی۔(۴)

پھر خدا مومنوں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے یا أیها الذین آمنوا

---

۱۔حدید/۲۶

۲۔ہود/۴۶

۳۔آل عمران/۳۴

۴۔نساء/۵۴

أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (اے ایمان والو! تم خدا اور اس کے رسول اور تم میں سے جو صاحب امر ہیں ان کی اطاعت کرو۔)[1]

تو یہاں صاحب امر سے مراد وہی ہیں جن کو کتاب و حکمت ورثے میں ملی ہیں اور انہی دو چیزوں کی وجہ سے دوسروں کو حسد ہوتا ہے۔

علماء: کیا خدا نے لفظ "مصطفیٰ" کی قرآن میں تفسیر کی ہے؟

امام: خدا نے قرآن میں اس کے باطنی معنی کے علاوہ ۱۲ مقامات پر لفظ مصطفیٰ کی ظاہری تفسیر بھی کی ہے جو یہ ہیں:

۱۔ آیہ انذار (شعراء/۲۱۴)

۲۔ آیہ تطہیر (احزاب/۳۳)

۳۔ آیہ مباہلہ (آل عمران/۶۱)

۴۔ آیہ سد ابواب مسجد (یونس/۸۷)

۵۔ آیہ وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ (اسراء/۲۶)

۶۔ آیہ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (شوریٰ/۲۳)

۷۔ آیہ إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ (احزاب/۵۶)

۸۔ آیہ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ (انفال/۴۱)

۹۔ آیہ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (انبیاء/۷)

۱۰۔ آیہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ (نساء/۲۳)

---

۱۔ نساء/۵۹

۱۵۔ آیہ وقال رجلٌ مؤمنٌ من آل فرعون (مومن ۲۸)

۱۶۔ آیہ وأمُر اھلک بالصلوٰۃ (طہٰ ۱۳۲)

مذکورہ بالا آیتوں سے متعلق علماء کے بیانات کی تفصیل کتاب کی گنجائش سے خارج ہے لہٰذا ہم ان میں سے صرف چند ایک کی تشریح بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔

امام نے فرمایا: جب نبی کریم ﷺ پر آیت وآت ذا القربیٰ حقه (اور قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو) نازل ہوئی تو آپ نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کو طلب فرمایا یہ باغ فدک ہے جو جنگ میں غلبہ پا کر حاصل نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ میری ذاتی ملکیت ہے اور اس سے مسلمانوں کا کوئی تعلق نہیں ہے تو میں اس کو تجھے بخش دیتا ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ نے مجھے امر فرمایا ہے کہ میں اس کو تجھے اور تیرے بچوں کو بخش دوں۔ لہٰذا آنحضرت کے قرابتداروں کو خاص فضیلت حاصل تھی کہ خدا نے دوسروں پر ان کو ترجیح دی اور انتخاب فرمایا۔

نیز آیت قُل لا اسئلکم علیه اجراً الّا المودّة فی القُربیٰ (اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ میں تم سے سوائے قرابتداروں سے محبت کے کوئی اجر نہیں مانگتا) بھی پیغمبر اکرم ﷺ کے لئے ایک خاص شرف ہے جو آپ کو دوسرے انبیاء پر حاصل ہے۔ نیز یہ آیت آپ کی آل کے لئے بھی مخصوص فضیلت ہے کیونکہ انبیاء سلف اس شرف سے بہرہ مند نہ تھے چنانچہ نوحؑ نے اپنی قوم سے فرمایا یا قومِ لا اسئلکم علیه مالاً ان اجری الّا علی الله (لوگو میں تبلیغ رسالت کی پاداش میں تم سے دولت نہیں مانگتا میرا اجر صرف خدا پر ہے)۔

اسی طرح حضرت ہودؑ نے اپنی قوم سے فرمایا لا اسئلکم علیه اجراً ان اجری

لا عنبي امدي قصرتي افلا تعقلون؟ (یعنی تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو وہ عطا کرے گا جس نے مجھے خلق فرمایا ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟)

امام نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی آنحضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا

لوگو خدائے تعالیٰ نے میرے بارے میں تم پر ایک کام کو واجب کر دیا ہے تو کیا تم اس کو انجام دو گے؟

ان میں سے کسی نے جواب نہیں دیا۔ آپ نے دوبارہ فرمایا لوگو یہ کام سونا اور چاندی سے متعلق نہیں ہے کہ جس کی ادائیگی تم پر شاق ہو پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی تو لوگوں نے جواب دیا ہاں ہم قرابتداروں سے محبت کریں گے لیکن بعد میں اکثر نے اس واجبی فریضے پر عمل نہ کیا۔

خدائے تعالیٰ نے تمام انبیاء کو یہ امر فرمایا کہ اپنی قوم سے اجر رسالت نہ مانگیں کیونکہ پیغمبروں کا اجر و پاداش صرف خدا کے عہدے پر ہے۔ لیکن صرف محمد ﷺ کو حکم فرمایا کہ اجر رسالت کے عنوان سے اپنے قرابتداروں کی محبت کو امت پر واجب قرار دے اور یہ مودت و محبت صرف ائمہ معصومین اور اہل بیت اطہار سے مخصوص ہے۔ ایک اور آیت میں پروردگار فرماتا ہے

واعلموا انما غنمتم من شيء فان لله خمسه وللرسول ولذي القربى

اس آیت میں خداوند نے اپنے اور اپنے رسول کے حصے کو ذوی القربی کے حصے کا قرین قرار دیا ہے جو کہ امت اور اہل بیت کے درمیان پائے جانے والے فرق کو واضح

۱۔ انفال/۴۱

۲۔ عیون اخبار الرضا ج ۱ باب ۲۳

قرار دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک ارفع مقام پر قرار دیا ہے اور باقی تمام لوگوں کو
ان سے پرے مرتبے میں قرار دیا ہے، اور جو کچھ اپنے لئے پسند کیا ہے آپ رسولؐ کے لئے
بھی پسند فرمایا ہے یوں انہیں دوسروں سے برگزیدہ قرار دیا ہے۔

پروردگار نے پہلے اپنا نام لیا ہے پھر اپنے رسولؐ کا اور اس کے بعد ذوی القربیٰ کا ذکر
کیا ہے اور مال غنیمت اور جنگی اموال وغیرہ میں سے جو کچھ اپنے لئے ذکر کیا ہے ان کے
لئے بھی قرار دیا ہے اور اس بات کا فرمان حق پر مبنی ہوتا ہے (یہ بات جاننی چاہئے کہ
جو بھی مال غنیمت وغیرہ ہاتھ آئے اس میں سے پانچواں حصہ خدا، رسولؐ اور ذوی القربیٰ کے
لئے ہوگا) اور خدائے تعالیٰ کا یہ قول ان کے لئے کتاب ناطق میں قیامت تک رہنے والا
ایک شدید اور دائمی حکم ہے ایک ایسی کتاب میں پائے جانے والا حکم جس میں کہیں سے بھی
باطل راہ نہیں پا سکتا اور جو خدائے دانا کی جانب سے نازل ہو چکی ہے۔

لیکن آیت کے آخر میں جو یتیموں اور مساکین کو مقید کیا ہے (یعنی ان کا حصہ دائمی اور
ہمیشہ کیلئے نہیں ہے کیونکہ) یتیم جب بلوغت کو پہنچ جاتا ہے مال غنیمت کے مصرف سے
خارج ہو جاتا ہے پھر وہ مزید حصہ نہیں پا سکتا اسی طرح مسکین اور فقیر بھی جب تنگدستی ان
سے دور ہو جائے تو وہ مزید مال غنیمت کے حقدار نہیں ٹھہرتے۔ لیکن جو ذوی القربیٰ کا حصہ
ہے تو وہ قیامت تک ان کے لئے ہے چاہے وہ توانگر و بے نیاز ہوں یا محتاج و نادار، کیونکہ
اس کے باوجود کہ کوئی خدا اور اس کے نبی سے زیادہ غنی نہیں ہو سکتا، خداوند نے اپنے اور
اپنے رسولؐ کے لئے ایک خاص حصہ معین کیا ہے اور جو کچھ اپنے اور اپنے رسولؐ کے لئے
پسند فرمایا ہے ذوی القربیٰ کے لئے بھی پسند فرمایا ہے اسی طرح مال غنیمت وغیرہ میں سے
بھی جتنا اپنے لئے پسند کیا ہے ان کیلئے بھی پسند فرمایا ہے چنانچہ آیت میں واضح ہے کہ پہلے

خدا سے شروع کیا پھر اپنے رسولؐ اور اسکے بعد ذوی القربی کا تذکرہ کر کے ان کے حصے کو اپنے اور اپنے رسولؐ کے حصے کا قرین بنایا۔

اسی طرح آیت اطاعت میں بھی ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے

يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم

اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی اور تم میں جو صاحب امر ہے اس کی اطاعت کرو۔(۱)

اس آیت میں پہلے اپنا تذکرہ فرمایا ہے پھر رسولؐ کا اور اس کے بعد اپنے اہل بیتؑ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی طرح آیت ولایت میں انما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا (تمہارے ولی و سرپرست صرف خدا، اس کے رسول اور وہ ہیں جو ایمان لے آئے)(۲) میں بھی اہل بیتؑ کی اطاعت کو اپنے رسولؐ کی اطاعت کا قرین قرار دیا ہے جس طرح مال غنیمت وغیرہ میں انکے حصہ کو اپنے اور اپنے رسولؐ کے حصے کا قرین بنایا تھا، سبحان اللہ کس قدر اس خاندان پر خدا کی نعمتیں عظیم ہیں۔

لیکن چونکہ صدقہ کا ذکر ہو تو ذات عزوجل نے اپنے ذکر کو اس سے بری اور منزہ قرار دیتے ہوئے فرمایا انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل فريضة من الله

صدقات بصرف فقیروں، مسکینوں اور ان کو اکٹھا کرنے والوں اور دوسروں کو (اسلام کی

---

طرف) رغبت و الفت دلانے والوں کے لئے ہیں نیز غلاموں (کی آزادی)، راہ خدا (میں خرچ کرنے) اور مسافروں کے لیے ہیں یہ خدا کی طرف سے ایک فریضہ ہے۔ (۱)

تو کیا اس میں سے خدا اپنے یا اپنے رسول اور ذوی القربیٰ کے لئے کوئی نصیب مقرر کر سکتا ہے؟

حق تعالیٰ نے خود کو اور اپنے رسول اور اس کے اہل بیت کو نہ صرف صدقے سے مبرّا رکھتے ہوئے اس میں سے کوئی حصہ مقرر نہیں کیا بلکہ اسے حرام قرار دیا ہے بنابریں صدقہ محمدؐ و آل محمدؐ پر حرام ہے کیونکہ یہ ہستیاں ہر قسم کے میل کچیل اور گندگیوں سے دور ہیں چونکہ خداوند نے انہیں پاک اور پاکیزہ اور برگزیدہ بنایا ہے اور ان کے لئے ہر اس چیز کو پسند کیا ہے جو خدا کو پسند کیا اور ہر اس چیز کو ان کے لئے ناپسند کیا ہے جو اپنے لئے ناپسند کیا ہے۔

لفظ ''اصطفیٰ'' کی تفسیر کے سلسلے میں ایک اور آیت، آیت تحریم ہے کہ فرماتا ہے

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ (تم پر تمہاری مائیں، بیٹیاں اور بہنیں حرام قرار دی گئی ہیں) (۲)

امام علیہ السلام نے فرمایا علماء سے پوچھو کہ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہوتے تو کیا آپؐ میری بیٹی یا نواسی یا میری نسل سے آنے والی ہر (بیٹی) سے شادی کر سکتے تھے؟ علماء نے جواب دیا: نہیں

امامؑ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی کی بیٹی سے کر سکتے تھے؟

---

۱۔ توبہ/۶۰

۲۔ نساء/۲۳

کہا گیا ہے

امام نے یہی موضوع اس بات کی دلیل ہے کہ ہم ان کی آل ہیں اور تم ان کی آل میں سے نہیں ہو۔ اگر تم بھی ان کی اولاد میں سے ہوتے تو تمہاری بیٹیاں بھی آنحضرت پر حرام ہوتیں جس طرح میری بیٹیاں ان پر حرام ہیں۔ مقصد یہ کہ ہم ان کی آل ہیں اور تم آنحضرت کی امت ہو اور ان دونوں میں واضح فرق پایا جاتا ہے کہ آل آپ کی نسل میں سے ہے اور امت آپ کی نسل اور اولاد میں سے نہیں ہوتی۔

مجلس مناظرہ ختم ہونے کے بعد مامون اور علماء نے کہا اے ابوالحسن خدا آپ اہل بیت کو جزائے خیر عطا کرے کہ جب بھی کوئی چیز ہم پر مشتبہ ہوتی ہے تو آپ لوگوں کے سوا کوئی اور اس کی وضاحت نہیں کر سکتا۔(۱)

امام نے مرو میں اپنے قیام کے دوران مذکورہ مناظروں کے علاوہ خود مامون اور دیگر مذاہب کے علماء کے ساتھ بھی بحث و مذاکرے کیے ہیں جن کی تفصیل تاریخی کتب میں پائی جاتی ہے۔ ہم اس بحث کو یہیں پر ختم کر دیتے ہیں اور دیکھ لیتے ہیں کہ جب امام رضاؑ مرو میں قیام فرما رہے تھے تو دوسرے شہروں میں کیا کیا واقعات رونما ہوئے۔

---

۱۔ زندگی حضرت علی بن موسیٰ الرضا ۔ تالیف اصحاب ج ۲ ص ۱۲۹

# شورشِ بغداد

جب مامون کے دستور پر امام ہشتم ؑ کی ولیعہدی کی اطلاع دوسرے تمام اسلامی شہروں میں پہنچائی گئی تو بہت سے لوگوں نے مامون کے اس دستور کو قبول نہ کیا جبکہ مدینہ جیسے بعض شہروں میں اس کا گرمجوشی کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ لیکن بغداد جو نیا نیا بس چکا تھا اور عباسیوں کا مرکزِ حکومت تھا، میں بنی عباس کے سرکردوں کے ابھارنے پر نہ صرف اس دستور سے سرپیچی کی بلکہ وہ (چند لوگوں کے علاوہ جو ائمہ ؑ کے طرفدار تھے) مامون کی مخالفت کے درپے ہوئے اور اسے خلافت سے برکنار کرتے ہوئے اس کے چچا ابراہیم بن مہدی کی بیعت کر لی۔

مامون کے ساتھ بنی عباس اور بغدادیوں کی مخالفت کا سبب، مامون کی طرف سے انجام پانے والے حسبِ ذیل امور ہو سکتے ہیں

۱۔ امین کا مر جانا اور اس کی ماں زبیدہ کے ساتھ کی جانے والی بے اعتنائی، جو امین کی ماں ہونے کے علاوہ بنی عباس کے مشہور و بارسوخ عورتوں میں سے تھی

۲۔ عرب قوم پر ایرانیوں کو دیے جانے والی ترجیح، کیونکہ مامون خراسانیوں کو اپنے حامی اور پشت پناہ جانتے ہوئے دار حکومت کو بغداد سے مرو میں منتقل کر چکا تھا

۳۔ ہرثمہ بن اعین کا قتل جو اہل بغداد کی سرکشی اور سپاہیوں کی بغاوت کا سبب بنا اور سرانجام حسن بن سہل کو جو عراق میں مامون کی طرف سے حاکم تھا، شہر بدر کر دیا گیا اور چونکہ حسن اس علاقے میں امن قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا لہذا ہر طرف فتنہ و فساد کا بازار گرم رہ جاتا تھا۔ فسادی و مفاد پرست لوگ ایسے موقعوں سے فائدہ اٹھا کر مختلف طریقوں سے لوگوں سے ان کے اموال کی حفاظت کے بدلے میں ٹیکس لیتے تھے جس کی وجہ سے شہریوں میں ایک قسم کی وحشت پھیلی ہوئی تھی۔

۴۔ فضل بن سہل کو وزارت پر اور اس کے بھائی حسن کو عراق کی حکومت پر منصوب کرنا خصوصاً مامون کی طرف سے فضل بن سہل کو بہت زیادہ اختیار کا مالک بنانا، جو بغدادیوں بالخصوص بنی عباس میں نفرت پھیلنے کا موجب بنا، جس کی بنا پر مامون ہمیشہ حسن بن سہل کے ساتھ مخالفت اور نزاع میں الجھا رہا۔

۵۔ سب سے اہم موضوع امام رضا کی ولایت عہدی کا مسئلہ تھا بلکہ اسی کو ہی بنی عباسیوں کی بغاوت کا بنیادی سبب قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ انکا کہنا یہ تھا کہ مامون نے امام کی اس ولیعہدی کے ذریعے خلافت کو بنی عباس سے خاندان علیؑ کی طرف منتقل کیا ہے۔

سرانجام بنی عباس، امام رضا کی ولایت عہدی کی وجہ سے علویوں کے نفوذ کا سوچ کر وحشت زدہ ہوئے اور مامون کی شدید مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی سرداری کو قائم رکھنے کی خاطر بالآخر مامون کا چچا ابراہیم بن مہدی کی خلافت پر بیعت کر لی اور

اپنے خیال میں مامون کو خلافت سے معزول کر کے حسن بن سہل کو دوبارہ بغداد سے نکال دیا۔

ابراہیم پیشرفت کر رہا تھا اور فضل بن ربیع بھی اس کا ساتھ دے رہا تھا یوں آہستہ آہستہ دوسرے شہروں میں بھی وہ لوگوں کو اپنی اس تحریک میں شرکت کی دعوت دینے لگے۔

حسن بن سہل اپنے مہم آگے بڑھانے اور بھائی کے منصوبے کو مضبوط بنانے کے لیے اس آشوب کی آگ کو بجھا دینا چاہتا تھا اسی وجہ سے اس نے اپنی سپاہیوں کو لے کر ابراہیم بن مہدی اور اس کے حمایتیوں کے ساتھ جنگ شروع کر دی لیکن ہر بار ابراہیم کا لشکر حسن کی سپاہیوں کو شکست دیتا رہا اور حسن اس معاملے میں حیران و سرگردان رہا۔ کبھی ''واسط'' جانا چاہتا تھا اور کبھی کوفہ کے بارے میں فکر کرتا تھا کہ اہل کوفہ کا شیعوں کی طرف زیادہ رجحان پیدا ہو جاتا ہے بعید ممکن ہے کہ انہیں اپنے مہم میں مدد دیا جائے اسی غرض سے اس نے کوفہ کی حکومت کو عباس بن موسی (برادر امام رضا ؑ) کے حوالے کر دیا اور اسے یہ دستور دیا کہ لوگوں کو مامون اور اس کے برادر علی بن موسی الرضا ؑ کی طرف بلائے اور ایک ہزار درہم بھی فوجی امداد کے طور پر اسے دیتے ہوئے کہا اپنے بھائی علی (بن موسی الرضا ؑ) کی حمایت میں جنگ کرو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔

لیکن حسن بن سہل اس نکتے سے غافل تھا کہ کوفہ جیسے شہر میں کہ جس کے باشندوں میں منافقت اور دورنگی بھری ہوئی تھی، عباسیوں اور علویوں کے خاندانوں میں اتحاد و یکجہتی پیدا نہ ہو سکے گی۔ چنانچہ اہل کوفہ پہلے سے علویوں کی طرف سے حسن کی حاکمیت کو قبول کرنے پر تیار نہ تھے بلکہ اس کی مخالفت کر رہے تھے اور اسے مامون کی طرف سے بھیجا ہوا ایک ذمہ دار شخص گردانتے تھے اسی سبب سے کوفے میں بھی بغداد کی طرح شورش و فساد برپا

آہستہ آہستہ اس شورش کے شعلے بصرہ جیسے شہروں تک بھی پھیل گئے حتیٰ کہ عراق سے باہر شہروں کو بھی اس آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ان تمام حالات کے بارے میں حسن بن سہل یا خراسان کی طرف جانے والے دوسرے لوگوں کے ذریعے فضل بن سہل کو رپورٹ دی جاتا تھا لیکن فضل، مامون کو ان حالات و واقعات میں سے کسی کے بارے میں بھی مطلع نہیں کیا کرتا تھا یوں اسے عراق اور حجاز کے حالات سے بالکل بے خبر رکھا ہوا تھا کیونکہ وہ اہل عراق کی اپنی وزارت سے ناراضگی کی طرح اپنے بھائی کی شورشوں کے خاتمے میں ناکامی کو مامون کے کانوں تک پہنچانا نہیں چاہتا تھا اور دوسرے، فرد بھی جوان شہروں کے وضاع سے آگاہ تھے، فضل کے بارے مامون کو اطلاع نہیں دیتے تھے۔

لیکن حضرت امام رضاؑ بغداد اور بعض دیگر شہروں میں برپا ہونے والے تمام آشوب و فسادات سے مکمل باخبر تھے اور آپؑ مشاہدہ فرما رہے تھے کہ فضل اس سلسلے میں حقائق پر پردہ ڈالتے ہوئے مامون کو اسلامی شہروں کے حالات سے بے خبر رکھا ہوا ہے تو آپؑ نے اپنی ملکوتی اور خلاقی کردار کی بنیاد پر اس سلسلے میں خاموشی کو جائز نہ جانتے ہوئے مامون کو بغداد کی شورش سے آگاہ کر دیا۔

ایک روز آپؑ مامون کی مجلس میں تشریف فرما تھے، مامون نے اس حوالے سے کہ اسے مشرکوں کے بعض علاقوں پر اپنی سپاہیوں کی فتح یابی کی خبر پر مشتمل ایک خط ملا تھا اور آپؑ کو اس خوشخبری سے خوشحال کرانا چاہتا تھا لہٰذا جب آپؑ مامون کے محل سے نکلنے لگے تو مامون نے آپؑ سے تقاضا کیا کہ اس خوشخبری کے سلسلے میں ذرا تامل کریں اور پھر

بشاشت کے ساتھ اس خط کو پڑھیں۔ حضرت نے فرمایا کیا تم مشرکوں کے چند علاقوں پر فتح پانے پر خوش ہو؟

مامون نے کہا تو کیا ایسی خوشخبری پر خوش نہیں ہونا چاہیے؟

امام نے فرمایا اے امیر المومنین، امت محمد (ﷺ) کے بارے میں خدا سے ڈرو کیونکہ تم نے مسلمانوں کے معاملے میں نہایت کوتاہی کرتے ہوئے ان کے کاموں کو کسوں پر چھوڑا ہے جو خدائے عزوجل کے احکام کے مطابق لوگوں کے ساتھ سلوک نہیں کرتے۔ تم مدینہ جیسے شہر کو چھوڑ چکے ہو جو سرزمین ہجرت اور مرکز وحی ہے، اور تمہارے دور میں انصار و مہاجر دوسروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بن رہے ہیں یوں کبھی کسی قسم کے حق اور عہد و پیمان کی رعایت نہیں ہوتی۔ ناداروں اور مظلوموں کے دن بہت دشواریوں اور سختیوں میں گزر رہے ہیں وہ اپنی معاش کے سلسلے میں بے بس و ناتواں ہو چکے ہیں اور کسی ایسے شخص کو بھی نہیں پاتے جو ان کی فریاد پر پہنچے۔ تو اس قسم کے حالات سے تم بے خبر ہو اور امت تم تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی۔

پس اے حید مسلمانوں کے بارے میں خدا کا خوف کھاؤ اور مرکز نبوت کی طرف لوٹ جاؤ جو کہ انصار و مہاجرین کی پناہگاہ ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ مسلمانوں کا فرمانبردار خیمے کے ستون کے مانند ہیں؟

طبری لکھتے فضل بن سہل مامون کو (مسلمانوں کے) حالات سے بے خبر رکھا ہوا تھا، لیکن امام رضا نے بغداد، کوفہ اور بصرہ کے انقلاب سے اسے آگاہ کر دیا اور فرمایا بغداد میں لوگوں نے ابراہیم بن مہدی کی بیعت کر لی ہے۔ مامون نے کہا فضل نے اطلاع دی ہے کہ لوگوں نے ابراہیم کی امیر کے نمائندے کے طور پر بیعت کی ہے۔

حضرت رضا ؑ نے فرمایا فضل نے خیانت کرتے ہوئے جھوٹ بولا ہے کیونکہ حسن بن سہل اور ابراہیم کے درمیان جنگ ہوئی ہے اور اگر تمہاری نمائندگی میں بیعت ہوئی ہوتی تو ان کے درمیان جنگ نہ چھڑتی۔ تمہیں ولیعہد بنانے پر لوگ فضل کی وزارت اور حسن کی حکومت کے بارے میں تم سے ناراض ہو چکے ہیں۔

مامون نے پوچھا کیا سپاہیوں میں سے بھی کوئی اس بات سے آگاہ ہے؟

حضرت نے فرمایا ہاں یحییٰ بن معاذ، عبداللہ بن عمران اور دیگر بعض سپاہی بھی اس سلسلے میں خبر رکھتے ہیں۔

مامون نے ان سب کو بلوایا اور پوچھا کیا تم لوگ حالات سے آگاہ ہو؟

پہلے تو وہ حالات بیان کرنے میں پس و پیش کرتے رہے یہاں تک کہ مامون نے ان میں سے ہر ایک کو ایک امن نامہ لکھ کر دے دیا کہ فضل بن سہل کو پتہ چلنے کی صورت میں یہ لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوں گے اور یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ ان کے راز کو فاش نہیں کریگا۔

اس پر انہوں نے مامون کو ان تمام واقعات سے آگاہ کیا جو امام ؑ نے بیان فرمائے تھے اور یہ بھی کہا کہ سپاہیوں کے کئی دستے اب خلیفہ سے کدورت رکھنے لگا ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں علی بن موسیٰ الرضاؑ نے مامون کو ان تمام واقعات سے آگاہ کر دیا جو عراق میں امین کے قتل کے سلسلے میں پیش آئے تھے اور جن کو فضل ان سے چھپانا چاہتا تھا۔ آپؑ نے فرمایا بنی عباس تم پر خشمگین ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم پر جادو کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ (انہوں نے تمہاری بیعت توڑ کر) ابراہیم بن مہدی کی بیعت کر لی۔

مامون نے یہ سن کر کہا انہوں نے بیعت نہیں کی ہے بلکہ بقول فضل اس کو اپنا امیر بنایا

ہے تاکہ اس کے حکم پر عمل کریں۔ حضرت نے فرمایا فضل جھوٹ بول رہا ہے اور اب بھی ابراہیم و حسن کے درمیان فضل اور اس کے بھائی کو تیرے نزدیک مقام ملنے پر جنگ جاری ہے اسی طرح میری ولی عہدی پر بھی ناراض ہیں۔

مامون نے کہا کیا کوئی اور بھی ان واقعات کو جانتا ہے؟

حضرت نے فرمایا یحییٰ بن معاذ، عبداللہ بن عمران اور دیگر بعض سپاہی بھی ان حالات سے آگاہ ہیں۔ مامون نے انہیں بلوایا جائے۔ پھر جب مامون نے انہیں امان دیا تو انہوں نے انہیں باتوں کو دہرایا جو امام بیان فرما چکے تھے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہرثمہ کا مقصد بھی یہی تھا کہ خلیفہ کو حالات سے آگاہ رکھا جائے۔

مامون نے فضل بن سہل کو بلا کر اس سے جواب طلبی کی کیونکر مجھے اب تک حالات سے بے خبر رکھا؟

فضل نے اسی سابقہ بات دہرائی کہ اہل بغداد نے ابراہیم کو اپنا امیر بنا دیا ہے نہ خلیفہ۔ اور دوسری طرف سے میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ ان حوادث کا امیر المومنین سے تذکرہ کر کے ان کے ذہن کو پریشان اور مضطرب کروں، بلکہ میں خود ان مسائل کو حل کرنے کے درپے تھا اور اس انتظار میں تھا کہ جیسے ہی یہ اختلافات ختم ہو جائیں ساری تفصیلات کو خلیفہ کی خدمت میں پیش کروں۔

مامون اس بات کو خوب سمجھتا تھا کہ فضل کی باتوں کو ماننا اور اس کو زیادہ اختیارات دینا ہی شورش و فسادات کا بنیادی سبب تھا اور وہ فضل بن سہل کی اس حرکت پر کہ اس کو حالات اور حوادث سے بے خبر رکھا تھا، اس کی نسبت بدگمان ہوا لیکن ظاہر میں کوئی ایسا کام نہ کیا جو اس بدگمانی کی نشاندہی کرے۔

بغداد کی شورش سے آگاہ ہونے کے بعد مامون نے امام رضا سے عرض کیا کہ میرے آقا اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

میری رائے یہ ہے کہ تم یہاں سے نکل کر اپنے باپ دادا کے مقام (مدینہ) کی طرف لوٹ جاؤ اور مسلمانوں کے امور کو سنبھالو۔ ان کے معاملات کو دوسروں کے حوالے مت کرو کیونکہ تمہارے ان اختیارات اور حکومت کے بارے میں خدا تم سے مواخذہ فرمائے گا اور تم ہی ان معاملات کا جوابدہ ہو گے۔

مامون نے کہا کیا خوب فرمایا آپ نے اے میرے آقا صحیح اور درست رائے بھی یہی ہے۔ اس کے بعد اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ سفر کے ساز و سامان مہیا کر کے روانگی کے لیے تیار ہو جائیں۔

جب ذوالریاستین (فضل بن سہل) مامون کے ارادے سے آگاہ ہوا تو بہت پریشان اور غمگین ہوا کیونکہ وہ مرو میں تمام امور کو اپنے ہاتھوں میں لے چکا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ مامون کے جانے کے بعد اس کی سرنوشت بدل کر رہ جائے گی خصوصاً اس بارے میں کہ اب مامون مزید اس کی رائے کو اہمیت نہیں دیں گے۔ چونکہ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ مامون نے امام رضا کے مشورے پر یہ فیصلہ کیا ہے۔ لہٰذا اس کے دل میں امام کے بارے میں کدورت پیدا ہوگئی اور اسی حال میں مامون کے پاس آیا اور کہا اے امیر المومنین! یہ آپ نے کیسا فیصلہ کیا ہے؟ مامون نے کہا میرے آقا ابوالحسن نے مجھے اس سلسلے میں راہنمائی فرمائی ہے اور یہی ان کی رائے ہے۔

فضل نے کہا اس کام میں مصلحت نہیں ہے کیونکہ آپ نے کل ہی اپنے بھائی امین کو قتل کر کے اس سے خلافت کو چھین لیا ہے (جس پر) آپ کے بھائی آپ کے دشمن بن

کے ساتھ جنگ کے لیے بھیجا اور یہ حکم دیا تھا کہ فتح کی صورت میں اس کو قتل کرکے علویوں کے گھروں کو لوٹ لو اور جو قیمتی سامان ہو وہ چھین کر ان کے جسم پر صرف ایک ایک جوڑا باقی رہنے دے۔ جلودی جو ذاتاً ایک خبیث

چکے ہیں نیز اہل عراق اور بنی عباس ،ولیعہدی کو ابوالحسنؑ کے حوالے کرکے اس کو اپنے باپ کے خاندان سے خارج کرنے پر آپ سے ناراض ہیں اسی طرح آل عباس کے علاوہ اور فقہاء اور دوسرے لوگ بھی آپ سے نفرت کرنے لگے ہیں لہذا بہتر یہی ہے کہ خراسان میں ہی ٹھہر جائیں تاکہ حالات معمول پر آجائیں اور ان کے ذہنوں سے قتل امین کا واقعہ جاتا رہے۔ یہاں خراسان میں بہت سے تجربہ کار اشخاص موجود ہیں جو زمانے کے حالات اور نشیب و فراز سے بخوبی آگاہ ہیں اور وہ آپ کے والد کے خدمتگذار رہ چکے ہیں۔ لہذا آپ اس سلسلے میں ان سے بھی مشورہ کر سکتے ہیں اور پھر جو کچھ آپ کی رائے میں آئے اسی پر عمل کریں۔

مامون نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں جو تم کہہ رہے ہو؟

فضل نے کہا جیسے علی بن عمران اور ابن یونس جلودی وغیرہ (چنانچہ پانچویں فصل میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ یہ لوگ وہی تھے جنہوں نے امام رضاؑ کی بیعت نہیں کی تھی اور مامون کے حکم پر قید کردیے گئے تھے)۔

مامون نے کہا بہت اچھے میں اس بارے میں پھر سوچوں گا۔

دوسرے دن امام رضاؑ مامون کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا فیصلہ کر چکے ہو؟ مامون نے فضل کے ساتھ کی گئی اپنی گفتگو امامؑ سے بیان کی اور زندان میں قید کئے ہوئے ان چند افراد کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔

سب سے پہلے علی بن عمر داخل ہوا جب اس نے دیکھا کہ امام رضاؑ مامون کے پہلو میں تشریف فرما ہیں تو کہا اے امیر المومنین میں اس بات سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ اس خلافت کو جسے خداوند نے آپ ہی کے لئے مخصوص کیا ہے اپنے خاندان سے خارج

کر کے اپنے دشمنوں کے حوالے کریں جنہوں نے آپ کے آباء کو قتل کر کے شہریوں کو پراکندہ کیا۔

مامون نے کہا حرمزادے! کیا تم اب بھی اسی عقیدے پر باقی ہو؟

پھر جلاد کو حکم دیا کہ اس کی گردن کاٹی جائے اور جلاد نے اس کی گردن کاٹ ڈالی۔

اس کے بعد ابو یونس داخل ہوا اور جب امام رضاؑ کو دیکھا، مامون سے کہا اے امیر المومنین خدا کی قسم! یہ جو آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے ایک بت ہے کہ جس کی خدا کی بجائے پرستش کی جاتی ہے۔

مامون نے کہا اے زنازادے کیا تم اب بھی امام رضاؑ کی شان کے منکر ہو؟ جلاد کی طرف رخ کر کے کہا کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے۔

پھر جلودی (۱) کو حاضر کیا گیا (امامؑ نے اس احترام کی خاطر جو جلودی نے مدینہ میں آپؑ کی باتوں پر عمل کرتے ہوئے انجام دیا تھا) فرمایا اس بوڑھے کو میرے لئے بخش دو۔

---

اور پست قسم کا آدمی تھا۔ اس نے جہاں تک ہو سکا اہل بیتؑ کے ساتھ سنگدلی اور بے رحمی کا مظاہرہ کیا اور جب اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مدینہ میں علویوں کے گھر میں داخل ہوا تو حضرت امام رضاؑ وہاں موجود تھے آپؑ نے تمام خواتین کو ایک کمرے میں اکٹھا کیا اور خود دروازے پر کھڑے رہے تا کہ جلودی اندر نہ جا سکے۔ جلودی نے کہا مجھے حکم ہے کہ میں جا کر خواتین کے زیورات لے جاؤں۔ امام نے فرمایا میں قسم اٹھاتا ہوں کہ ان سے تمام زیورات تمہارے حوالے کر دوں گا اور ان کے پاس کچھ نہیں چھوڑوں گا پھر آپؑ اندر تشریف لے گئے اور جس طرح فرمایا تھا ایسا ہی کیا یوں آپؑ نے جلودی کو گھر میں داخل ہونے سے روک دیا۔

۱۔ بحار الانوار ج ۴۹ ص ۱۶۵۔۱۶۸

۲۔ کامل التواریخ ابن اثیر ج ۶ ص ۳۴۶

مامون نے کہا اے میرے آقا یہ وہی ہے جس نے مدینے میں پیغمبرؐ کی بیٹیوں سے ساتھ ناروا سلوک کیا ہے اور ان کے زر و زیورات کو لوٹ لیا ہے۔

جب امامؑ جلودی کی سفارش کے بارے میں مامون سے گفتگو فرما رہے تھے تو جلودی نے یہ دیکھ کر سوچا کہ آپؑ اس کے خلاف شکایت کر رہے ہیں اور اس کے مدینے میں انجام دیے ہوئے جرائم سے مامون کو آگاہ کر رہے ہیں۔ لہذا اس نے مامون کی طرف رخ کر کے کہا اے امیر المومنین تجھے قسم ہے ان خدمات کی خاطر جو میں نے ہارون رشید کے لئے انجام دی ہیں، میرے بارے میں اس شخص کی باتوں کو قبول نہ کرنا۔

مامون نے کہا اے ابوالحسن یہ شخص خود آپ کی حمایت کو نہیں چاہ رہا ہے اور ہم بھی اس کی دی ہوئی قسم کو پسند کرتے ہیں۔ پھر جلودی کی طرف رخ کر کے کہا خدا کی قسم میں تمہارے بارے میں ان کی باتوں کو قبول نہیں کروں گا۔ اور حکم دیا کہ اس کو اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ملحق کر دیا جائے۔ یوں مامون نے اس کو بھی پنے کئے کا مزہ چکھا دیا۔

جب فضل بن سہل نے ان کے قتل کی خبر سنی تو بھانپ گیا کہ اب مخالفت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ مامون نے اب مرو کو چھوڑنے کا مصمم ارادہ کیا ہے۔ بہر حال مامون نے سفر کی تیاری اور روانگی کا حکم دیا لیکن فضل اپنے گھر بیٹھے اپنی عاقبت کے بارے میں خوفزدہ تھا۔ مامون نے اسے حاضر کر کے پوچھا کیا بات ہے کہ خانہ نشین ہو چکے ہو؟

فضل نے جواب دیا اے امیر المومنین! آپ کے خاندان اور لوگوں کی نگاہوں میں، میں ایک عظیم مجرم ہوں۔ وہ آپ کے بھائی کے قتل اور رضا کی بیعت کی وجہ سے مجھے برا بھلا کہتے ہیں اور میں حاسدوں کی چغلخوریوں اور مخالفوں کے پروپیگنڈوں سے محفوظ نہیں ہوں لہذا مجھے خراسان ہی میں رہنے دیجئے۔

مامون نے کہا: ہمیں تیرے وجود کی ضرورت ہے اور جو لوگ تیرے بارے میں چغلیاں کرتے ہوئے مشکلیں پیدا کر رہے ہیں تو تم ہمارے نزدیک ایک با اعتماد، خیر خواہ اور مہربان شخص ہو اس کے علاوہ جو چیز تمہاری ضمانت اور ہمارے اطمینان کا باعث ہو سکتی ہے اسے اپنے لئے لکھ دو تا کہ تمہارا دل مطمئن ہو جائے۔

فضل بن سہل گیا اور اپنے لئے ایک تحریر لکھ کر لایا اور علماء نے بھی اس کے حق میں گواہی دیتے ہوئے اس تحریر پر دستخط کیے پھر اسے مامون کے پاس پیش کیا گیا تو مامون نے بھی اس پر دستخط کرتے ہوئے فضل بن سہل کو وہی کچھ دیا جو وہ چاہتا تھا اور اس تحریر کا نام "کتاب حباء و شرط" رکھا گیا۔( )

اس تحریر میں فضل نے اپنے تمام اموال اور جاگیر کو مامون کو بخش دیا تھا کہ اگر کسی وقت منصب سے برطرف ہو جائے تو مامون ان کو دوبارہ اس کے حوالے کرے۔ مامون نے غسان بن عباد کو خراسان میں اپنا جانشین بنا دیا اور خود امام رضا۔ اور ذوالریاستین کے ہمراہ بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔(۲)

# مامون کا رویّہ بدل جانا

مامون جب عراق و حجاز خصوصاً بغداد کی آشوب اور فتنہ و فساد سے آگاہ ہوا، پہلے تو اس نے امام رضاؑ سے مشورہ طلب کیا کہ کیا کیا جائے؟ امام بھی اپنی پاک باطنی اور نیک نفسی کی بنا پر اس کی رہنمائی فرماتے رہے کہ اپنے آباء و اجداد کے وطن میں لوٹ جائے اور نزدیک سے ہی مسلمانوں کے معاملات کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

دوسری طرف سے وہ اپنے وزیر فضل بن سہل کے بارے میں جس نے عراق کے حالات سے اسے بے خبر رکھا تھا، بدگمان ہوا اور اس حیرت میں ڈوب گیا کہ کس طرح ان پیچیدہ مسائل کو حل کیا جائے؟

مامون کہ جس نے ابراہیم بن مہدی کو سرکوب کرنے کی غرض سے عراق کی طرف روانہ ہونے کا مصمم ارادہ کیا تھا، روانگی سے پہلے ان سوالات (اور ان کے نتائج) کو اپنے ذہن میں ابھارتا تھا

کیا فضل بن سہل کو وزارت سے معزول کر دوں یا اسے مرو کا حاکم بنا کر یہیں چھوڑ

جاؤں چاہے اس کی اپنی بھی یہی خواہش ہے؟

بہت دونوں صورتوں میں نتیجہ منفی ہی تھا کیونکہ فضل کا خراسان میں نفوذ کر جانا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا چنانچہ طاہر ذوالیمینین پہلے سے ہی خراسان میں ایک مستقل یا نیم مستقل حکومت تشکیل دینا چاہتا تھا اور خدشہ تھا کہ اس کام کو فضل بن سہل، طاہر سے پہلے ہی انجام دے۔ بنابریں فضل بن سہل کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں جس چیز نے مامون کو پریشان کر رکھا تھا وہ اہل خراسان کی طرف سے فضل بن سہل کے حق میں کی جانے والی حمایت تھی۔

کیا فضل کو اپنے ہمراہ بغداد لے جاؤں؟

تو اس صورت میں پہلے تو اہل عراق فضل اور اس کے بھائی حسن سے راضی نہیں ہیں اور دوسری بات یہ کہ عراق میں تجربہ کار اور ماہر افراد کے ہوتے ہوئے فضل کی کوئی ضرورت نہیں۔ تیسری بات یہ کہ فضل بن سہل اب پہلے کی طرح مخلص اور خیر خواہ نہیں رہا۔ نیز فضل بن سہل سے قطع نظر اپنے ولی عہد کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟ اگر انہیں معزول کروں (اگرچہ خود امامؑ اس بات پر راضی تھے اور پہلے سے ہی یہ منصب آپ پر زبردستی سونپا گیا تھا) تو دوبارہ علویوں کے ہنگاموں اور شورشوں سے روبرو ہوگا اور پھر معاملہ پہلے[۲] سے بھی زیادہ بگڑ جائے گا کیونکہ امامؑ ولیعہدی کے منصب پر آنے سے پہلے مدینہ میں زندگی بسر فرما رہے تھے اور اب تو آپ کی اخلاقی فضائل اور ذاتی شرف مدینہ سے لیکر مرو تک سب پر آشکار ہو چکے ہیں۔ مخصوصاً مرو میں قیام کے دوران مختلف مکاتب فکر کے علماء کے ساتھ کئے گئے علمی مناظروں کے ذریعے آپ کے آسمانی و ملکوتی مقام و مرتبت اور زہد وتقویٰ جیسی صفات ہر عام و خاص پر آشکار ہو گئی ہیں۔ پھر لوگوں کے دلوں میں پائی جانے

۲۔ کامل التواریخ ابن اثیر جلد حساب

ولی عہدیت سے علاوہ اس علاقے سے جو شیعہ سے تعلق رکھتا تھا امامت سے عقیدت مند
تھے اور سب سے بڑھ کر خود مامون نے امام کی ولیعہدی کے جلسے میں ایک طویل عہدنامہ
لکھ کر اسے تمام اسلامی ممالک میں پہنچایا تھا جس میں تمام مسائل کے ہوتے ہوئے نیز
خود رسول کے دستور کے خلاف کرتے ہوئے کیونکر اس ولیعہدی کے عہد کو توڑ سکتا تھا پھر
اس عہد شکنی کے نتیجے میں عمومی افکار پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

چنانچہ اگر مامون کے ولیعہدی کو محفوظ رکھ کر آپؑ کو اپنے بعد جانشیں بنائے تو اس
صورت میں کیا عکس العمل رونما ہوگا اور ان عباسیوں کے ساتھ جیسے رویہ ہوگا اور بغداد
میں برپا ہونے والے ہنگاموں کی اصل علت امام کی ولی عہدی نہیں ہے؟

اور اگر امام سے مشورے کے خلاف مرو میں ہی ٹھہر جاتا اور عراق کی طرف نہ جاتا تو
بھی کئی جہتوں سے خلافت پر تنقیدات اور نکتہ چینیاں ہو سکتی تھیں یعنی عراق وغیرہ میں
ہنگامے برپا تھے اور عباسیوں کے تعاون سے ابراہیم ابن مہدی کو اس کی جگہ مسند
خلافت پر بٹھایا تھا اور اس کو بالکل معزول کیا تھا۔ خود مرو میں بھی معاملات کے اصل
اختیارات ذوالریاستین (فضل بن سہل) کے ہاتھوں میں تھے جس نے گہرے اثر و رسوخ
پیدا کر کے خلیفہ کی طاقت و سلطنت کو کمزور بنا دیا تھا۔

اس طرف سے علی ابن موسیٰ الرضاؑ روز بروز لوگوں کے دلوں کو اپنے قبضے میں لے
رہے تھے اور سب کی توجہ آپؑ کی طرف مبذول ہو چکی تھی جس کے نتیجے میں جس طرح عراق
میں خلافت عباسیوں کے ہاتھوں میں چلی گئی تھی اسی طرح مرو میں بھی دو ممتاز اور
اثر و رسوخ والی شخصیتیں امام اور ذوالریاستین کی طرف سے اس کی خلافت نکتہ چینیوں کا
نشانہ بن چکی تھی۔

کی جان یہ تمام فداکار، مامون کی سازش کو سب سمجھ چکے تھے۔ مامون سے شیعوں کی ولی عہدی کا حل نظر آتی تھی اس لیے کہ اپنے باپ کی دوستی کو چاہتے تھے۔ اب دونوں شخصیتوں کی موت کا سامان فراہم کرنے اور معاملے کو یوں ظاہر کرنے کے لیے کہ آپ پر کسی قسم کی بھی ذمہ داری عائد نہ ہو اور لوگ اس واقعے کو بالکل عادی اور معمولی سمجھیں۔

چونکہ مرو میں ہی اس سازش کو عملی جامہ پہنانا مشکلوں سے خالی نہ تھا لہذا اس نے ارادہ کیا کہ مرو سے بغداد جاتے ہوئے راستہ میں جس کو اس نے عمداً چند روزہ تاخیر میں ڈالا تھا سفر کے دوران ہی اپنے اس شیطانی اور پلید منصوبے کو عملی جامہ پہنایا جائے بغیر اس کے کہ کسی کو بھی اس منحوس سازش سے آگاہ کرے۔

مرو سے عراق کی طرف روانہ ہونے کے بعد ان کے راستے میں آنے والا سب سے پہلا شہر سرخس تھا جو تاریخی حوالے سے بڑی اہمیت کا حامل تھا اور فضل بن سہل کا اصل جائے قیام بھی شہر رہا تھا بطور رئیس تاریخ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ فضل بن سہل کا قتل اسی شہر کے حمام میں مامون کی سازش کے مطابق واقع ہوا جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

ایک دن صبح کے وقت فضل بن سہل حمام میں گیا ہوا تھا کہ اتنے میں چند افراد نے تلواروں کے ساتھ اس پر حملہ کیا اور اس کی ننگی لاش کو تلواروں کے ساتھ چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ جب اس بارے میں شور و غل ہوا اور مامون تک اس کی خبر پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ قاتلوں کو گرفتار کر لیا جائے۔ جب ان کو مامون کے سامنے حاضر کیا گیا تو انہوں نے اپنے دفاع کرتے ہوئے کہا آپ نے خود ہمیں اس کام کا حکم دیا تھا اور اب ہم سے قصاص لینا چاہتے ہیں؟ مامون نے کہا: میں تمہارے ہی فضل کے قتل کے اقرار پر تمہیں قصاص کروں گا اور جو تم نے اس کے ثبوت میں یہ کہتے ہو کہ میں نے تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیا تھا تو اس سے

عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۸۴

میں تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ پھر مامون نے حکم دیا کہ ان کی گردن کاٹ دی جائے اور ان کے سروں کو ایک تعزیت نامے کے ساتھ حسن بن سہل کی طرف روانہ کر دیا اور اس سے وعدہ کیا کہ عنقریب اسے فضل بن سہل کے منصب وزارت پر بٹھائے گا۔

طبری لکھتے ہیں: فضل بن سہل کا قتل ۲ شعبان ۲۰۲ھ کی صبح کو ۶۰ سال کی عمر میں واقع ہوا۔ مامون نے حکم دیا کہ فضل کے قاتلوں کو گرفتار کر لیا جائے۔ انہوں نے واقعے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اس سلسلے میں کوئی علم نہیں ہے لیکن مامون نے ان کی باتوں کو نہیں مانا اور ان سب کو قتل کرنے کا حکم جاری کیا۔

پھر مامون نے حکم دیا کہ ان کے سروں کو حسن بن سہل کو بھیج دیا جائے اور ایک تعزیت نامہ بھی لکھ کر ان کے ساتھ روانہ کیا جس میں اس بات کا اعلان کیا تھا کہ اسے اپنے بھائی (فضل بن سہل) کا منصب دیا جائے گا۔

ابن ہیثم لکھتے ہیں: جب فضل حمام میں تھا، غالب مسعودی (مامون کے ماموں) چند افراد کے ہمراہ تلواروں اور چھریوں کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کے جسم کو خون میں لت پت چھوڑ کر فرار ہو گئے اور گرفتار ہونے پر کہنے لگے کہ ہم نے خلیفہ کے ہی دستور پر عمل کیا تھا لیکن ان کی اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی اور ان کے سر تن سے جدا کر دیے گئے (۱).

محمد بن ابی علاء روایت کرتے ہیں: جب فضل کا قتل واقع ہوا، مامون امام رضا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: اس بارے میں میری مدد فرمائیں اور ہدایت فرمائیں

---

۱۔ تاریخ طبری ج

کہ خلیفہ نے پے در پے قتل کیا۔ حضرت نے فرمایا تم پر دعا ہے اور تم پر حد ہے۔ (۳)
مامون نے فضل کے قتل کے بعد اس کے تمام اموال و جائیداد کو بھی حسب سابق تحریر اور شرط نامہ کے مطابق چھوڑ دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مامون مذکورہ تحریر پر دستخط کرتے وقت ہی فضل سے خلاصی کی فکر میں تھا۔ کہ اپنی اس ماہرانہ و خفیہ سازش کے ذریعے فضل کے احتمالی شر سے بھی نجات پا جائے اور اس کے مال و ثروت کو بھی مفت میں حاصل کرے۔

۳۔ عیون اخبار الرضاؑ ج ۲، باب ۴۱

لا اضحک اللہ سن الدھر ان ضحکت

یوما و آل احمد مظلومون قد قھروا

خدا زمانے کو کبھی نہ ہنسائے اگر وہ کسی دن بھی ہنسے

جبکہ آل احمد مظلوم رہے اور ان پر ستم ڈھائے گئے ہوں۔

# شہادت امام رضا

فضل بن سہل کے بعد مامون کی دو مشکلیں برطرف ہو گئیں اور اس کے ردعمل میں کوئی خاص واقعہ بھی پیش نہیں آیا کیونکہ مامون نے اپنی زیرکی اور ہوشیاری سے کچھ اس طرح منصوبہ بندی کی تھی کہ جس کے ذریعے آسانی کے ساتھ اپنے مقصد کو پانے میں کامیاب ہو گیا اور ذمہ داری سے بھی چھٹکارا ملا۔ اب اس کی تیسری مشکل کو حل کرنے کی نوبت تھی کہ امام کو شہید کرکے بنی عباس کو جنہوں نے آپ کی ولیعہدی کے خلاف ہنگامہ برپا کر رکھا تھا، کو قابو میں لائے۔

بعض روایات کے مضمون سے یوں نتیجہ نکلتا ہے کہ مامون نے شہر سرخس میں ہی امام رضا سے بدسلوکی کا آغاز کیا تھا اور اس مقصد کے لئے اس نے آپ کو تحت نظر قرار دیا تھا چنانچہ پہلے بھی اشارہ کیا گیا۔

شیخ صدوق نے اباصلت سے نقل کیا ہے (وہ کہتے ہے) میں سرخس میں اس مکان کے دروازے پر پہنچا جس میں امام رضا محبوس تھے۔ میں نے زندانبانوں سے آپ کی

خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو انہوں نے کہا تم ان سے نہیں مل سکتے ہو۔ کیونکہ معمول یہ ہے کہ حضرت شب و روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے ہیں اور آپ کے پاس صرف دن کے آغاز میں طلوع سے پہلے اور غروب آفتاب کے نزدیک ایک ایک گھنٹہ فرصت ہوتی ہے اور ان اوقات میں بھی آپ اپنے مصلے پر بیٹھ کر پروردگار سے راز و نیاز کرتے ہیں۔

ابا صلت کہتے ہیں میں نے دربان سے کہا انہی اوقات میں میرے لئے ملاقات کی اجازت چاہو تو اس نے میرے لئے اجازت چاہی۔ جب امام کے پاس پہنچا (تو دیکھا) کہ آپ جائے نماز پر متفکر بیٹھے ہوئے ہیں۔ (۱)

چونکہ طبری کی تحریر کے مطابق فضل بن سہل کا قتل ۲ شعبان ۲۰۲ھ میں پیش آیا تھا اور امام رضا کی شہادت صفر کے آخر ۲۰۳ھ میں واقع ہوا ہے۔ اس دوران میں جو کہ تقریباً سات مہینوں پر مشتمل تھا امام کو آخری اوقات سرخس میں نظر بند رکھا تھا کیونکہ سرخس میں مامون کے ٹھہرنے کی مدت طوس میں قیام کے عرصے سے بہت طویل ہوئی تھی۔

بہر حال ایک عرصے کے بعد خلافت کی سواری سرخس سے روانہ ہوئی اور چند دنوں کے بعد طوس میں پہنچا۔ ابن بابویہ کے امام کے خادم یاسر سے کی ہوئی روایت کے مطابق امام طوس پہنچنے سے پہلے علیل ہوئے اور جب طوس پہنچے تو بیماری نے شدت پکڑی اور کچھ عرصہ طوس میں توقف فرمایا اس دوران مامون روزانہ دو بار آپ کی عیادت کے لئے آیا کرتا تھا۔ (۲)

---

۱۔ حیات الامام ج ۲ ص ۳۴۳

۲۔ بحار الانوار ج ۴۹ ص ۲۹۳

اس روایت سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ مامون اپنی جانب سے منافقت [illegible] میں تھا اور امام کی علالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ دوسرے طبیب سے اپنے منصوبہ جو زہر دینے پر مشتمل تھا، عمل درآمد کیا ہے تاکہ آپ کی شہادت کو بیماری کی وجہ سے پیش آنے والی طبیعی موت ظاہر کرے۔

بعض روایتوں میں آپ کو دیے ہوئے زہر کو انگور یا انار کے ذریعے بتایا گیا ہے اور یہ اصل مطلب کے ساتھ منافات نہیں رکھتا کیونکہ ممکن ہے کہ آپ کو کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہو یا یہ کہ جیسا کہ بعض نے لکھا ہے کہ انار اور انگور دونوں ایک ہی مجلس میں رکھے گئے ہوں تاکہ آپ سردی اور گرمی کے حوالے سے کسی کی خاصیت کو چاہتے تناول فرماتے۔

امام کی شہادت کے بارے مؤرخین کے نظریے مختلف ہیں بعض کا عقیدہ ہے کہ آپ طبیعی موت سے رحلت کر گئے ہیں جبکہ بعض نے آپ کو زہر دیے جانے کی طرف اشارہ کیا ہے البتہ اس بات کو ذکر کیے بغیر کہ کس سبب اور وسیلے سے آپ کو زہر دیا گیا۔ بعض نے صریحاً لکھا ہے کہ مامون ہی کے ذریعے آپ کو زہر دیا گیا ہے

جرجی زیدان لکھتے ہیں مامون فضل کے قتل کرنے کے بعد (امام) علی بن موسیٰ الرضا کی فکر میں پڑ گیا چونکہ اسے خراسانیوں کے ہنگامہ برپا کرنے کا خطرہ تھا لہذا اس نے بنی عباس کے پرانے طرز سیاست کو اپناتے ہوئے امام کو زہر دینے کا فیصلہ کیا اور سرانجام زہر آلود انگور کے ذریعے علی بن موسیٰ رضا کو قتل کیا۔( )

ابن خلکان یوں لکھتے ہیں ان کی موت کا سبب یہ تھا کہ انگور کھائے اور کھانے میں

---

۱۔ ترجمہ تاریخ تمدن اسلام، ص ۴۸۷

زیادہ روی کی تھی۔ پھر کہتا ہے چونکہ انگور زہر آلود تھے لہذا بیمار ہوئے اور اسی پر انتقال کر گئے۔(۱)

مسعودی لکھتے ہیں (امام) رضا بروز بدھ ۲۰۳ھ کو فوت ہوگئے اور مامون نے انہیں انگور کے ذریعے زہر دے دیا۔(۲)

ابن اثیر کا کہنا ہے آپ کی موت کا سبب یہ تھا کہ انگور کھانے میں زیادہ روی کی گئی اور اچانک فوت ہوگئے۔ کہتے ہیں مامون نے انہیں انگور کے ذریعے زہر دیا ہے اور علی انگور کو پسند کرتے تھے اور میرے نزدیک یہ بعید ہے۔(۳)

یہ مورخ اس بات پر تعجب کر رہا ہے کہ مامون نے امام رضاؑ کو انگور کے ذریعے زہر دیا ہو اور اسے بعید جانتا ہے لیکن پھر اس بات پر کہ امام انگور زیادہ کھانے کے نتیجے میں انتقال کر گئے ہیں، تعجب نہیں کرتا جبکہ آج پوری دنیا میں یہ بات مشاہدے میں نہیں آئی ہے کہ انگور زیادہ کھانے پر کسی کی موت واقع ہوئی ہو۔ چہ جائیکہ امام عالی مقام جو منصب امامت کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ ایک حاذق طبیب بھی تھے اور جنہوں نے علوم طب کے دقیق نکات لکھے ہیں جن کا مجموعہ کتاب "طب الرضا" کے نام سے مشہور ہوا ہے۔

ابن اثیر کے قول سے بھی ضعیف تر طبری کا قول ہے کیونکہ ابن اثیر اپنے کلام میں کم از کم امامؑ کی مسمومیت کی بطور مشکوک ہی سہی اشارہ تو کرتے ہیں لیکن طبری صریحاً لکھتا

---

۳۔ کامل التواریخ ج ۵ ص ۱۹۳ بحوالہ مسند الامام الرضا – ج ۲

سے کہ امام زیادہ انگور کھانے کی وجہ سے اچانک فوت ہو چکے ہیں۔(۱)

یعقوبی لکھتا ہے: علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد (ع) ۲۰۳ھ میں نوقان نامی بستی میں وفات پا گئے جبکہ آپ میں بیماری کا کوئی اثر نہ تھا سوائے ان تین دنوں کے کہ آپ بیمار ہو چکے تھے۔ کہا گیا ہے کہ علی بن ہشام نے آپ کو زہر آلود انار کھلایا تھا۔(۲)

مسعودی لکھتے ہیں: علی بن موسیٰ رضا طوس میں زہر دیئے جانے کی وجہ سے وفات پا گئے اور وہیں مدفون ہوئے۔(۳)

ہندو شاہ، کتاب تجارب السلف میں لکھتے ہیں: علی بن موسیٰ الرضا (ع) انگور بہت زیادہ پسند فرماتے تھے۔ مامون نے سوئی کی نوک کے ذریعے انگور میں زہر ڈال کر رضا کے پاس پیش کئے اور انہوں نے اس میں سے کھائے اور مختصر مدت کے بعد آپ وفات پا گئے۔(۴)

طبری لکھتے ہیں: حضرت امام رضا خلافت مامون کے ایام میں زہر دیئے جانے سے رحلت کر گئے۔(۵)

ابو الفرج اصفہانی لکھتے ہیں: جب آپ بیمار تھے مامون آپ کی عیادت کے لئے آیا کرتا تھا اور اپنے آپ کو بھی مریض ظاہر کرتا تھا جب مامون کا مرض شدت پکڑ گیا تو یوں ظاہر کرنے لگا کہ وہ خود بھی امام کے ساتھ مسموم غذا کھا کر بیمار ہو چکا ہے پھر رضا کی بیماری نے زیادہ شدت پکڑی یہاں تک کہ دنیا سے چلے گئے۔ پھر لکھتے ہیں: آپ کی

---

۱۔ تاریخ طبری ج ۷ ص ۵۰

۲۔ تاریخ یعقوبی ج ۳ ص ۹۹

۳۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۳

۴۔ زندگی حضرت علی بن موسیٰ رضا – [illegible] ج ۳ ص ۵۵

۵۔ اعلام الوریٰ ص ۳۳۳

عادت اور طور سے جانتے تھے جتنی بھی تھی ... محمد بن علی بن حمزہ سے

مامون سے منسوب ہے کہ آپ کے بھائی احمد بن موسیٰ نے قتل کیا ہے۔ مامون نے اس حکم

... جو وہاں موجود تھے ... اس نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر عبداللہ بن بشیر

کو ... ناخن بڑھا کر رکھو ... اپنے ہاتھوں سے انار کے دانے جیسے بناؤ تو اس نے

ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد امام رضاؑ کی خدمت میں جا کر دریافت کیا کہ آپ کے مزاج

کیسے ہیں؟

فرمایا امید ہے کہ ٹھیک ہو جاؤں گا۔

کہا: آج کوئی عیادت کرنے والا آپ کی خدمت میں آیا ہے؟

فرمایا: نہیں۔

مامون غضبناک ہوا اور اپنے غلام کو پکارا۔ پھر آنحضرت سے کہنے لگا آج آپ انار کا شربت پی لیں کیونکہ اس سے اور کوئی چیز بہتر نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد ایک انار منگوا کر عبداللہ بن بشیر کو دیتے ہوئے کہا اس کا رس نکالو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ مامون نے خود انار کے شربت کو اپنے ہاتھ سے امام کو پلایا اور یہی امام کی وفات کا باعث بنا اور دو روز نہیں گزرے تھے کہ آپ وفات پا گئے۔

ابوصلت سے منقول حدیث میں ہے کہ مامون کے جانے کے بعد امام کی خدمت میں تشریف لے گیا تو فرمایا: اے ابوصلت انہوں نے اپنا کام کر دیا ہے اور مجھے زہر دے دیا ہے۔ پھر کہتے ہیں محمد بن علی سے کہتے ہیں میں نے محمد بن جہم سے سنا ہے جو کہہ رہا تھا حضرت امام رضا انگور بہت پسند فرماتے تھے۔ (ایک دن مامون کے حکم پر) کچھ انگور لائے گئے اور ان کے اندر ہر انگور میں سوئیاں چبھو دی گئیں اور کچھ دن انہیں اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا اس

۱۔ بحار الانوار ج ۴۹ حاشیہ ص ۳۱

۲۔ ارشاد مفید ج ۲ باب ۳۲

ے خدمت ہوئی ہو کیا اور نہیں مامون کی خدمت میں جب آپ بیمار تھے ... آپ سے اس غلام میں سے تھا یہ اور حق آپ کی وفات کا سوال ہو۔ جب ان سے وفات پائی تو مامون نے ... اسی وقت آشکار ہونے نہ دیا اور ایک شب و روز آپ کے جنازے کو روکے رکھا پھر محمد بن جعفر (امام ... کے چچا) اور آل ابی طالب سے چند لوگوں کو بلوا بھیجا اور جب وہ پہنچ گئے تو انہیں آپ کا جنازہ (مطہر) دکھا دیا کہ دیکھو ان پر کسی قسم کی چوٹ کا نشان نہیں ہے۔ ( )

ابن جوزی تذکرہ میں لکھتے ہیں جب مامون مرو سے بغداد کے لئے نکل پڑا تو سرخس پہنچ چند افراد نے حمام جا کر فضل بن سہل پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور علی بن موسیٰ بیمار ہوئے اور جب علی بن موسیٰ طوس پہنچے تو وفات پا گئے۔ کہا گیا ہے کہ وہ حمام میں گئے تھے جب وہاں سے نکلے تو زہر آلود انگور کا ایک طبق ان کے سامنے پیش کیا گیا جن کے دانوں میں سوئی کی نوک سے ... زہر بھر دیئے گئے تھے اور اسی انگور کو کھانے کے نتیجے میں آپ انتقال کر گئے۔ بعض کا یہ جو عقیدہ ہے کہ مامون نے آپ کو زہر دیا ہے، صحیح نہیں ہے کیونکہ جب علی (ابن موسیٰ الرضا) وفات پا گئے وہ مغموم ہوا تھا اور اسی غم میں وہ کئی دن تک کچھ کھایا پیا نہیں اور لذتوں سے دور رہا۔

مرحوم مجلسی نے ابن جوزی کی روایت نقل کرنے کے بعد اس کے ذیل میں لکھا ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مامون نے آنحضرت کو زہر دیا ہے، وہ اس بات کے منکر نہیں ہیں کہ مامون مغموم ہوا تھا بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ مامون نے یہ سب دکھاوے اور مکر

---

۱۔ مقاتل الطالبیین ص ۳۷۷

کو دور کرنے کی خاطر کیا تھا۔(۱)

شیخ مفید رقمطراز ہوتے ہیں: ایک دن امام مامون کے ساتھ غذا تناول فرما رہے تھے اور آپؑ اس کھانے سے بیمار ہوئے اور مامون نے بھی اپنے آپ کو بیمار بنایا۔ اس کے بعد عبداللہ بن بشیر، ابا صلت اور محمد بن جہم کی روایت کی عین عبارت، جسے اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں دیا ہے، کو بھی نقل کیا ہے۔(۲)

شیخ صدوقؒ نے بھی ذرا اختلاف کے ساتھ عبداللہ بن بشیر کی روایت کو یوں نقل کیا ہے کہ علی بن حسین کاتب سے روایت ہوئی ہے کہ حضرت رضاؑ کو بخار عارض ہوا تو آپؑ نے فصد کا ارادہ فرمایا۔ جب مامون نے سنا تو شیشے کے ظروف کے درمیان سے کوئی چیز نکال اور اسے اپنے غلام کو کوٹنے کے لئے دیدیا۔ غلام نے اس کو ایک طشت میں پیس دیا۔ مامون نے کہا اس سے ہاتھ دھوئے بغیر میرے ساتھ آجاؤ۔ پھر مامون امام رضاؑ کی خدمت میں جا کر بیٹھ گیا یہاں تک امامؑ نے اس کے سامنے فصد کیا پھر مامون نے غلام سے کہا فلاں انار کو توڑ دو۔ انار امامؑ کے باغیچے میں لگا ہوا تھا۔ غلام نے جا کر باغیچے سے انار کو توڑ دیا۔ مامون نے کہا بیٹھ جاؤ اور ایک ظرف میں اس کے دانے نکالدو۔ پھر مامون کے حکم پر انار کے رس لگے ہوئے اپنے ہاتھوں کو دھو دیا۔ پھر امام رضاؑ سے کہنے لگا، اس میں سے کچھ کھائیے امامؑ نے فرمایا ٹھیک ہے میں تمہارے جانے کے بعد کھا لوں گا۔ مامون نے قسم کھاتے ہوئے کہا آپ کو میرے سامنے ہی کھانا ہوگا اس پر آپؑ نے ان میں کچھ تناول فرمائے اور مامون وہاں سے باہر چلا گیا۔ ہم نے ابھی نماز عصر بھی ادا نہیں کی تھی

کہ امام کچھ اس مرتبہ اٹھے اور بیٹھے۔ مامون نے اس کی طرف رخ کر کے کہا میں سمجھ گیا کہ یہ انار کی فصد کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے۔ رات کو بیماری نے شدت پکڑی اور صبح کو وفات پا گئے۔

آپ کی آخری گفتگو یہی تھی: قُل لَّوْ كُنتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا

یعنی کہہ دیجئے (اے نبی) اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو وہ لوگ جن کی موت لکھی جا چکی ہے یقیناً اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل پڑتے اور خدا کا کام تو یقینی ہونے ہی والا ہے۔(۱)

مامون نے امام ؑ کے غسل و کفن کا حکم دیا اور خود ننگے پاؤں جنازے کے ساتھ ساتھ یہ کہتے ہوئے چلتا گیا اے میرے بھائی تیری موت کے بعد اسلام میں بڑا شگاف پڑ گیا ہے اور تیرے بارے میں تقدیر ہی میری تدبیر پر غالب آ گئی۔ اس کے بعد ہارون کی قبر کھود کر آپ کو اس کے ساتھ دفن کر دیا اور کہا مجھے امید ہے کہ خداوند ان کی قربت کی وجہ سے ہارون کو نفع پہنچائے گا۔(۲)

گویا دعبل خزاعی نے اپنے قصیدے میں مامون کی اس بات کا جواب دیا ہے

قبران في الطوس خير الناس كلهم

وقبر شرهم هذا من العبر

---

۱۔ [illegible]

۲۔ عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۲۴۰ ۔ بحار الانوار ج ۴۹ ص ۳۰۵

ما ینفع الرّجس من قُرب الزّکیّ وما

علی الزکی بقرب الرجس من ضرر

یعنی طوس میں دو قبریں ہیں ایک بہترین ہستی کی اور دوسری سب سے بدترین شخص کی اور یہ بھی ہے کہ (روضہ رضا سے) ایک عجیب بات ہے۔

نہ پلید بدکار ہستی کی قربت کی وجہ سے کچھ نفع حاصل کر سکتا ہے اور نہ پاک ہستی کو پلید کے قرب کی وجہ سے کچھ ضرر پہنچ سکتا ہے۔

نیز مامون کی شہادت کے بارے میں شیخ صدوق اور علامہ مجلسی سے نقل کی گئی روایتوں میں سے ایک طولانی روایت ہے جو ابا صلت سے بیان ہوئی ہے۔ ابا صلت روایت نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: امام نے فرمایا: اے ابا صلت کل میں اس فاجر (مامون) کی مجلس میں جاؤں گا۔ اگر وہاں سے آتے وقت میرے سر پر عبا اوڑھی ہوئی ہو تو میرے ساتھ گفتگو نہ کرنا۔

جب صبح ہوئی حضرت نے لباس پہنا اور محراب میں منتظر رہے یہاں تک کہ مامون کی طرف سے آپ کو بلانے کے لئے لوگ آئے۔ آپ نے جوتے پہنے اور عبا دوش پر ڈالی اور روانہ ہوئے۔ (ابا صلت کہتے ہیں) میں آپ کے ہمراہ چلا گیا۔ جب ہم مامون کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ مامون کے سامنے کی طشت میں مختلف قسم کے پھل چنے ہوئے ہیں اور اس کے ہاتھ میں انگور کا ایک گچھا تھا جس کے چند دانوں میں ایک دھاگے کے ذریعے زہر ڈال دیا گیا تھا۔ مامون خود کو بے قصور ثابت کرنے کے لئے انگور کے دوسرے گچھوں سے کھا رہا تھا جو زہر آلود نہیں تھے۔ جب اس نے امام رضا کو دیکھا تو اٹھا اور ہاتھوں کو امام کی گردن میں ڈال کر آپ کی آنکھوں کے درمیانی حصے کو چوما اور

بحار، ج ۴۹، ص ۳۰۳

انہیں اپنے پاس بٹھایا۔ پھر اس نے انگور کو آپ کی خدمت میں دیتے ہوئے کہا: فرزند رسول خدا! میں نے اس سے بہتر کوئی انگور نہیں دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کے کھانے سے معاف کرو۔

مامون نے اصرار کیا: آپ کو یہ انگور کھانا چاہئے کوئی چیز اس کو کھانے میں مانع ہو رہی ہے؟ کیا مجھ پر تہمت لگانا چاہتے ہیں؟ اتنے خلوص کے باوجود آپ میرے بارے میں آپ یہ کیسے گمان کر رہے ہیں؟

اس کے بعد اس نے انگور کے اس خوشے میں سے چند دانے کھائے اور امام کو دیتے ہوئے آپ کو بھی اسے کھانے کے لئے کہا۔ جب امام نے اس انگور میں سے چند دانے تناول فرمائے تو آپ کی حالت متغیر ہوئی اور خوشے کو زمین پر پھینک کر کھڑے ہو گئے۔

مامون نے پوچھا: اے چچا زاد! کہاں جا رہے ہیں؟

فرمایا: وہیں جا رہا ہوں جہاں تم نے بھیجا ہے۔ یوں آپ غمگین اور رنجیدہ عبا کو سر مبارک پر ڈال کر مامون کے پاس سے نکل گئے۔(۱)

بعض دیگر محدثین اور مورخین نے بھی امام رضا کی شہادت کے بارے میں مذکورہ روایت سے ملتی جلتی روایتیں نقل کی ہیں۔ بطور کلی یہ احادیث تین قسموں سے خالی نہیں ہیں۔ پہلی قسم میں امام کی وفات کو طبیعی اور بیماری کے نتیجے میں بیان کیا ہے۔ اور بعض روایات میں آپ کو زہر دئے جانے کی طرف اشارہ ہوا ہے لیکن اس کا اصل سبب اور وسیلے کا ذکر نہیں کیا گیا ہے اور چند دیگر روایتوں میں صریحاً لکھا ہے کہ امام کو مامون کی طرف سے زہر دیا گیا تھا۔ لیکن اس بات پر توجہ دینی چاہئے کہ جس موضوع سے امام کی وفات

---

۱۔ امالی صدوق مجلس ۹۴ حدیث ۷ جلد ۲ العیون ص ۵۵

کو طبیعی یا مشکوک ظاہر کیا ہے، وہ اہل سنت تھے جن سے استناد کرتے ہوئے مستشرقین اور بیرونی مفکرین نے بھی یہی رقم کیا ہے۔ جو کچھ اہل سنت کے تاریخ اور احادیث کی کتب سے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ امام کو زہر دیا گیا تھا اور اسی کے اثر میں وفات پا گئے ہیں۔ چنانچہ علامہ مجلسی لکھتے ہیں

فالحق ما اختاره الصدوق و المفید و غیرهم من اجلة اصحابنا انه مضی شهیداً بسمّ المأمون

یعنی حقیقت یہی ہے جو صدوق، مفید اور ہمارے دیگر بزرگوں نے فرمایا ہے کہ آنحضرت مامون کے زہر کے ذریعے وفات پا گئے۔ (۱)

ہم آئندہ فصل میں ولی عہدی کی بحث کے ضمن میں آپ کی شہادت کے بارے میں تجزیہ و تبصرہ کریں گے۔

جیسا کہ امام ہشتم کی کیفیت وفات میں گوناگوں احادیث پائی جاتی ہیں اسی طرح آپ کے تاریخ وفات کے سلسلے میں مورخین کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض آپ کی وفات کو ماہ رمضان اور بعض نے صفر سنہ ۲۰۲ یا ۲۰۳ھ میں آپ کی شہادت کو بیان کیا ہے جبکہ بعض دیگر روایتیں بھی اس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ لیکن جو مشہور اور معتبر ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت آخر صفر ۲۰۳ھ کو ۵۵ سال کی عمر میں، سناباد نامی مقام (حالیہ مشہد) پر مامون کے دیئے ہوئے زہر کے اثر میں دنیا سے چلے گئے۔ آپ کی امامت ۲۰ سال اور ولیعہدی کی مدت تقریباً ۲ سال رہ چکی ہے۔

---

دعبل خزاعی اور دوسرے شعراء نے آپ کے فراق و صدا میں (بہت سے) شعر کہے ہیں جن میں سے شیخ مدنی نے یوں کہا ہے

یا بُقْعة مات بها سیّدی

ما مِثْلُهُ فی النّاس من سیّد

مات الهُدى من بَعْدِهِ والنّدى

وشُمّرَ الموتُ به یقتَدی

لا زالَ غَیْثُ اللّهِ یقبرهُ

علیک منهُ رائحٌ مغتدی

کان لنا غیثاً به نرتوی

وکان کالنّجم به نهتدی

انّ علیّاً ابن موسى الرّضا

قد حلّ والسّؤدد فی مَلْحَدِه

یا عینُ فابکی بدمٍ بَعْدَه

على انقراض المجد والسُّؤدد (۱)

ترجمہ:

اے وہ قطعۂ زمین جس میں میرے آقا وفات پا گئے۔ لوگوں میں اس کے مانند کوئی پیشوا نہیں مل سکتا۔

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۲، باب ۴۳

۲۔ ان (کی وفات) کے بعد ہدایت و بخشش کا سلسلہ ختم ہوا اور ان کے جانے کے ساتھ ہی موت بھی (سارے کمالات کو) اُچک لے گئی۔

۳۔ اے میرے آقا کی قبر! ہمیشہ صبح (وشام) تجھ پر رحمت خدا کا نزول ہو۔

۴۔ وہ ہمارے لئے ابر رحمت تھے جس سے ہم سیراب ہوتے اور ایک ستارہ کے مانند تھے جس سے ہم ہدایت پاتے تھے۔

۵۔ علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام وفات پا گئے اور (ان کے ساتھ) سیادت و بزرگی بھی دفن ہوگئی۔

۶۔ تو اے آنکھ! ان کے بعد خون کا آنسو بہا کیونکہ اب شرف و پیشوائی ختم ہوگئی۔

امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب مامون امام اور فضل بن سہل سے آسودہ خاطر ہوا، اس نے خط کے ذریعے حسن بن سہل کو امام کی وفات سے اور اس کے ساتھ ہی ایک اور خط بنی عباس کے بزرگوں کے نام پروانہ کیا جس میں ان سے یوں مخاطب ہوا:

تمہاری مجھ سے ناراضی کی علت حضرت رضا علیہ السلام کی ولیعہدی تھی اور اب وہ رحلت کر گئے ہیں لہٰذا دوبارہ آشتی اور دوستی کی طرف پلٹنے میں تمہارے لئے کوئی مانع اور رکاوٹ نہیں ہے۔

اس کے بعد وہ بغداد کی طرف روانہ ہوا اور ایک مدت تک گرگان، ری اور ہمدان میں توقف کرنے کے بعد ''نہروان'' پہنچ گیا۔ دوران سفر اس نے طاہر ذوالیمینین جو ''رقہ'' میں تھا کے نام پر بھی ایک نامہ روانہ کیا جس میں لکھا تھا کہ جلدی سے نہروان پہنچ کر خلافت کی لشکریوں میں شامل ہو۔

مامون کا خاندان جو بغداد میں تھا، فوجی افسروں اور بغداد کے بزرگوں کے ساتھ

نہروان میں مامون کے استقبال کیلئے آیا ور سے خلافت ملنے پر مبارکباد پیش کی گئی ۔ طاہر نے بھی خود کو نہروان پہنچا کر مامون کے ہمراہ بغداد کی طرف روانہ ہوا۔

بغداد میں پہنچنے کے بعد ہی عباسیوں نے طاہر کے وسیلے سے مامون سے یہ تقاضا کیا کہ ان کے سبز رنگ کے لباس اتار کر حسب سابق دوبارہ سیاہ کپڑے جو کہ بنی عباس کا رواج تھا، پہن لئے جائیں۔ مامون نے ان کی درخواست قبول کر لی اور خود بھی سیاہ کپڑے پہن لئے۔

ابراہیم بن مہدی اور فضل بن ربیع جو مامون کے خوف سے فرار ہو چکے تھے، کچھ مدت کے بعد مامون کی سپاہیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور خلیفہ کے سامنے حاضر کر دیئے گئے لیکن مامون نے انہیں معاف کر دیا۔

مامون نے حسن بن سہل کے ساتھ محترمانہ رویہ اختیار کیا اور اسکی بیٹی پوران کو بھی اپنے عقد میں لے لیا۔ حسن جو عمر رسیدہ ہونے اور عراق میں اپنی حکومت کے دوران برپا ہونے والے ہنگاموں کی وجہ سے اب تھک چکا تھا اور بعض روایتوں کے مطابق ذہنی توازن بھی ہاتھ سے دے چکا تھا، اب خانہ نشین ہو چکا تھا اور بہت کم مامون کے پاس آیا کرتا تھا۔ اسی بنا پر مامون نے کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اس کی وزارت کے عہدے کو احمد بن ابی خالد کے حوالے کیا جو کہ اچھے اور باتدبیر وزیروں میں سے تھا۔ ( )

احمد بن ابی خالد نے مامون سے یہ پیشکش کی کہ طاہر کو خراسان کی حکومت کو سنبھالنے کیلئے وہیں روانہ کریں کیونکہ وہ وہاں کے نظم و ضبط کو برقرار رکھنے کے لئے کافی تجربہ رکھتا

---

۔ تاریخ زندگی حضرت علی بن موسیٰ الرضا ۔ اسی کتاب ج ۲

ہے۔

مامون نے احمد کی رائے کی تصدیق کی تاہم طاہر سے بھی خوفزدہ تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کیلئے اگر حالات سازگار ہو جائیں گے تو وہ علم بغاوت بلند کر کے اس کے خلاف جنگ شروع کرے گا لہذا اس سلسلے میں اس نے اپنے وزیر کی رائے طلب کی۔

اس کے وزیر احمد نے کہا میں اپنے ایک مخصوص غلام کو اس کے ہمراہ بھیج دوں گا تاکہ جب بھی طاہر بغاوت پر اتر آئے زہر دے کر اس کے کام کو تمام کر دے۔ مامون نے سنہ ۲۰۵ھ میں طاہر کو خراسان کی طرف روانہ کیا۔ وہ مرو میں داخل ہوتے ہی، چنانچہ مامون نے پیش بینی کی تھی ویسا ہی کیا یعنی ایک مستقل حکومت تشکیل دی اور اس علاقے میں خلفائے بنی عباس کے اثر رسوخ کو ختم کرنے کے درپے ہوا۔ اسی غرض سے کچھ مدت کے بعد اس نے سلسلہ طاہریان کو تشکیل دیا اور ماہ جمادی الثانی ۲۰۷ھ کے ایک جمعے میں خلیفہ کے نام کو خطبے سے حذف کیا اور اسی رات کو فوت ہو گیا۔ مورخین کے مطابق اسی غلام نے اسے زہر دیا تھا جسے احمد نے اس کے ہمراہ بھیج دیا تھا۔

مامون نے خراسان کی حکومت کو طاہر کے بعد اس کے بیٹے طلحہ بن طاہر کے حوالے کیا یوں طاہریوں کی حکومت ۲۵۹ھ تک خراسان میں باقی رہی اور اسی سال میں یعقوب لیث صفاری کے وسیلے سے اس حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا۔

ایک مدت تک مامون بابک اور دوسرے افراد کے ساتھ مقابلے میں مشغول رہا اور ۲۱۵ھ میں رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے موصل کے راستے سے طرسوس جو سرحدی ملک کی سرحد تھی، کی طرف روانہ ہوا اور ملک روم پر حملے کرتے ہوئے وہاں کے بعض علاقوں کو فتح کرنے کے بعد ملک شام کی طرف روانہ ہوا اور وہاں سے عہد دائی سے طرسوس واپس آ گئے

سے مصر کی طرف چلا گیا۔ جب اس نے سنا کہ رومیوں نے طرسوس کے چند باشندوں کو قتل کیا ہے تو سنہ ۲۱۷ھ میں وہ دوبارہ شام سے ... روم کی طرف چلا گیا اور ایک شدید جنگ کرنے کے بعد وہاں کے بعض علاقوں پر قبضہ کیا۔ پھر وہاں سے بغداد کی طرف لوٹتے ہوئے طرسوس کے اطراف میں واقع بدندون نامی چشمے پر کاروانِ خلافت نے پڑاؤ ڈالا۔ وہاں چند روز ٹھہرنے کے بعد اس پر بخار طاری ہو گیا اور وہیں پر وہ موت کا شکار ہوا۔ اس کے جنازے کو طرسوس لے جا کر دفنا دیا گیا۔ یہ حادثہ ۲۱۸ھ کو پیش آیا تھا جبکہ اس وقت مامون کی ۴۸ سال عمر تھی۔ (۱)

---

تاریخ زندگی حضرت علی ابن موسی الرضا – تالیف ... ج ۲ ... ص ۵۲۶

# ولیعہدی سے متعلق بحث و تحلیل

تاریخ اسلام میں بنی امیہ اور بنی عباس میں سے کسی ایسے شخص کا تذکرہ نہیں ملتا جو مامون جیسے ذاتی صلاحیتوں کے مالک اور ہوشیار رہا ہو کیونکہ مامون میدان سیاست کے ماہر اور چالاک ترین کھلاڑی تھا جو تاریخ کے ہر واقعے سے فائدہ اٹھاتا اور اپنی زیرکی اور فراست کے ذریعے ہر قسم کے حالات سے نمٹ کر اپنے ہدف تک پہنچنے کے لئے راہ ہموار کیا کرتا تھا۔

وہ ہر مشکل کو تدبیر اور غور و فکر کے ذریعے برطرف کیا کرتا تھا، اور مشکل ترین گھتیوں سے نجات پانے کے لئے اپنی عقل و ہوشمندی کو بروئے کار لاتا اور بڑی استادانہ رفتار اختیار کیا کرتے ہوئے اپنے اصل ہدف کو ہر ایک سے پوشیدہ رکھتا تھا حتی کہ بڑے تجربہ کار اور ماہرین کو بھی دھوکے میں ڈال دیتا تھا چنانچہ ہر مورخ اور محقق اس کے بارے میں مختلف عقیدہ رکھتے تھے

بعض لکھتے ہیں وہ شیعہ تھا اور خاندان اہلبیت سے محبت بھی رکھتا تھا۔ بعض نے اس

جو متوکل عباسی کی طرح علویوں کا دشمن کہا ہے۔ جرجی زیدان لکھتے ہیں مامون کا عقیدہ

کا یک تھا جبکہ وہ خود شیعہ۔ وہ اس کا وزیر یحییٰ بن اکثم سنی تھا۔(۱)

یک اور جگہ لکھتے ہیں مامون نے زہر آلود انگور کے ذریعے علی بن موسیٰ الرضا کو قتل کیا۔(۲)

اسی طرح شیخ صدوق کے نقل کے مطابق مامون نے حضرت امیر المومنین کے بلافصل خلیفہ ہونے کے بارے میں کلام و حدیث کے چالیس علماء کے ساتھ تنہا مناظرہ کر کے ان سب پر غالب آ گیا۔(۳)

ایسی ہی مختلف آراء اور مختلف عقائد کے نتیجے میں بعض معاصر مورخوں نے بھی مامون کی طرفداری کرتے ہوئے اسے حضرت امام رضا کو زہر دینے سے بری رکھنے کی (ناکام) کوشش کی ہے۔ حتی کہ وہ بزرگ شیعہ علماء جو متاخرین میں سے ہیں، انہوں نے بھی امام کی مسمومیت کو مامون سے منسوب نہیں کیا ہے بلکہ اسے دوسروں کی طرف سے جانا ہے۔(۴)

مورخین اور محدثین نے بھی جیسا کہ گزشتہ فصل میں ذکر ہوا اس بارے میں مختلف آراء کا اظہار کرتے ہوئے نتیجہ گیری کو اہل تحقیق کے ذمے چھوڑا ہے۔

راقم کی نظر میں امام کے بیانات اور مامون کی باتوں نیز ان دونوں کی باہمی طرز

---

۲۔ وہی کتاب ص ۸۹۹

۳۔ مجلسی، بحار الانوار ج ۴۹ باب ۳۹

۴۔ صاحب کشف الغمہ و سید ابن طاؤس

حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے حقیقی معاملے کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ اب ہم ذیل میں ولیعہدی کے موضوع پر تجزیہ و تحلیل کرتے ہوئے نتیجہ اخذ کریں گے۔

مامون نے اپنی گفتگو میں امام سے عرض کیا میں نے آپ کو خلافت کیلیے اپنے سے زیادہ سزاوار پایا اور چاہتا ہوں کہ اسے آپ کے حوالے کروں اور میں خود بھی آپ کی پیروی کروں۔ لیکن امام رضا ؑ نے قبول نہیں فرمایا۔ مامون نے ولیعہدی کی پیشکش کی اور امام نے پھر بھی انکار فرمایا یہاں تک کہ مامون نے امام کو قتل کی دھمکی دیتے ہوئے ولیعہدی کو زبردستی آپ کے اوپر سونپا

شروع شروع میں انسان کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں امام نے خلافت کو قبول نہیں فرمایا اور کیسے ولیعہدی کی قبولیت کے لئے آمادہ ہوئے؟ کیا ولی عہدی کو قبول کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی خلافت کی بھی تصدیق کی گئی ہے؟

امام نے دو وجوہات کی بنا پر خلافت کو قبول نہیں فرمایا

پہلی وجہ: وہ خلافت جس کی بنیاد ہارون اور منصور جیسے ماموں نے برے لوگوں سے بنائی تھی نیز جس کو خود مامون نے بھی اپنے بھائی امین اور دیگر بہت سے قتل و غارت کے بعد حاصل کیا تھا، ایک حقیقی خلافت نہیں ہو سکتی تھی کہ جس کے امام رضا ؑ عہدہ دار ہوتے مزید یہ کہ کچھ ایسی صورت بھی باقی نہ رہی تھی کہ اسی حکومت کو ایک حقیقی اسلامی حکومت میں تبدیل کیا جا سکے۔

دوسری وجہ: مامون کی طرف سے امام کیلیے کی جانے والی خلافت اور ولیعہدی کی پیشکش نیک نیتی اور خلوص پر مبنی نہ تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ پہلے امام سے روحانی اقتدار سے اور بعد میں حقیقی معنوں میں مسند خلافت پر بٹھائے بغیر آپ کو لوگوں کی نظروں میں

دنیا طلبی اور حبِ جاہ کے عنوان سے بدنام کرے۔ ور امام کے فرمان بھی اس مطلب کی تائید کرتا ہے کہ آپؑ نے ماموں سے فرمایا تھا تمہارا مقصد اس پیشکش سے یہ ہے کہ لوگ کہنے لگیں کہ علی بن موسیٰ رضا دنیا سے بے رغبت نہیں ہے بلکہ وہ دنیا سے دلچسپی رکھتے ہیں کیا دیکھتے نہیں کہ کیسے خلافت کے طمع میں آکر ولیعہدی کو قبول کیا ہے؟

لیکن ولیعہدی کو قبول کرنے کی علت یہ تھی کہ ماموں نے آپ حضرتؑ کو اس سلسلے میں قتل کی دھمکی دی اور امامؑ کے فرمان سے غلط فائدہ اٹھایا چونکہ آپؑ نے فرمایا تھا۔ میرے والد نے اپنے آباء سے انہوں نے امیر المومنینؑ سے انہوں نے رسول خدا ﷺ سے نقل فرمایا ہے کہ عباسیوں کے عقیدے کے باوجود خلافت خاندان علوی میں منتقل نہیں ہوگی تو ماموں نے آنحضرتؑ کو ولیعہدی قبول کرنے پر مجبور کیا۔ ماموں کے اس قدر اصرار کرنے سے مقصد یہ تھا کہ ایک طرف سے امام رضاؑ کو دنیا طلبی اور جاہ طلبی کے حوالے سے لوگوں کی نگاہوں میں بدنام کرے اور دوسری طرف سے آپ کی ملکوتی شخصیت کے ولیعہدی کو قبول کرنے کے ذریعے اپنی خلافت کو مشروع قرار دے تاکہ افکار عامہ کے نزدیک اپنے مقام و مرتبہ کو بلند ثابت کرے اور امامؑ کے سماجی شخصیت کو گھٹانے کی کوشش کرے۔

لیکن ماموں ان تمام ہوشمندیوں اور زیرکیوں کے باوجود یہ نہیں جانتا تھا کہ امامؑ اس کے تمام باطنی ارادوں اور افکار سے باخبر ہیں اور آپؑ اس کے ان تمام سازشوں پر پانی پھیر دیں گے۔ جبھی تو آپؑ نے ماموں کے منصوبے کو ناکام کرنے کے لئے فرمایا تھا

میں ولیعہدی کو اس شرط کے ساتھ قبول کروں گا کہ کسی تقرر یا معزولی میں دخل نہیں کروں گا، کسی رسم و رواج سے سروکار نہیں رکھوں گا بلکہ اس کاموں کے بارے میں،

اور وہ کر صرف مشورہ ہی دوں گا۔ یوں آپ نے سب پر یہ بات واضح کردی کہ آپ کی شخصیت، مامون کے آپؑ کے خلاف جاہ طلبی کے سلسلے میں پھیلائے ہوئے پروپیگنڈوں کے برعکس ہے، مخصوصاً آپ کے اپنے خادموں کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھانے کے رویے سے آپ کے تواضع اور فروتنی کا مزید چرچا ہونے لگا۔

لیکن اس بات کی دلیل کہ مامون اپنی پیشکش میں مخلص نہ تھا، یہ ہے کہ اگر وہ واقعی امام کو خلافت کا حقدار اور خود کو غاصب اور ناحق سمجھتا یا ان لوگوں کے بقول جنہوں نے اس کا شیعہ کے طور پر تعارف کرایا ہے، خاندان ولایت سے عقیدہ رکھتا تو کیونکر امام کو قتل کی دھمکی دے سکتا تھا؟

شیعہ عقیدہ کے مطابق امامؑ واجب الاطاعت ہوتے ہیں اور آیت اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم کے مطابق امام کی اطاعت عین خدا و رسول کی اطاعت ہے تو اس صورت میں کسی کے لئے کیا جائز ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے امام کے لئے کوئی تکلیف یا ذمہ داری معین کرے اور پھر زبردستی اور دھمکیوں کے ساتھ اسے منوائے؟

اگر مامون بقول خود خلافت کو اس کے حقیقی مالک کی طرف لوٹانے کی نذر کی ہوئی ہوتی اس کا طریقہ کار یہ نہیں تھا کہ امامؑ کو اپنے گماشتوں کے زیر نظر مدینہ سے مرو تک لا کر اپنے نظریے کو زبردستی ان پر ٹھونس دے بلکہ یوں کرنا چاہئے تھا کہ مدینہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر معاملے کو آنحضرتؑ کے سامنے رکھ دیتا اور ان سے اپنی تکلیف روشن کراتا یا خط کے ذریعے اس کام کو انجام دیتا یا کم از کم حضرتؑ کے مرو تشریف لانے کے بعد آپ سے عرض کرتا کہ خلافت کا حقیقی مالک آپ ہیں اور میرے آباء نے بنی امیہ کے مانند ظلم و ستم سے حاصل کیا ہے اور اب میں حضور سے یہ تقاضا کرتا ہوں کہ فرمائیں کہ اس

پھر امام جو بھی حکم فرماتے بلا چون و چرا اسے نافذ کرتا۔ معاویہ بن یزید کی طرح لوگوں کے سامنے آپ کو خلافت سے معزول کر دیتا اور لوگوں کو امام رضا ؑ کی طرف دعوت دیتا۔

لیکن مامون نے ان اقدامات میں سے کسی پر بھی عمل نہیں کیا بلکہ اپنی مصلحت اور موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے امام کو مدینہ سے خراسان بلا لیا تاکہ

ایک تو یہ کہ علویوں کی تحریک جو اسلامی ملکوں کے گوشہ و کنار سے ابھر رہی تھی اس کو دبا دیا جائے اور دوسری طرف سے خود امام کو زیر نظر رکھا جائے کیونکہ ممکن تھا کہ آپ جو لوگوں کی توجہ کا مرکز بن چکے تھے، زمینہ فراہم ہونے کی صورت میں اپنی حقانیت کو ثابت کرتے اور مامون کو خلافت سے ہاتھ دھونا پڑتا۔ چنانچہ اس کے باپ ہارون اور منصور نے بھی امام موسیٰ کاظم اور امام جعفر صادق ؑ کو اسی طرح تحت نظر رکھا تھا۔

تیسری وجہ یہ کہ وہ چاہتا تھا کہ خلافت کا حلقہ جو کہ حقائق سے خالی تھا، میں پیش آنے والے فقہی اور علمی پیچیدہ مسائل کے حل کے بارے میں آپ کے وجود مبارک سے استفادہ کرے۔ پھر آپ کے مرو میں داخل ہونے کے بعد اس نے اس امام بزرگوار کی معنوی شخصیت کو پامال کرنے کی غرض سے آپ کے اوپر ولیعہدی کو بھی تھوپ دیا تاکہ لوگ آپ کے زہد و تقویٰ اور دنیا سے بے رغبتی کے بارے میں شک کرنے لگیں۔ دوسری طرف سے اپنی خلافت کو شرعی رنگ دے کر اس کو سچا بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ وہ تمام مراسم اور تشریفات جو ولیعہدی کے جشن میں ادا کئے گئے تھے سبھی دکھاوے اور بے ہودہ تھے تاکہ لوگوں کو معاملے کی حقیقت سے بے خبر رکھا جائے اور وہ اس کے اندرونی

مرادے سے آگاہ نہ ہو سکیں۔ لیکن حضرت امام رضاؑ کے لیے یہ تمام سازشیں اور مکاریاں واضح اور آشکار تھیں چنانچہ مدائنی کی روایت کے مطابق آپ نے اپنے کسی قریبی شخص کو جو جشن ولیعہدی میں خوشیاں منا رہا تھا کو ان حالات سے متعلق فرمایا: ان چیزوں سے زیادہ خوش نہ ہو اور خود کو ان میں مشغول نہ کر کیونکہ یہ کام اپنے نتیجہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ پھر مامون کو بھی یہ بات سمجھانے کے لیے کہ میں تمہاری دونوں پالیسیوں سے آگاہ ہوں اس کے لکھے ہوئے عہدنامے کی پشت پر آپ نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد تحریر فرمایا

یعلم خائنة الاعین وما تخفی الصدور یعنی اس اشارے کے ساتھ کہ خدا دلوں کے بھید اور اسرار کو جانتا ہے، مامون کو یہ سمجھا دیا کہ تم درحقیقت کوئی اور کام کرنا چاہتے ہو۔ آپ نے اپنے دستخط (مبارک) کے بعد یہ بھی مرقوم فرمایا کہ جامعہ اور جفر اس عہد نامے کے خلاف دلالت کرتا ہے۔

لیکن ان سازشوں نے مامون کا ساتھ نہ دیا جو اس نے امام کے خلاف کی تھیں اور ان پر عمل درآمد کے دوران امام بہت سے لوگوں کے دلوں کو اپنا گرویدہ بنا چکے تھے اور بہت سے دیگر ادیان و مکاتب کے دانشمندوں اور علماء کے ساتھ کیے گئے بحث و مناظروں کے ذریعے آپ کا علمی مقام و منزلت سب پر ظاہر ہو چکا تھا اور سبھی دانشمندوں اور صاحبان نظر نے آپ کی عظمت و مرتبت کی تصدیق کی تھی اور ہر مطلب اور نکتے میں آپ کے نظریے کو قبول کر چکے تھے اس طرح لوگوں کے ساتھ زیادہ رابطے میں رہنے کی وجہ سے آپ کا زہد و تقویٰ اور پرہیزگاری زبان زد عام و خاص ہو چکی تھی اور یوں آپ کی مامون پر فوقیت و برتری سب پر واضح و آشکار ہو چکی تھی۔ دانا اور سنجیدہ افراد آپس میں کہا کرتے تھے

حضرت رضاؑ ہر جہت سے خلافت کے لئے مامون اور دوسروں سے زیادہ موزوں اور

مزید بڑھیں اور آہستہ آہستہ یہ بات مامون تک پہنچی۔

مامون کو لوگوں کے دلوں میں امام کی معنویت کے نفوذ کر جانے کا اندیشہ تھا لہذا وہ اسے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا تاکہ کہیں یہ نہ ہو کہ سبھی امام رضا؈ کے گرویدہ ہو بیٹھیں اور یوں میرا تخت لٹ جائے۔ چنانچہ امام رضا؈ جب مرو میں نماز عید قائم کرنے کے لئے عید گاہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر نیز آپ کے ملکوتی اور نورانی کلمات کو سن کر لوگوں میں جوش و خروش کی لہر دوڑنے لگی اور مامون اس صورت حال سے وحشت زدہ ہو چکا تھا جس کے نتیجے میں اس نے (اپنے وزیر) فضل بن سہل کے مشورے پر آپ کو عید گاہ پہنچنے سے پہلے ہی واپس بلوا لیا۔ ہم یہاں ان لوگوں سے جو مامون کے اقدامات کے بارے میں خوش ہیں، یہ سوال کرتے ہیں کہ جب مامون ایک گھنٹے کے لیے صرف اہل مرو کو امام کے ساتھ رہنے نہیں دیتا تو کیونکر وہ ایسا کر سکتا تھا کہ خود خلافت سے دستبردار ہو کر اسے امام کے حوالے کر دیتے اور تمام امت مسلمہ کو آپ کے ماتحت قرار دیتے؟ اور ان کو آپ سے مستفیض ہونے دیتے؟

فرض کریں اگر لوگ حضرت امام رضا؈ سے متاثر ہو کر آپ کی بعنوان خلیفہ بیعت کر بھی لیتے اور مامون سے ہاتھ اٹھا لیتے تو کیا یہ مامون کا مقصود نہ تھا؟

اگر مامون حقیقی معنوں میں خلافت کو امام کے حوالے کرنا چاہتا تو لوگوں کے ایسا کرنے میں اس کے لئے کیا حرج تھا؟

لیکن مامون نے امام کو نماز عید پڑھانے سے روک کر اس بات کو ثابت کر دیا کہ وہ خلافت کو امام کے حوالے کرنے کے دعوی میں سچا نہیں تھا بلکہ اس اقدام سے اس کا کچھ اور مقصد تھا۔

مامون کو امام کے لوگوں کے درمیان موجود رہنے سے خطرہ محسوس ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب امام مدینہ سے مرو کی طرف روانہ ہونے لگے تو مامون نے اپنے گماشتوں کو یہ دستور دیا کہ آنحضرت کو کوفہ اور قم کے شہروں سے نہ گزرنے دیا جائے بلکہ بصرہ، اہواز اور فارس کے راستوں سے ہوتے ہوئے خراسان پہنچایا جائے، کیونکہ مذکورہ دو شہروں میں آپ کے عقیدتمندوں کی کثرت پائی جاتی تھی اور مامون کو آپ کے ان کے ساتھ قریبی ملاقات سے خوف تھا۔

ایک اور بات جس نے مامون کو پریشان کر رکھا تھا اور جس کو بعض مورخوں نے امام کی شہادت کا سبب جانا ہے وہ یہ تھی کہ مامون امام کے ساتھ کئے جانے والے اس برتاؤ میں، آپ کی تنقیدوں کا نشانہ بن جاتا تھا اور اگرچہ ظاہراً آپ کی باتوں کو قبول کرتا تھا لیکن اندر ہی اندر جاہ طلبی کے ہوس میں آپ کو نظر انداز کرتے اور آپ کی نصیحتیں اس پر گراں گزرتی تھیں چنانچہ شیخ مفید، طبری اور دوسروں نے بھی لکھا ہے کہ ایک روز جب امام رضا ؑ مامون کی قیامگاہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ نماز کے لئے وضو کر رہا ہے اور اس کا خادم اس کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے۔ فرمایا

لا تشرک بعبادة ربک احداً (اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک مت کرو!) مامون نے خادم کو فارغ کیا اور خود وضو انجام دینے لگا۔

اسی طرح مامون جب بھی فضل اور حسن کے بارے میں آپ سے گفتگو کرتا تو آنحضرت مامون کو ان کے عیوب سے آگاہ کراتے اور ان کی باتوں کو تسلیم کرنے سے ہوشیار کر دیتے تھے۔(۱)

---

۱۔ ارشاد مفید ج ۲، ص ۲۴

بہر حال وہ مصلحت جس سے مامون کی تدابیر اور سازشوں پر پانی پھیر دیا تھی کہ اس نے آپ کو ولیعہد بنا ... چہ علویوں کی طرف سے اٹھنے والی تحریک کو دبا دیا لیکن یہی امر بعد والے تشنج کی مجلسوں کی شورش اور عداوت کا سبب بنا۔ کیونکہ امام کو منصب ولیعہدی پر بٹھانے کو خلافت کو بنی عباس سے علویوں میں منتقل کردانتے تھے۔ چنانچہ بغداد والوں نے مامون کی غیر موجودگی میں اسے معزول کر کے اس کے چچا ابراہیم بن مہدی کی بیعت کر لی۔ چنانچہ پہلے بھی توضیح دی جا چکی ہے۔

مامون جو ہمیشہ پیش آنے والے حوادث سے اپنا فائدہ اٹھانے کی تدبیر و سوچ میں ہوا کرتا تھا، اس دفعہ بھی اس نے ایک جدید منصوبہ تیار کیا تھا تاکہ اس کے ذریعے امام کی نسبت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونے والی محبتوں کو دبا دیا جائے اور خاندان عباس کی جن کی طرف سے اس کی خلافت خطرے میں پڑ گئی تھی، کی شورشوں اور ہنگاموں کی آگ کو بھی بجھا دیا جائے اور جیسا کہ گزشتہ فصل میں اشارہ کیا کہ وہ بنی عباس کی تحریکوں کے خوف سے امام کو اپنے امر ولیعہدی کی طرف لانے پر مجبور تھا اسی طرح علویوں کی دوبارہ اٹھنے والی تحریک کے پیش نظر یا خراسانیوں کی آنحضرت کے حق میں کرنے والی طرفداریوں کی خاطر آپ کو معزول بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا اس کی نظر میں ان مشکلوں اور پریشانیوں سے نجات کا واحد حل یہی تھا کہ امام ... کو راستے سے ہٹائے اور آپ کی شہادت کو طبیعی موت ظاہر کرے تاکہ علویوں اور خراسانیوں کی جانب سے بھی آسودہ حال ہو اور بنی عباس کی طرف سے بھی آپ کی ولیعہدی کے سبب اٹھنے والے ہنگاموں کو خاموش کیا جا سکے۔ اسی ہدف کے پیش نظر اس نے امام کی شہادت کے بعد بنی عباس کے سرکردوں کے نام ایک خط لکھ دیا جس میں یوں مخاطب ہوا

۱۔ صدوق، مجلس ۲۵، حدیث

"رضاؑ تو وفات پا چکے ہیں اور تم لوگوں نے نئے جوان کی بیعت کی ہے جو میرے
خلاف ہو چکے تھے اور اب وہ صلح و آشتی اور میری اطاعت کرنے میں اب کوئی رکاوٹ
نہیں ہے۔"

امام رضاؑ کی مسمومیت کا موضوع جس کو مورخین نے مختلف طریقوں سے لکھا ہے دو پہلوؤں سے قابل بحث و تحقیق ہے۔

۱۔ آپ کو زہر دیا گیا۔ ۲۔ یہ کہ کس وسیلے سے آپؑ کو زہر دیا گیا؟

پہلی جہت کے بارے میں مورخوں کی تحریروں کے علاوہ بہت سے معصومینؑ سے روایت بھی نقل ہوئی ہیں کہ امام رضاؑ خراسان میں زہر سے شہید کر دیے جائیں گے اور ہم ذیل میں راویوں کے سلسلے کو حذف کرتے ہوئے چار احادیث کو ذکر کرنے پر اکتفا کریں گے

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا

۱۔ سَیُقْتَلُ رَجُلٌ مِنْ وُلْدِی بِاَرْضِ خُرَاسَانَ بِالسَّمِّ ظُلْماً اِسْمُهُ اِسْمِی وَ اِسْمُ اَبِیهِ اِبْنُ عِمْرَانَ مُوسَی

یعنی جلد ہی میرے بیٹوں میں سے ایک سرزمین خراسان میں ظلم سے زہر دے کر قتل کر دیا جائے گا اس کا نام میرا نام اور اس کے والد کا نام ابن عمران کا نام [یعنی] موسیٰ ہے۔(۱)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا

۲۔ یَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ وُلْدِ اِبْنِی مُوسَی اِسْمُهُ اِسْمُ اَمِیرِ الْمُؤْمِنِینَ فَیُدْفَنُ فِی

---

۱۔ امالی صدوق، مجلس ۲۵، حدیث ۵

فی أرض طوس وهی بخراسان یقتل فیها بالسم فیدفن فیها غریباً

میرے بیٹوں میں سے ایک شخص آئے گا جو میرے امیرالمومنین کا ہمنام ہوگا اور طوس کی سرزمین یعنی خراسان میں مدفون ہوگا جس میں وہ زہر کے ذریعے قتل کردیا جائے گا اور وہیں پردیس کی حالت میں دفن کردیا جائے گا۔(۱)

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا

۲۔ إنّ ابنی علیّاً مقتولٌ بالسُّمِّ ظُلماً ومدفونٌ إلی جنب هارون بطوس من زاره كمن زار رسول الله

یقیناً میرا بیٹا علی زہر سے مظلومانہ قتل کردیا جائے گا اور ہارون کے پہلو میں مدفون ہوگا۔ اس کی زیارت کرنے والا ایسا ہی ہے جس نے رسول خدا ﷺ کی زیارت کی۔(۲)

۳۔ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا

واللہ ما منّا إلّا مقتولٌ شهیدٌ فقیل له من یقتلك یا ابن رسول الله قال شرُّ خلقِ الله فی زمانی یقتلنی بالسمّ ثمّ یدفننی فی دار مضیعة وبلاد غربة

خدا کی قسم ہم اہل بیت میں ہر ایک مقتول اور شہید ہوگا، آپ سے عرض ہوا اے رسول خدا کے فرزند آپ کو کون قتل کرے گا؟ فرمایا میرے زمانے کے بدترین مخلوق خدا مجھے زہر سے قتل کرے گا پھر مجھے پردیس میں ایک خالی گھر میں دفن کردے گا۔(۳)

---

۱۔ بحار الانوار، ج۴۹، باب۵، حدیث ۳۲

۲۔ امالی صدوق، مجلس ۱۵، حدیث ۸

طبری کے علاوہ دوسرے تاریخ نویسوں نے بھی اپنی کتب میں مامون رشید عباسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان میں سے اکثر نے اس واقعے کو یقینی طور پر مامون کی طرف سے جانا ہے جبکہ بعض نے اس کے اصل عامل اور سبب کو درک کئے بغیر آپ کی مسمومیت کے ذکر پر اکتفا کی ہے۔

اب جبکہ حدیث و تاریخ کی رو سے امام کی مسمومیت ثابت اور یقینی ہوئی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس حادثے میں مامون کا ہاتھ نہ ہوتا تو کس نے آپ کو زہر دیا؟ کیا مامون کے علاوہ کسی اور میں ایسی جرأت ہو سکتی تھی؟ ہم اس سلسلے میں خود مامون کی باتوں سے دلیل پیش کرتے ہیں

جب مامون نے حضرت امام رضاؑ سے ولیعہدی کی پیشکش کی تو حضرت نے فرمایا میرے والد گرامی نے اپنے آباء سے مجھے خبر دی ہے کہ میں تم سے پہلے ہی دنیا سے چلا جاؤں گا اور مظلومانہ زہر سے قتل کر دیا جاؤں گا پھر ہارون کی قبر کے نزدیک مدفون ہوں گا۔ (یہ سن کر) مامون گریہ کرنے لگا اور کہا وہ کون ہے جو آپ کو قتل کرے یا میرے ہوتے ہوئے آپ کے ساتھ برائی کرنے کی جرأت رکھتا ہو؟

ہم بھی مامون کے طرفداروں سے یہی سوال کرتے ہیں کہ مامون کے زندہ ہوتے ہوئے کس کو امام کو زہر دینے کی جرأت ہوئی؟

تو کیا اس صورت میں مامون کے سوا کسی اور کو اس واقعے کا سبب جانا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

جو لوگ مامون کے بارے میں نیک عقیدہ رکھتے ہوئے اسے اس جرم سے بری سمجھتے ہیں، ان کا نظریہ یہ ہے کہ بنی عباس کے جن لوگوں نے امام کو زہر دیا ہے جبکہ ان ایام

کے اسباب اور صورت حال کی طرف ادنیٰ توجہ کرنے پر اس بات کے بے بنیاد ہونا مکمل طور پر واضح ہو جاتا ہے، کیونکہ امام پہلے ہی مامون کی قیامگاہ کے علاوہ کہیں اور سے کوئی چیز کی تناول نہیں فرماتے تھے کہ دوسرے آپ کو زہر دے سکیں اور مامون کی طرف سے بھی بعید ہے کہ اتنی ہوشیاری اور زیرکی کے باوجود عباس کے جاسوسوں کو مرکز خلافت تک نفوذ پیدا کرنے دے۔ ان سب کے علاوہ امام پہلے سے ہی اصل معاملے سے آگاہ تھے انہوں نے مامون کے اصرار اور جبر پر زہر آلود انگور یا انار کو تناول فرمایا تھا لیکن دوسروں کے مقابلے میں اس قسم کا کوئی جبر و اصرار نہ تھا۔

اگر کوئی اور اس معاملے میں مداخلت کی ہوتی تو یقیناً امام ان کو پہچان لیتے اور اس کی نشاندہی بھی فرماتے چنانچہ حضرت امیرؑ اپنے قاتل ابن ملجم کو پہچانتے تھے اور بارہا فرمایا کہ یہ مرادی مجھے قتل کر دے گا لیکن چونکہ جرم سے پہلے قصاص نہیں کیا جا سکتا تھا لہذا اسے کچھ نہ کیا۔

حضرت امام رضاؑ بھی جانتے تھے کہ کون آپؑ کو زہر دینے والا ہے؟ اور مامون کے اس سوال پر کہ کون آپؑ کو قتل کرے گا؟ آپ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو میں بتا بھی سکتا ہوں لیکن بعض مصلحتوں کی بنا پر آپ نے بیان نہیں فرمایا۔ یہاں تک کہ مدینہ سے روانگی کے وقت ہی آپؑ معاملے کی حقیقت سے آگاہ تھے جبھی تو آپ نے اپنے کنبے سے فرمایا سب مل کر مجھ پر گریہ کرو (کیونکہ میں اس سفر سے لوٹ کر نہیں آسکوں گا)۔

اس کے علاوہ کچھ احادیث بھی ہیں جن میں امام نے مامون کا صریحاً اپنے قاتل کے طور پر تعارف کرایا ہے۔ منجملہ شیخ صدوقؒ نے حسن بن جہم سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا میں امامؑ کے مناظرے کی ایک محفل میں موجود تھا، محفل کے ختم ہونے پر مامون نے امام

سے عرض کیا: اے ابا الحسن! خدا مجھے آپ پر فدا کرے۔ خدا کی قسم حقیقی علم آپ اہلبیت کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں ہے۔ آپ کے تمام آباء کے علوم آپ میں منتقل ہو چکے ہیں۔ خدا آپ کو اسلام و مسلمین کی جانب سے جزائے خیر عطا کرے۔ جب امام رضا اس مجلس سے باہر نکل کر اپنی قیامگاہ کی طرف تشریف لے گئے تو میں بھی آپ کے پیچھے چلا گیا اور عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! شکر ہے خدا کا کہ اس نے مامون کے دل کو آپ کے موافق بنا دیا ہے کہ اس نے حضور کی باتوں کی تصدیق کی ہے اور آپ کا عزت و احترام کرنے لگا ہے۔

امام نے فرمایا: اے پسر جہم! اس سے میری باتوں کی تصدیق اور میرا احترام تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے وہ عنقریب مجھے زہر سے شہید کرے گا اور مجھ پر ظلم ڈھائے گا لیکن یہ بات اپنے مقررہ وقت پر عمل میں آئے گی جس کے بارے میں میرے آباء نے رسول خدا ﷺ سے نقل کرتے ہوئے مجھے خبر دی ہے اور تو بھی اس راز کو جب تک میں زندہ ہوں، کسی سے نہ بتانا۔

راوی کہتے ہیں: میں نے یہ حدیث کسی سے ذکر نہیں کی یہاں تک کہ امام رضا طوس میں زہر سے شہید کر دیئے گئے اور حمید بن قحطبہ کے گھر میں قبر ہارون کے پہلو میں مدفون ہوئے۔(1)

لیکن جو لوگ مامون کو امیر المومنین ؑ کی خلافت بلافصل کے حق میں علم کلام و حدیث کے ۴۰ علماء کے ساتھ مناظرہ کرنے کی وجہ سے اس کے خاندان اہل بیت ؑ کے ساتھ

---

۱۔ عیون اخبار الرضا، ج۲، باب ۴۵، حدیث ۱

عقیدت رکھنے کے قائل ہیں اور مرحوم نے امام کی معصومیت سے بری کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اس نکتے کی طرف توجہ نہیں کی ہے کہ کسی چیز کے حق ہونے کا عقیدہ رکھنا ہی اس بات کی دلیل نہیں ہوتی کہ وہ صاحب حق کے حق کا بھی خیال رکھتا ہے۔ ظاہرا مامون کے دانشمند ہونے نیز اس کے علیؑ کو خلیفہ بلافصل جاننے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور اس میں بھی کوئی تردد نہیں ہے کہ وہ جانتا تھا کہ دوسرے ائمہ منجملہ امام رضا آنحضرتؐ کے حقیقی جانشین اور قابل تکریم و احترام تھے لیکن ان کے جاننے سے کسی اہم ترین نکتہ اس میں ہے کہ وہ ان تمام آگہی کے باوجود اپنی حکومت کے ہاتھ اٹھا کر اسے صاحب حق کے حوالے نہیں کر سکتا تھا، اور یہ خصلت صرف مامون سے مخصوص نہیں تھی بلکہ بنی عباس اور بنی امیہ کے دیگر حکام مثلاً منصور دوانقی بھی جانتا تھا کہ خلافت امام جعفر صادقؑ کا حق ہے لیکن اس کے باوجود ان کو تحت نظر رکھا۔ ستم ڈھاتا رہا۔ اسی طرح ہارون رشید بھی خوب جانتا تھا کہ حق حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے ساتھ ہے لیکن پھر بھی اس نے آپ کو سالوں سال زندانوں میں قید کر کے رکھا اور سرانجام اسی نے آپ کو زہر سے شہید کر دیا۔

یہی روش خلفائے بنی امیہ کی بھی تھی۔ کیا معاویہ یا اس کا مشیر عمرو عاص نہیں جانتا تھا کہ حضرت علیؑ حق پر ہیں اور وہ لوگ جبراً امام حق کے ساتھ جنگ کرنے پر تلے ہوئے ہیں؟

یقیناً وہ جانتے تھے مگر یہ کہ ان پر خلافت کا شوق اور حب منصب چھایا تھا۔

اس سلسلے میں سفیان بن نزار نے خود مامون سے ایک مفصل داستان نقل کی ہے جس کا خلاصہ

۱۔ عیون اخبار الرضا ج ۲ باب نقل حدیث ۲

کہتے ہیں کہ ایک دن میں چند دوسرے افراد کے ساتھ مامون کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

مامون نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ مجھے کس نے تشیع کی تعلیم دی ہے؟

حاضرین نے جواب دیا: ہم نہیں جانتے۔ مامون نے کہا: مجھے ہارون نے اس موضوع سے آگاہ کیا ہے۔ کہا گیا: یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ ہارون نے اس خاندان کے افراد کو قتل کیا ہے؟

مامون نے کہا: درست ہے ہارون نے انہیں حکومت و سلطنت بچانے کی خاطر قتل کیا ہے چونکہ الملک عقیم (یعنی حکومت بانجھ ہوتی ہے)۔ پھر مامون جیسے حدیث نقل کرتے ہوئے کہتا ہے: ایک دن میں اپنے بھائیوں کے ساتھ مدینہ میں ہارون کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک کمزور اور ناتواں بوڑھا حاضر ہوا جبکہ کثرت سجدہ کی وجہ سے اس کی پیشانی اور ناک پر نشان پڑ چکے تھے۔ ہارون نے اس کے دونوں آنکھوں اور ہاتھوں کو چوم لیا اور ہاتھ پکڑ کر اسے صدر مجلس میں بٹھا دیا اور اس کا بہت زیادہ احترام کیا۔ جب وہ مجلس سے جانے لگا تو اس کی تعظیم میں کھڑے ہوئے اور اس کی آنکھوں کو بوسہ دیا اور مجھے اور میرے بھائیوں کو دستور دیا کہ تمہارے چچا اور آقا کے احترام میں دروازے تک ان کی ہمراہی کرو، ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر پلٹ آنے کے بعد جب مجلس خلوت ہو گئی تو ہارون سے پوچھا کہ یہ شخص کون تھا جس کی اس قدر تعظیم و احترام کیا جا رہا تھا؟

کہا: یہ شخص لوگوں کے امام اور خدا کے بندوں پر اس کی حجت ہیں۔

میں نے کہا: کیا یہ صفت صرف ہم ہی سے مخصوص نہیں ہے؟

کہا: میں ظاہری طاقت اور زور و زبردستی سے ان لوگوں کا خلیفہ بنا ہوا ہوں لیکن موسیٰ بن جعفرؑ حقیقی اور برحق امام ہیں۔ قسم بخدا وہ رسول خداؐ کی جانشینی کے لئے مجھ سے اور تمام

لوگوں سے زیادہ عزیز ہو لیکن اور خدا کی قسم تم میرا بیٹا ہوتے ہوئے بھی اگر خلافت کے معاملے میں مجھ سے تنازعہ کرو گے تو تیرا سر تن سے جدا کر دیا جائے گا کیونکہ الملک عقیمٌ (۱)

اس روایت اور اسی طرح کے منطق اور نظریے کے مطابق ان کے نزدیک جاہ و مقام کی محبت کو تمام خواہشوں اور آرزوؤں پر فوقیت حاصل تھی جس کی راہ میں خاندانی شفقت، مذہبی عقائد اور اخلاقی فرائض جیسے کوئی بھی امر حائل نہیں ہو سکتا تھا۔ جس کسی کے بارے میں بدگمانی پیدا ہوتا تو چاہے جیسے بھی خدمتگزار کیوں نہ ہو، فوراً اس کی موت کا سامان مہیا ہو جاتا تھا تاکہ اس کی جانب مزاحمت سے امن میں ہو۔ چنانچہ خود مامون نے بھی خلافت کے حصول کے لئے اپنے بھائی امین کو قتل کر کے اس کے سر کو بغداد سے مرو لایا۔ اسی طرح بنی عباس کا دوسرا خلیفہ منصور نے ابو مسلم خراسانی کی، جو بنی امیہ کی شکست اور خلافت کے بنی عباس میں منتقلی کا موجب بنا تھا، بجائے تعریف اور صلہ فراہمی اس کو بری طرح قتل کر دیا اور یہی روش دوسرے خلفاء میں بھی رائج رہ چکی ہے۔

جورج زیدان لکھتے ہیں بنی عباسیوں کی اپنی خدمتگزاروں کے ساتھ غداری اور عہد شکنی اس قدر شہرت پا چکی تھی کہ وہ خود بھی اس کے ذریعے استدلال کیا کرتے تھے۔ مثلاً جب طاہر بن حسین جو خراسان میں فوجی کمانڈر تھا نے مامون کی مدد سے امین کے خلاف قیام کیا تو امین نے اس کے نام درج ذیل خط لکھ کر روانہ کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سے طاہر جان ہوا جس نے ہمارے خاندان کی حمایت کی ہے مگر انہیں تلوار کے ذریعے اس کا خاتمہ ہو گیا۔ پس یہ اس کام سے ہاتھ اٹھا دیا۔ مامون جیسے آمادہ ہو جاتا اتفاق سے جب مامون طاہر کی مدد سے امین پر غالب آ گیا تو طاہر کو مجرم قرار دیا گیا اور اسی کے ہاتھوں میں تربیت پائے ہوئے ایک کارندے کی وساطت سے اس کو زہر دلا دیا۔ (۱)

پس ان مطالب پر غور کرنے کے بعد بھی اگر کوئی امام رضا علیہ السلام کو مامون کے ہاتھوں زہر ملنے سے انکار کرے گا تو گویا اس نے بدیہیات کا انکار کیا ہے اور مبانی عقلی اور منطقی استدلالات اس کے پاس کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

---

۱۔ ترجمہ تاریخ تمدن اسلام ص ۳۰۴

# چوتھا باب

## حضرت رضاؑ کے فرمودات

۱۔ مختصر احادیث (کلمات قصار)

۲۔ منظوم فرمودات

۳۔ خلاقی اور معاشرتی تعلیمات

۴۔ طبی و حفظانِ صحت سے متعلق آپؑ کی ہدایات

# مختصر احادیث

۔ لا یکون المؤمن مؤمناً حتی یکون فیه ثلاثة خصال

سنّة من ربه وسنّة من نبیه وسنّة من ولیه

فامّا السنّة من ربه فکتمان السرّ

وامّا السنّة من نبیه فمداراة الناس

وامّا السنّة من ولیه فالصبر فی البأساء والضرّاء

جب تک مومن میں یہ تین خصلتیں نہ ہوں وہ مومن نہیں ہو سکتا

ایک سنت اپنے پروردگار سے ایک سنت اس کے نبی سے اور ایک سنت اس کے ولی سے (اس کے اندر پائی جاتی ہو)۔

لیکن وہ سنت جو پروردگار کی اس میں ہونی چاہئے، وہ عیب پوشی ہے،

اور اس کے نبی کی سنت لوگوں کے ساتھ مدارات و دوستی ہے

اور اس کے ولی کی سنت سختیوں اور مشکلوں میں صبر و تحمل کرنا ہے۔

۲۔ صاحب النعمة یجب علیه ان یوسع علی عیاله

صاحب حیثیت کو چاہیے کہ اپنے اہل و عیال کے اخراجات میں وسعت دے۔

۳۔ صدیقُ کلِّ امرءٍ عقلُهُ، وعدوُّهُ جهلُه

ہر شخص کا رفیق اس کی عقل ہے اور اس کا جہل اس کا دشمن ہے۔

۴۔ من اخلاق الانبیاء التَّنظُّفُ

صفائی کے ساتھ رہنا انبیاء کی سیرت میں سے ہے۔

۵۔ لم یخنک الامینُ ولکن ائتمنتَ الخائن

امین شخص نے تمہارے ساتھ خیانت نہیں کی ہے بلکہ تم نے خیانتکار کو امین سمجھا ہے۔

۶۔ اذا اراد الله امراً سلب العباد عقولهم، فانفذ امرهُ وتمّت ارادته، فاذا انفذ امرهُ ردّ الی کلِّ ذی عقلٍ عقلهُ، فیقولُ کیف ذا ومن این ذا؟

جب خدا تعالیٰ کسی امر کا ارادہ فرماتا ہے تو بندوں کی عقلوں کو لے لیتا ہے، پھر جب اپنے امر کو نافذ اور اپنے ارادے کو پورا فرماتا ہے، اپنے حکم کو نافذ کرنے کے بعد ہر صاحب عقل کو اس کی عقل دوبارہ عطا کرتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے یہ کیسے ہے اور یہ کہاں سے آیا ہے؟

۷۔ الصَّمتُ بابٌ من ابواب الحکمة، انّ الصَّمتَ یکسب المحبّة، انّهُ دلیلٌ علی کلِّ خیرٍ

خاموشی حکمت کے دروازوں میں سے ایک ہے۔ جب خاموش ہو گے تو محبت پاؤ گے کیونکہ خاموشی ہر خیر کی طرف راہنما ہے۔

[illegible]

۸_ الأخ الأكبر بمنزلة الأب

بڑا بھائی باپ کا درجہ رکھتا ہے۔

۹_ التودد إلى الناس نصف العقل

لوگوں سے اظہار محبت کرنا نصف عقل ہے۔

۱۰_ إن الله يبغض القيل والقال وإضاعة المال وكثرة السؤال

بے شک اللہ بحث و نزاع، مال کو ضائع کرنے اور زیادہ سوال کو پسند نہیں فرماتا۔

۱۱_ إن الإيمان أفضل من الإسلام بدرجة، والتقوى أفضل من الإيمان بدرجة

یقیناً ایمان اسلام سے ایک درجہ افضل ہے اور تقویٰ ایمان سے ایک درجہ بہتر ہے

۱۲_ سئل عن خيار العباد، فقال: الذين إذا أحسنوا استبشروا، وإذا أساؤوا استغفروا، وإذا أعطوا شكروا، وإذا ابتلوا صبروا، وإذا غضبوا عفوا

امام علیہ السلام سے بہترین بندوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا

بہترین بندے وہ ہیں، جب نیکی کریں تو خوش ہوتے ہیں، جب گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو خدا سے طلب مغفرت کرتے ہیں، جب کوئی چیز ان کو ملتی ہے تو شکریہ ادا کرتے ہیں، جب کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں تو صبر کرتے ہیں اور جب غصہ آتا ہے تو عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔

۱۳_ وسئل عن حد التوكل فقال: أن لا تخاف أحداً إلا الله

آپ سے حد توکل کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا (توکل یہ ہے کہ) خدا کے سوا

سوا کسی اور کا خوف نہ رکھے۔

۱۴۔ من السُّنَّة اِطْعامُ الطَّعامِ عِندَ التَّزویج

شادی بیاہ میں کھانا کھلانا ایک سنت ہے۔

۱۵۔ الایمانُ اربعۃ ارکان: التَّقْویٰ علی اللہ و الرِّضا بقضاء اللہ، و التَّسْلیمُ لامرِ اللہ، والتَّفْوِیضُ الی اللہ

ایمان کے چار ارکان ہیں: خدا کا خوف رکھنا، خدا کے فیصلے پر راضی ہونا، خدا کے (ہر) حکم پر سر تسلیم خم کرنا اور اپنے معاملے کو خدا ہی کے اوپر چھوڑنا۔

۱۶۔ وقیل لہ: وکیف اَصْبَحْتَ؟ فقال: اَصْبَحْتُ باجلٍ منقوصٍ، وعملٍ محفوظٍ، والموتُ فی رقابنا، والنّارُ من ورائنا، ولا ندری ما یُفْعَلُ بنا

آپ سے پوچھا گیا حضور نے کیسے صبح کی؟ فرمایا: میں نے اس حالت میں صبح کی جبکہ میری عمر گھٹ رہی تھی، عمل لکھے جا رہے تھے، موت ہماری گردنوں پر منڈلا رہی تھی اور آگ ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے اور ہم نہیں جانتے کہ کیا کریں؟

۱۷۔ ما التقت فئتان قطُّ الّا نصرَ اعظمُهُما عفواً

جب بھی دو گروہ آپس میں لڑتے ہیں تو ان میں سے جو زیادہ بخشش اور عفو کا حامل ہوتا ہے اسی کو فتح پایا جاتا ہے۔

۱۸۔ السخیُّ یاکلُ من طعامِ النّاس لیاکلوا من طعامہ و البخیلُ لا یاکُلُ من طعام النّاس لئلّا یاکلوا من طعامہ

سخاوتمند لوگوں کے پاس کھانا کھاتا ہے تاکہ لوگ اس کے پاس کھانا کھائیں اور

بخیل، لوگوں کے دسترخوان پر نہیں کھاتا کہ دوسرے بھی اس کے پاس کھانا نہ کھائیں۔

۱۹۔ یأتی علی النّاس زمانٌ تکون العافیة فیه عشرة اجزاء، تسعة منها فی اعتزال النّاس و واحدٌ فی الصمت

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں عافیت کے دس جز ہوں گے، ان میں سے نو جز گوشہ نشینی میں اور ایک خاموشی میں ہوگا۔

۲۰۔ عونک الضعیف من افضل الصّدقة

تمہارا کسی ضعیف کی مدد کرنا بہترین صدقہ دینے کے مانند ہے

۲۱۔ لا یستکمل عبدٌ حقیقة الایمان حتّی تکون فیه خصالٌ ثلاث: التفقّه فی الدّین و حسن التقدیر فی المعیشة، و الصّبر علی الرّزایا

جب تک یہ تین خصلتیں (کسی) بندے میں نہ ہوں، اس کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ ۱۔ دینی امور کو اچھی طرح جاننا ۲۔ معیشت میں اچھی طرح غور و فکر کرنا ۳۔ سختیوں اور مشکلوں میں صبر کرنا۔

۲۲۔ احسن الظّنّ بالله، فانّ من حسن ظنّه بالله کان الله عند ظنّه

خدا کے بارے میں حسن ظن رکھا کرو کیونکہ جس کا خدا کی نسبت اچھا گمان ہوگا تو خدا بھی اس کے گمان کے قرین ہوگا۔

۲۳۔ لا یتمّ عقل امرءٍ مسلمٍ حتّی تکون فیه عشر خصال

الخیر منه مأمول، والشّرّ منه مأمون

یستکثر قلیل الخیر من غیره و یستقلّ کثیر الخیر من نفسه، لا یسأم من طلب الحوائج الیه ولا یملّ من طلب العلم طول دهره، الفقر

فِي اللهِ احَبُّ اِلَيْهِ مِنَ الْغِنَى وَالذُّلُّ فِي اللهِ احَبُّ اِلَيْهِ مِنَ الْعِزِّ فِي عَدُوِّهِ.

وَالْخُمُولُ اَشْهَى اِلَيْهِ مِنَ الشُّهْرَةِ لَا يَرَى اَحَدًا اِلَّا قَالَ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي

وَاتْقَى،

اِنَّمَا النَّاسُ رَجُلَانِ

رَجُلٌ شَرٌّ مِنْهُ وَاتْقَى، فَاِذَا لَقِيَ الَّذِي هُوَ شَرٌّ مِنْهُ وَاَدْنَى قَالَ لَعَلَّ خَيْرَ هَذَا

بَاطِنٌ وَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَخَيْرِي ظَاهِرٌ وَهُوَ شَرٌّ لِي، وَاِذَا لَقِيَ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ

وَاتْقَى تَوَاضَعَ لَهُ لِيَلْحَقَ بِهِ فَاِذَا فَعَلَ ذَالِكَ فَقَدْ عَلَا مَجْدُهُ وَطَابَ خَيْرُهُ

وَحَسُنَ ذِكْرُهُ وَسَادَ اَهْلَ زَمَانِهِ

کسی مسلمان کی عقل اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتی جب تک اس میں یہ دس خصلتیں

نہ ہوں:

اس سے خیر کی امید ہو، اس کے شر سے امن ہو، دوسروں کی قلیل نیکی کو زیادہ جانے اور اپنی زیادہ نیکیوں کو ناچیز گردانے، اس سے طلب کی جانے والی حاجتوں سے دلگیر نہیں ہوتا ہو، عمر بھر علم کے طلب سے ملول نہ ہوتا ہو، راہِ خدا میں فقر و تنگدستی کو برداشت کرنا اس کے لئے امیری سے زیادہ محبوب ہو، خدا کی خاطر رسوائی اٹھانا اس کے لئے خدا کے دشمن کے ساتھ (پائی جانے والی) عزت سے زیادہ پسندیدہ ہو، گمنامی شہرت سے زیادہ چاہتا ہو، جس کو بھی دیکھے وہ کہنے لگے وہ مجھ سے زیادہ اچھا اور پرہیزگار ہوگا۔ (کیونکہ) آدمی دو قسم کے ہیں ایک اس سے بہتر اور زیادہ متقی اور دوسرا اس سے بدتر اور پست تر ہے، تو جب اس شخص سے ملتا ہے جو اس سے بدتر ہے تو کہنے لگتا ہے شاید اس کی خوبی پوشیدہ ہو جو کہ اس کے حق میں بہتر ہے اور شاید میری خوبی ظاہر ہو جو کہ میرے لئے بہتر نہیں ہے، اور

جب اس شخص کو دیکھتا ہے جو اس سے بہتر اور زیادہ پرہیزگار ہے تو اس کیلئے تواضع اور انکساری کا اظہار کرتا ہے تاکہ وہ خود بھی اس کے ساتھ ملحق ہو جائے پس جب مومن ایسا کرے گا تو اس کی بزرگی بڑھ جائے گی اس کی خوبیاں پاک اور اس کا تذکرہ نیک ہو جائے گا اور خود اپنے زمانے کا سردار ہوگا۔

۲۴۔ اَلْعُجْبُ دَرَجَاتٌ،

مِنْهَا اَنْ یُزَیَّنَ لِلْعَبْدِ سُوْءُ عَمَلِهٖ فَیَرَاهُ حَسَناً فَیُعْجِبُهٗ وَ یَحْسَبُ اَنَّهٗ یُحْسِنُ صُنْعاً

وَمِنْهَا اَنْ یُؤْمِنَ الْعَبْدُ بِرَبِّهٖ فَیَمُنُّ عَلَی اللّٰهِ وَلِلّٰهِ الْمِنَّةُ عَلَیْهِ فِیْهِ

عُجب کے درجات ہیں پہلا درجہ: بندے کے برے اعمال کو اس کیلئے مزین کر کے دکھایا جاتا ہے تو وہ اسے اچھے معلوم ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں گمان کرتا ہے کہ وہ اچھے کام انجام دے رہا ہے۔

دوسرا درجہ: بندہ اپنے پروردگار پر ایمان لا کر اس پر احسان جتانے لگتا ہے جبکہ اس سلسلے میں خدا کا احسان اس پر ہے۔

۲۵ اِنَّ مِنْ عَلَامَاتِ الْفِقْهِ الْحِلْمُ وَالصَّمْتُ

سمجھ بوجھ کی علامتوں میں سے ایک خاموشی ہے۔

۲۶ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِیّاً قَطُّ اِلَّا بِتَحْرِیْمِ الْخَمْرِ وَاَنْ یُقِرَّ لَهٗ بِالْبَدَاءِ

خدا نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ حرمت شراب اور خدا کے لیے بداء ہونے کے اقرار کے ساتھ۔

۲۷ اَلْاَئِمَّةُ خُلَفَاءُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ اَرْضِهٖ

ترجمہ: خدا کی زمین پر اس کے نمائندے ہیں۔

۲۸۔ مَنْ رَضِيَ بِالْقَلِيلِ مِنَ الرِّزْقِ قُبِلَ مِنْهُ الْيَسِيرُ مِنَ الْعَمَلِ

جو قلیل رزق پر راضی ہوگا اس کے قلیل عمل مقبول ہوں گے۔

۲۹۔ اَلْمُسْتَتِرُ بِالْحَسَنَةِ يَعْدِلُ سَبْعِينَ حَسَنَةً وَالْمُذِيعُ بِالسَّيِّئَةِ مَخْذُولٌ وَالْمُسْتَتِرُ بِالسَّيِّئَةِ مَغْفُورٌ لَهُ

نیکی کو پوشیدہ رکھنے والے کو (آشکار نیکی کے) ستر برابر ثواب ملے گا، کھل کر گناہ کرنے والے رسوا و خوار ہوں گے اور گناہوں کو چھپانے والا بخش دیا جائے گا۔

۳۰۔ مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ رَبِحَ، وَمَنْ غَفَلَ عَنْهَا خَسِرَ، وَمَنْ خَافَ أَمِنَ، وَمَنِ اعْتَبَرَ أَبْصَرَ، وَمَنْ أَبْصَرَ فَهِمَ وَمَنْ فَهِمَ عَلِمَ

جس نے (اپنے) نفس کا محاسبہ کیا وہ منفعت پائے گا، جو اس سے غافل رہا وہ خسارت میں، جو (خدا سے) ڈرے گا وہ (اس کے عذاب سے) امن میں رہے گا، جو (واقعات و حادثات سے) عبرت حاصل کرے گا وہ بصیرت پا جائے گا، اور جس نے بصیرت پائی اس نے فہم و شعور کو پایا اور جسے فہم ملا اسے علم ملا۔

۳۱۔ أَفْضَلُ الْمَالِ مَا وُقِيَ بِهِ الْعِرْضُ

بہترین مال و دولت وہ ہے جس کے ذریعے عزت کا تحفظ ہو۔

۳۲۔ اَلْمُؤْمِنُ إِذَا غَضِبَ لَمْ يُخْرِجْهُ غَضَبُهُ عَنْ حَقٍّ وَإِذَا رَضِيَ لَمْ يُدْخِلْهُ رِضَاهُ فِي بَاطِلٍ

جب مومن غضبناک ہوتا ہے تو اس کا غصہ اسے حق سے تجاوز کرنے نہیں دیتا اور جب

خوش حال ہوتا ہے تو اس کی خوشی اسے باطل کی طرف جانے نہیں دیتی۔

الإيمان اداء الفرائض واجتناب المحارم، والإيمان هو معرفةٌ بالقلب وإقرارٌ باللسان وعملٌ بالأركان

ایمان (سے مراد) فرائض کو ادا کرنا حرام چیزوں سے پرہیز کرنا ہے۔ نیز ایمان سے مقصود دل میں معرفت رکھنا، زبان کے ذریعے اقرار اور اعضاء کے ذریعے عمل کرنا ہے۔

# آپؑ کے منظوم فرمودات

حضرت امام رضاؑ سے کلمات قصار کے علاوہ منظوم فرمودات بھی نقل ہوئے ہیں جن میں سے ذیل کے اشعار بھی ہیں۔

یعیبُ النّاسُ کُلُّهُمْ زمانا      وَ ما لزمننا عیبٌ سوانا

نعیبُ زماننا والعیبُ فینا      ولو نطق الزمانُ بنا هجانا

وانّ الذئبَ یترکُ لحمَ ذئبٍ      ویأکُلُ بعضُنا بعضاً عیانا

لبسنا للخداعِ مسوکَ طیبٍ      فویلٌ للغریبِ اذا اتانا

۔ لوگ زمانے کا عیب نکالتے ہیں جبکہ ہمارے زمانے میں خود ہمارے سوا اور کوئی عیب ہی نہیں ہے۔ (یعنی ہم نے ہی اپنی کرتوتوں سے زمانے کو برا بنا رکھا ہے۔)

۲۔ ہم اپنے زمانے کی برائی کرتے ہیں حالانکہ عیب خود ہمارے اندر ہیں۔ اگر زمانہ ہمارے ساتھ بات کرتا تو وہ ہمیں برا بھلا کہتا۔

۳۔ یقیناً بھیڑیا، بھیڑیے کا گوشت نہیں کھاتا جب کہ ہم کھلم کھلا ایک دوسرے کا

گوشت کھا جاتے ہیں۔

۳۔ ہم نے (لوگوں کو) فریب دینے کے لئے ہرن کی کھال (جیسے کپڑے) پہن رکھے ہیں تو ہمارے پاس آنے دو اس ناواقف کا خدا ہی بھلا کرے۔

ایک دن مامون امام رضاؑ سے عرض کرنے لگا کہ حلم کے بارے میں کوئی شعر ارشاد فرمائیں تو آپ نے فرمایا

اذا کان دونی من بلیت بجهله

ابیت لنفسی ان تقابل بالجهل

وان کان مثلی فی محلی من النهی

اخذت بحلمی کی اجل عن المثل

وان کنت ادنی منه فی الفضل والحجی

عرفت له حق التقدم والفضل

جب کوئی مجھ سے پست تر ہو اور میں اس کی نادانی میں مبتلا ہو جاؤں تو میں خود کو اس کے جہل سے برابری کرنے سے منع کرتا ہوں۔

اور جو شان و مرتبت کے اعتبار سے میرے برابر ہوگا تو میں اس کے لئے حلم اور بردباری کو اپناؤں گا تاکہ اپنے ہم شکل پر برتری پاؤں۔

اور اگر فضیلت و عقل کے حوالے اس سے کمتر ہوں گا تو میں حق تقدم اور فضیلت کو اسی کے حوالے کروں گا۔

پھر مامون ہی نے کہا

نادانی اور دوست کی برائی اور سرزنش ترک کرنے کے بارے میں بھی کوئی شعر

ارشاد فرمائیں! تو آپ نے فرمایا

إنّي ليهجرني الصديق تجنّبا
فأريه أنّ لهجره أسبابا
وأراه إن عاتبته أغريته
فأرى له ترك العتاب عتابا
وإذا بليت بجاهلٍ متحكّمٍ
يجد المحال من الأمور صوابا
أوليته منّي السكوت وربّما
كان السكوت عن الجواب جوابا

(میرا) دوست مجھ سے دوری اختیار کر رہا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے کچھ نہ کچھ اسباب (ضرور) ہیں

یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ میں اگر اس سلسلے میں اس کو برا بھلا کہتا ہوں تو گویا میں نے اسے مزید ناراض کیا ہے پس اس کی سرزنش نہ کرنا بھی اس کے حق میں برا ہی ہوگا۔

اگر کبھی میں ایسے جاہل کے ذریعے آزمایا جاؤں جو محال کاموں کو بھی صحیح جانتا ہے تو خاموشی کو ہی ترجیح دوں گا کیونکہ بعض اوقات خاموشی ہی بہترین جواب ہوا کرتا ہے۔

إنّك في دارٍ لها مدّةٌ — يُقبل فيها عملُ العامل
أما ترى الموت محيطاً بها — يسلبُ منها أملَ الآمل
تُعجّلُ الذنب بما تشتهي — وتأملُ التوبةَ من قابلِ
والموتُ يأتي أهلهُ بغتةً — ما ذاك فعلُ الحازمِ العاقلِ

تم ایک ایسے گھر (دنیا) میں ہو جس کے لئے ایک (محدود) مدت پائی جاتی ہے اور عمل کرنے والے کا عمل اس مدت میں قبول کیا جاتا ہے۔

کیا تم دیکھتے نہیں ہو موت اس مدت (یعنی زندگی) پر چھائی ہوئی ہے اور ہر آرزومند کی آرزو کو اچک لے جاتی ہے۔

جب گناہ کرنا چاہتے ہو تو اس میں شتاب زدہ ہو جاتے ہو لیکن توبہ کرنے میں آج کل کرتے ہو درحالیکہ موت اپنے صاحب پر اچانک آ پڑے گی اور ایسا (یعنی توبہ کی امید سے گناہ) کرنا عاقل اور محتاط انسان کا کام نہیں ہے۔

محمد بن یحییٰ بن ابی عباد نے اپنے چچا سے نقل کیا ہے کہ ایک دن امام رضا ؑ یہ اشعار ارشاد فرما رہے تھے

كُلُّنَا نَأْمُلُ مَدًّا فِي الأَجَلِ — وَالمَنَايَا هُنَّ آفَاتُ الأَمَلِ

لَا تَغُرَّنْكَ أَبَاطِيلُ المُنَى — وَالْزَمِ القَصْدَ وَدَعْ عَنْكَ العِلَل

إِنَّمَا الدُّنْيَا كَظِلٍّ زَائِلٍ — حَلَّ فِيهَا رَاكِبٌ ثُمَّ رَحَل

ہم سب ہی آرزو کرتے ہیں کہ زندگی طولانی ہو جبکہ موت ہی آرزوؤں کے لئے آفت ہے۔

(دنیا کی) جھوٹی تمنائیں تجھے دھوکے میں نہ ڈالیں (لہذا) میانہ روی اختیار کرتے ہوئے بہانہ جوئی کو ترک کر۔

دنیا تو صرف ایک سائے کی مانند ہے جو جلد ہی چھٹ جاتا ہے۔ جس میں سواری (کچھ دیر) سستانے کیلئے بیٹھ جاتا ہے پھر چلا جاتا ہے۔

شیخ صدوق ؒ روایت کرتے ہیں کہ مامون نے ایک کنیز کو امام رضا ؑ کی خدمت میں

آپ کی خادمہ کے بطور بھیجا۔ جب وہ کنیز عمر رسیدگی کی وجہ سے آپ کی خدمت کرنے میں کراہت محسوس کرنے لگی تو حضرت نے اسے لوٹا دیا اور ماموں کو یہ اشعار لکھ کر بھیج دیے

| | |
|---|---|
| نَعیٰ نَفْسِي إِلیٰ نَفْسِي الْمَشِيبُ | وعِنْدَ الشَّيبِ يَتَّعِظُ اللَّبِيبُ |
| فَقَدْ وَلّی الشَّبابُ إِلی مَدَاهُ | فَلَسْتُ أَرَی مَواضِعَهُ يؤُوبُ |
| سَأَبْكِيهِ وَ أَنْدُبُهُ طَوِيلاً | وأدْعُوهُ إِلَيَّ عَسیٰ يُجِيبُ |
| وَهَيْهاتَ الَّذِي قَدْفَاتَ مِنّي | تُمَنِّينِي بِهِ النَّفْسُ الْكَذُوبُ |
| وراعَ الْغانِياتِ بَياضُ رأسِي | ومَنْ مَدَّ الْبَقاءُ لَهُ يَشِيبُ |
| أَرَی الْبِيضَ الْحِسانَ يَحِدْنَ عَنّي | وفِي هِجْرانِهِنَّ لَنا نَصِيبُ |
| وَإِنْ يَكُنِ الشَّبابُ مَضیٰ حَبِيبٌ | فَإِنَّ الشَّيبَ أَيضاً لي حَبِيبٌ |
| سَأَصْحَبُهُ بِتَقْوَی اللهِ حَتّیٰ | يُفَرِّقَ بَيْنَنا الأَجَلُ الْقَرِيبُ |

میرے بڑھاپے نے مجھے موت کی خبر دی اور عاقل آدمی بڑھاپے میں نصیحت پا جاتا ہے۔

جوانی نے اپنے پورے دور میں مجھ سے پہلوتہی کی اور میں اس کے محلوں کو پلٹتے ہوئے نہیں پاتا۔

میں اپنی کھوئی ہوئی جوانی پر بہت روؤں گا اور اسے پکاروں گا شاید وہ مجھے جواب دے۔

لیکن گذری ہوئی جوانی کا (لوٹ آنا) تو بہت دور کی بات ہے۔ میرا جھوٹا نفس مجھے

اس کی تمنا میں دن تمام ہوا۔

میرے سر کی سفیدی دیکھ کر گانے والیاں مجھ سے وحشت زدہ ہو گئیں اور جو زیادہ دنیا میں رہے گا بوڑھا ہو جائے گا۔

میں دیکھتا ہوں کہ حسینائیں اور گوریاں مجھ سے منہ موڑ رہی ہیں اور ہمارے لئے بھی ان کی جدائی میں بہرہ مندی ہے۔

گزری ہوئی جوانی عزیز تھی تو (موجودہ) بڑھاپا بھی میرے لئے پسندیدہ ہے۔

میں بڑھاپے کی خدا سے ڈرتے ہوئے ہمراہی کروں گا یہاں تک کہ اجل جو قریب ہے آکر ہمارے درمیان میں جدائی ڈالے گی۔(۱)

---

# اخلاقی اور معاشرتی نصیحتیں

حضرت امام رضاؑ نے معاشرتی اور اخلاقی نصیحتوں پر مشتمل ایک قصیدہ تحریر فرمایا تھا جسے قصیدہ ہائیہ کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ قصیدہ بھی آپ کے منظوم فرمائشات میں شامل ہوتا تھا تاہم چونکہ اس کا موضوع معاشرہ اور اخلاق سے مربوط تھا لہٰذا اسے ایک جداگانہ فصل میں قرار دے کر ترجمہ کیا گیا ہے۔

**خود پسندی اور خدا سے غفلت برتنے کی مذمت میں**

وعجباً للمرء في لذّته — يجرُّ ذيل تيهه في خطرته
يزجره الوعظ فلا ينتهي — كأنّه الميّت في سكرته
يبارز الله بعصيانه — جهراً ولا يخشاه في خلوته
وإن يقع في شدّة يبتهل — فإن نجى عاد إلى عادته

تعجب ہے (اس دولت دنیا سے) لذت اٹھانے والے شخص پر جو اس کو ناز سے ہدف میں سرگردان کر دیتا ہے۔

وعظ و نصیحت اسے (روک روک کر) ٹوک رہی ہے لیکن وہ باز نہیں آتا گویا وہ ایک ایسا مردہ

ہے جو سکرات موت میں پڑا ہوا ہے۔

وہ اپنے کھلے گناہوں کے ذریعے خدا کے مقابلے میں آ جاتا ہے اور خلوت میں بھی اس سے نہیں ڈرتا۔

اگر کبھی سختی میں پڑ جائے تو فرار کرنے لگتا ہے پھر جب چھٹکارا پاتا ہے تو پھر سے اپنی عادتوں (گناہوں) کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

۲۔ خدا پرستی اور تلاوت قرآن کی ترغیب میں

رَغِبْتَ لِمَوْلاكَ وَكُنْ رَاشِدًا

وَاعْلَمْ بِأَنَّ الْعِزَّ فِي خِدْمَتِهِ

وَاتْلُ كِتَابَ اللهِ تُهْدَى بِهِ

وَاتَّبِعِ الشَّرْعَ عَلَى سُنَّتِهِ

اپنے مالک کی طرف مائل ہو کر ہدایت پا جاؤ۔ جان رکھو کہ عزت و شرف اسی کی بندگی میں ہے۔

کتاب خدا کی تلاوت کرو کہ تم اس سے ہدایت پاؤ گے نیز رسول خدا ﷺ کی سنتوں کی پیروی کرو۔

۳۔ حرص و لالچ کی مذمت میں:

لَا تَحْرِصَنَّ فَالْحِرْصُ يُزْرِي الْفَتَى

وَيُذْهِبُ الرَّوْنَقَ مِنْ بَهْجَتِهِ

لالچ اور حرص سے دور رہو کیونکہ لالچ مرد کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے اور اس کی خوشیوں کی رونق کو ختم کر دیتا ہے۔

۱۔ رسالة الذہبیہ ترجمہ نصیر الدین امیر صادقی ذرا تصرف کے ساتھ

۴۔ تقدیر الٰہی پر راضی ہونے کے بارے میں:

وَالْحَظُّ لا تَجْتَنِبُهُ حِيْلَةٌ ... كَيْفَ يَخَافُ الْمَرْءُ مِنْ فُرْقَتِهِ

فَاتَكَ الْيَوْمَ سَيَأْتِي غَدٌ ... مَا فِي الَّذِي قُدِّرَ مِنْ خِيْلَتِهِ

قَضَاؤُهُ الْمَخْتُوْمُ فِي خَلْقِهِ ... وَحُكْمُهُ النَّافِذُ مَعْ قُدْرَتِهِ

حیلہ گری اور چارہ جوئی سے نصیب و قسمت نہیں بن سکتی تو اس صورت میں کیونکر کوئی اس کی جدائی کا خوف کھاتا ہے۔

آج ہاتھ سے نکلا ہوا دن جلد ہی کل آجائے گا اور جو کچھ مقدر ہوا ہے اس میں کوئی چارہ کار نہیں۔

خدا کا فیصلہ مخلوق کے بارے میں اٹل ہے اور اس کا حکم بھی اس کی قدرت کے پیش نظر (سب پر) لاگو ہے۔

۵۔ تقسیم شدہ رزق کے بارے میں:

وَالرِّزْقُ مَضْمُوْنٌ عَلَى وَاحِدٍ ... مَفَاتِحُ الْأَشْيَاءِ فِي قَبْضَتِهِ

قَدْ يُرْزَقُ الْعَاجِزُ مَعْ عَجْزِهِ ... وَيُحْرَمُ الْكَيِّسُ مَعْ فِطْنَتِهِ

(مخلوق کی) روزی خدائے واحد کے ذمے ہے، تمام اشیاء کی کنجیاں اسی کے قبضے میں ہیں۔

کبھی عاجز انسان کو بھی، اس کی ناتوانی کے باوجود رزق عطا ہوتا ہے اور (کبھی) زیرک اور ہوشیار شخص اپنی تمام چالاکیوں کے باوجود محروم رہ جاتا ہے۔

۶۔ فقیروں کو دھتکارنے سے منع کے بارے میں

لَا تَنْهَرِ الْمِسْكِيْنَ يَوْمًا أَتَى ... تَقِفْ بِكَ اللّٰهُ عَنْ نَهْرَتِهِ

رنگینی اور لطائف و ظرائف ([illegible]) آپ نے [illegible] سے [illegible]

حق [illegible] سے [illegible] منع فرمایا ہے۔

۷۔ صبر کے بارے میں

إن عضّك الدهر فكن صابرًا    على الذي نابك من عضّته

أو مسّك الضرّ فلا تشتكي    لآدمي واطمع في رحمته

اگر زمانہ تجھے سختیوں میں ڈالے تو اس کی طرف سے پیش آنے والی تمام تکلیفوں پر صبر کر

یا اگر تجھے کوئی گزند پہنچے تو صرف اسی کی بارگاہ میں شکایت کر جس کی رحمت پر تیری نگاہ ٹھہری ہوئی ہے۔

۸۔ خاموشی کے فوائد

لسانك احفظه وصن نطقه

واحذر على نفسك من عثرته

فالصمت زين ووقار وقد

تؤتى على الإنسان من لفظه

من نطق بالقول بلا مهلة

لا شك أن يعثر في عجلته

من لزم الصمت نجى سالمًا

لا يندم المرء على سكتته

اپنی زبان کی نگہداری اور اس کو بولنے سے سنبھال کر رکھو اور اس کی لغزشوں سے (بچو

[illegible] ابن ابی الحدید [illegible] کے ساتھ

سوچنے والے نقصانات سے) ہوشیار رہو۔

چپ خاموشی رہنا وقار کی علامت ہے (اور کبھی) بے جا لفظ کے ذریعے انسان (تنگی میں پڑ جاتا ہے)۔

جو سوچے بغیر بات کرے گا یقیناً جلد بازی میں غلطی کھا جائے گا

جو ہمیشہ خاموشی کو اپنائے گا نجات پا جائے گا اور سلامت رہے گا اور آدمی (کبھی) اپنی خاموشی پہ نادم نہیں ہوتا۔

۹۔ راز فاش کرنے اور زیادہ مذاق کرنے کی مذمت میں

من ظهر الناس على سره يستوجب الكيّ على مقلته

من مزح الناس استخفوا به وكان مذموماً على مزحته

جو لوگوں کو اپنا راز بتا دے گا تو ایسا شخص اس بات کا حق دار ہے کہ اس کی آنکھوں کو داغ دیا جائے۔

جو لوگوں سے زیادہ مذاق کرے گا تو وہ نظروں سے گر جائے گا اور اپنی شوخی کی وجہ سے اس کی مذمت کی جائے گی۔

۱۰۔ لوگوں سے کنارہ کشی کے بارے میں

نَحِّ عن جميع الناس في مغربك فقد يسلم المعزول في عزلته

لوگوں سے کنارہ کشی کرو کیونکہ گوشہ نشینی کی وجہ سے گرفتاریوں سے محفوظ رہو گے۔

۱۱۔ شراب خوری کی مذمت میں

من جعل الخمر شفاء له فلا شفاه الله من علته

جو شراب کو اپنے لئے شفا قرار دے گا خدا اس کی بیماری کو شفا عطا نہیں کرے گا

۱۲۔ بزرگوں سے مخالفت کی مذمت میں

مَنْ نازعَ الأكابرَ في أمرِهم    باتَ بِعَدَ الرَّأسِ عن جُثّتِه

جو اپنے معاملے میں بزرگوں کی مخالفت کرے گا تو اس حال میں اس کی رات کٹے گی کہ اس کا سر جسم سے جدا ہوا ہوگا۔

جو تیز دھار کو ہاتھوں سے کھینچنے لگے گا اس کا تیز دھار کے ڈنک سے بچ جانا بعید ہے۔

۱۳۔ لوگوں سے دوستی اور تعلقات کے بارے میں

مَنْ عاشَرَ الأحمقَ في حالِه    كانَ هو الأحمقُ في عِشْرَتِه

لا تصحَبْ لِنَذْلٍ فتردى به    لا خيرَ في النَّذْلِ وفي صُحْبَتِه

مَنْ عَسُرَ كَ أنْشكَّ في جِنْسِه    وحالِه فانظُرْ إلى شِيمَتِه

جو احمقوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کرے گا اس کی ان رفتار کی وجہ سے وہ خود بھی احمق بن جائے گا۔

پست اور ذلیل لوگوں کے ساتھ ہمنشینی مت کرو کہ ہلاکت میں پڑ جاؤ گے کیونکہ پست شخص اور اس کی صحبت میں خیر نہیں ہوتی۔

تو جس کے جنس اور حالات کے بارے میں تجھے شک ہو جائے تو اس کی عادات و اطوار پر نگاہ رکھو۔

۱۴۔ برے اعمال کے بارے میں

مَنْ غرَسَ الحنظلَ لا يرتجي    أنْ يجتني السُّكَّرَ مِنْ غرْسِه

جو حنظل نامی پودے کو کاشت کرے گا اسے اس امید میں نہیں رہنا چاہیے کہ اسے پودے سے شکر حاصل ہو۔

۱۵۔ نصرت حق کے بارے میں

مَنْ جَعَلَ لِلْحَقِّ لَهُ نَاصِرًا   أَيَّدَهُ اللّٰهُ عَلَى نُصْرَتِهِ

جو حق کا حامی ہوگا تو خدا بھی اس کی نصرت کی تائید فرمائے گا۔

۱۶۔ قناعت اور شکر گزاری کے بارے میں

وَاقْنَعْ بِمَا أَعْطَاكَ مِنْ فَضْلِهِ   وَاشْكُرْ لِمَوْلَاكَ عَلَى نِعْمَتِهِ

جو کچھ خدا نے تجھے عطا کیا ہے اسی پر قناعت کرو اور اپنے مولا کی نعمتوں پر اس کا شکر بجالاؤ۔

۱۷۔ آزاد لوگوں کے ساتھ رفتار کے آداب میں

وَانْظُرْ إِلَى الْحُرِّ وَأَحْوَالِهِ   وَاجْعَلْهُ بَيْنَ النَّاسِ فِي رُتْبَتِهِ

اور آزاد لوگوں کے حالات کو مدنظر رکھو انہیں ان کے رتبے کے مطابق لوگوں میں جگہ دیا کرو۔

۱۸۔ منافقت اور مردم آزاری کی مذمت میں

لَا بَارَكَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ فِي امْرِئٍ   يَلْدَغُ كَالْعَقْرَبِ فِي لَدْغَتِهِ

لَا تَطْلُبِ الْإِحْسَانَ مِنْ غَادِرٍ   يَرُوغُ كَالثَّعْلَبِ فِي رَوْغَتِهِ

خداتعالیٰ اس شخص کا بھلا نہ کرے جو لوگوں کو بچھو کی طرح ڈستا رہے۔

فریب کار سے نیکی اور احسان کی امید مت رکھو وہ چالاک لومڑی کی طرح (لوگوں کو) دھوکے میں ڈالتا ہے۔

غیر پرہیزگار ہمسایوں سے متعلق

لَا خَيْرَ فِي الْجَارِ إِذَا لَمْ يَكُنْ   ذَا عِفَّةٍ تُؤْثَرُ فِي عِفَّتِهِ

بے مقصد باتوں میں نہیں پڑنا چاہیے جو کسی وقت بے متعلق گفتگو ... درست

وہ بے تمیزی کا مظاہرہ نہ کرے۔

۲۰۔ خیرات و انعام کے بارے میں:

الناسُ خدّامُ لذي نعمةٍ     وكلّهم راغبٌ في خدمته

لوگ دولت مندوں کے خدمت گزار ہیں اور سبھی امیروں کی خدمت کے خواہاں ہوتے ہیں۔

۲۱۔ آداب تزویج میں

وإن تزوّجتَ فكن حاذقاً     واسأل عن الغصن وعن منبته

وابحث عن الصهر وأحواله     من جاره الأدنى وذي قربته

(اگر کسی عورت سے) شادی کرنا چاہتے ہو تو اس معاملے میں مہارت سے کام لو اور

اس کی شاخ اور جڑ (حسب و نسب) کے بارے میں پوچھ گچھ کرو۔

(اور اگر کسی کو بیٹی کا رشتہ دینا چاہو) تو اس کے شوہر، ہمسایوں، رشتہ داروں اور اہل محلہ

کے بارے میں جستجو کرو۔

۲۲۔ ظلم اور زیادتی کی مذمت میں

يا حافر الحفرة اقصر فكم     من حافرٍ يصرعُ في حفرته

احذر دعا المظلوم في ليله     فربّما يُقبلُ في دعوته

سهم إذا كان أخا حُرقةٍ     وبات يسقي الدّمعَ من عبرته

اے (دوسروں کو) گڑھے کھودنے والے! (اپنی کرتوت میں) کمی کر کیونکہ کئی

اوقات دوسروں کو گڑھا کھودنے والا اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں گر جاتا ہے۔

مظلوم کی راتوں میں کی جانے والی دعا سے ہوشیار رہو کیونکہ بسا اوقات اس کی دعا

قبول ہو جاتی ہے۔

مخصوصاً جب اس کا دل دکھا ہوا ہو اور شکستہ آنکھوں کے ساتھ دعا مانگتا ہے۔

۲۳۔ پردیسیوں کے ساتھ مہربانی کرنے کی تاکید

اکرم غریب الدار واعمل عسی    ان ترحمه ما دام فی غربته

وطن سے دور پردیسیوں کا احترام کیا کرو اور جب تک وہ پردیس میں ہے، اسے سہولت فراہم کرو۔

۲۴۔ بخل و کنجوسی کی مذمت میں:

فمن غدا بالمال ذا شحة    تذمه الناس علی شحته

جو مال و دولت کے باوجود کنجوسی کرے گا لوگ اس کی کنجوسی پر اس کی مذمت کریں گے۔

۲۵۔ ستم کے عذاب میں

یا ظالماً قد غره ظلمه    ای عزیز دام فی عزته؟

اے وہ ستمگر جس کے ستم نے اس کو دھوکے میں رکھا ہے (بتاؤ) کونسے صاحب سلطنت کی سلطنت نے ہمیشہ اس کا ساتھ دیا ہے

۲۶۔ موت کے حتمی ہونے کے بارے میں:

الموت محتوم لکل الوری    لا بد تجرع من غصته

موت تمام مخلوق کے لئے حتمی ہے، اور اس کی تلخی کو چکھے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ ( )

---

۔ تحفۃ صبا ۲۰

# طب اور حفظان صحت سے متعلق فرمودات

۱ دُخُولُ الحَمّامِ عَلَى البِطنَةِ یُولِدُ القُولَنجَ

بھرے ہوئے پیٹ کے ساتھ حمام میں جانا انتڑیوں کے درد کا سبب بنتا ہے

۲ فَانظُر ما یُوافِقُکَ وَ یُوافِقُ مَعِدَتَکَ وَیَقوی عَلَیهِ بَدَنُکَ وَیَستَمرِئُهُ مِنَ الطَّعامِ فَقَدِّرهُ لِنَفسِکَ وَ اجعَلهُ غِذائَکَ

پس دیکھو کہ کونسی غذا تمہارے مزاج اور معدے کے ساتھ موافقت رکھتی اور تیرے بدن کو قوی بناتی ہے اور جسے تیری طبیعت مفید سمجھتی ہے تو اپنے لئے، ویسے ہی کھانے کا انتخاب کرو اور اسے اپنی غذا قرار دو۔

امام ؑ نے ایک ہی جملے میں سبھی لوگوں کو کھانے سے متعلق ایک کلی دستور بیان فرمایا ہے اور اس کا مفہوم ہر ایک کے لئے قابل عمل ہے کیونکہ (ظاہر ہے کہ) ہر کسی کی غذا اس کے مزاج اور طبیعت کے ساتھ سازگار ہونی چاہئے تاکہ بدن کی ضرورتیں پوری ہوں۔ بنابرایں کھانے پینے کی چیزیں انسان کے سن و سال کے ساتھ بدل جاتی ہیں اور افراد

لیے ضروری ہے کہ اپنی عمر اور مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے لئے مناسب غذاؤں کا انتخاب کرے۔

۳۔ وَابْدَأْ فِي أَوَّلِ الطَّعَامِ بِأَخَفِّ الْأَغْذِيَةِ الَّتِي يَغْتَذِي بِهَا بَدَنُكَ بِقَدْرِ عَادَتِكَ وَبِحَسَبِ طَاقَتِكَ وَشَهْوَتِكَ

کھانے کا آغاز ایسی ہلکی پھلکی غذاؤں سے کرو جو تمہارے بدن کے لئے فائدہ پہنچاتی ہوں (اور) ان کی مقدار تمہارے معمول اور معدے کی برداشت اور خواہش کے مطابق ہو۔

۴۔ وَارْفَعْ يَدَيْكَ مِنَ الطَّعَامِ وَأَنْتَ تَشْتَهِيهِ

کھانے سے اس وقت ہاتھ اٹھاؤ جبکہ ابھی خواہش باقی ہو۔

حفظانِ صحت اور سلامتیِ بدن کے لئے امام کا یہ دستور بہترین نسخہ ہے کیونکہ اکثر بیماریاں زیادہ پیٹ بھر کر کھانے اور مذکورہ دستور کی رعایت نہ کرنے کے سبب سے پیدا ہوتی ہیں۔

بقول سعدی

با آنکہ در وجود طعام است حظ نفس

رنج آورد طعام کہ بیش از قدر بود

گر گل شکر خوری بہ تکلف زیان آورد است

ور نان خشک دیر خوری گل شکر بود

یعنی اس کے باوجود کہ غذا نفس کا ایک (ضروری) حصہ ہے، اگر ضرورت سے زیادہ ہو گی تو تکلیف دہ ہو گی۔

تمام دن (یعنی چوبیس گھنٹے) طلب میں رہتا ہے تو اتفاق سے وہ کام کرنے ...

سے ان کو پانی اور سوکھی روٹی بھی کھا لوگے تو وہ طلب ان طرح (صحیح) ہوتی۔

۵ ما فصل الربيع فإنه روح الأزمان ومنه أوان فيه يطيب الليل
ويطيب فيه الأرض ويذهب سلطان البلغم ويهيج الدم

موسم بہار زمانوں کی جان ہوتی ہے اور اس کا آغاز ماہ آذر (رومیوں کا ایک مہینہ) سے ہوتا ہے کہ جس میں دن رات معتدل اور زمین سرسبز ہوجاتی ہے، بلغم کا غلبہ ختم ہو جاتا اور خون جوش میں آنے لگتا ہے۔

جیسا کہ موسم بہار کا آب و ہوا زمین اور پودوں اور درختوں میں اثر کرتے ہوئے ان کو سرسبز و شاداب بناتا ہے اسی طرح وہ انسان کے وجود میں بھی سرور و خوشی پیدا کرتا ہے جس کے نتیجے میں وہ سرگرم اور فعال ہو جاتا ہے۔ یہ خوشی اور شادمانی مہینوں میں سے دوسرے اور تیسرے مہینوں نیسان اور ایار میں اپنے اوج پر پہنچ جاتا ہے۔ سعدی کہتا ہے

بامدادان که تفاوت نکند لیل و نهار
خوش بود دامن صحرا و تماشای بهار
آدمی زاده اگر در طرب آید چه عجب
سرو در باغ به رقص آمده و بید و چنار
این هنوز اول آذار جهان افروز است
باش تا خیمه زند دولت نیسان و ایار

یعنی موسم بہار میں صبح ہو یا شب وادی و صحرا کا منظر قابل دید ہوتا ہے۔

راستہ اس طرف قدر خوبصورت ہے گویا تو یہ تعجب چمن میں (پھول اور) سرو، بید اور چنار
(جیسے پودے) بھی رقص کرنے لگے ہیں۔

یہ تو ابھی جہاں نورد نے بخشے وہ ہے وہ "بہار" کا آغاز ہے۔ دیکھو وہ بوستان وہ بہار
کے آنے تک (کہ یہ کتاب کس قدر رونق پا جائے گی)

۶ وَاعْلَمْ أَنَّ قُوَّةَ النُّفُوسِ تَابِعَةٌ لِأَمْزِجَةِ الْأَبْدَانِ

جان لو کہ نفس کی طاقت بدنوں کے مزاج کے متابعت میں ہوتی ہے۔

جس قدر بدن صحت اور سالم ہوگا عقل اور روحی طاقتیں بھی اتنی قوی ہوں گی جیسا کہا گیا ہے کہ سالم عقل سالم جسم میں ہی پائی جاتی ہے۔

۷ وَاعْلَمْ أَنَّ النَّوْمَ سُلْطَانُ الدِّمَاغِ وَهُوَ قِوَامُ الْجَسَدِ وَقُوَّتُهُ

جان رکھو کہ نیند دماغ پر مسلط ہو جاتی ہے اور یہ جسم کی طاقت و قدرت کا موجب ہے۔

۸ وَاحْذَرْ أَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ الْبَيْضِ وَالسَّمَكِ فِي الْمَعِدَةِ وَقْتاً وَاحِداً

ایک ہی وقت میں مچھلی اور انڈے کھانے سے پرہیز کرو۔

۹ وَأَكْلُ اللَّحْمِ النِّيِّ لَا يُطْبَخُ يُوَلِّدُ الدُّودَ فِي الْبَطْنِ

کچے گوشت کھانے سے پیٹ میں کیڑے پیدا ہوتے ہیں

۱۰ وَشُرْبُ الْمَاءِ الْبَارِدِ عَقِيبَ الشَّيْءِ الْحَارِّ وَالْحَلَاوَةِ يَذْهَبُ بِالْأَسْنَانِ

گرم اور میٹھی چیزوں کے بعد ٹھنڈا پانی پینا دانتوں کو خراب کرتا ہے۔

۱۱ وَالْإِكْثَارُ مِنْ أَكْلِ لُحُومِ الْوَحْشِ وَالْبَقَرِ يُورِثُ تَغَيُّرَ الْعَقْلِ وَ

تحیر الفهم و تبلد النفس و کثرة النسیان

زیادہ تر جنگلی جانوروں اور گائے کا گوشت کھانا عقل کے تغیر فہم کی سرگردانی، ذہن کی سستی اور زیادہ بھولنے کا سبب ہوتا ہے۔

۱۲ ومن اراد ان لا یشتکی مثانته فلا یحبس البول ولو علی ظهر دابته۔

جو یہ چاہتا ہے کہ (درد) مثانہ کی شکایت نہ ہو، اسے چاہئے کہ کبھی پیشاب کو روکے نہ رکھے اگرچہ سواری کی پشت پر ہو۔

۱۳ ومن اراد ان یقل نسیانه فلیأکل کل یوم ثلاث قطع زنجبیل مربّی بالعسل

جو چاہتا ہے کہ اس کی فراموشی اور بھولپن کم ہو جائے، اسے ہر روز ادرک کے تین دانوں کو شہد کے ساتھ ملا کر کھا لینا چاہئے۔

۱۴ واکل الزبیب بالغداة علی الریق یزید قوة فی الذهن

نہار منہ کشمش کھانا قوت حافظہ کو بڑھا دیتا ہے۔

۱۵ من اراد ان یطفی لهب الصفراء فلیأکل کل یوم شیئا رطبا باردا

جو یہ چاہتا ہے کہ زردی کی شدت ختم ہو جائے تو اسے ہر روز کوئی سرد اور مرطوب چیز کھا لینی چاہئے۔

۱۶ لا تجامع امرأة حتی تلاعبها

بوس و کنار اور چھیڑ چھاڑ کے بغیر عورت سے جماع نہ کرو۔

۱۷۔ ولا تجامع النساء إلا وهنّ طاهرة

عورت کے ساتھ صرف اسی وقت ہمبستری کرو جب وہ (حیض وغیرہ سے) پاک ہو۔(۱)

# پانچواں باب

## اولاد اور اصحاب

امام رضاؑ کی اولاد

آپؑ کے عقیدت مند

قبر شریف کی مختصر تاریخ

# امام رضاؑ کی اولاد

عبداللہ مامون نے حضرت امام رضاؑ کو ولیعہدی پر منصوب کرنے کے بعد اپنی سیاست کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی بیٹی (بعض کے عقیدے کے مطابق اپنی بہن) ام حبیب کو امام رضاؑ کے عقد میں دیا اور دوسری بیٹی ام الفضل کو امام محمد تقیؑ کے لئے نامزد کیا۔ چنانچہ یہی امر مامون کے طرفداروں کی، اسے امامؑ کو زہر دینے سے بری قرار دینے کی دلائل میں سے ایک ہے کہ اگر مامون امامؑ کو زہر دینے کا ارادہ رکھتا تو اپنی بیٹی کا ان کے ساتھ رشتہ نہ جوڑتا۔

لیکن مامون کے ہدف کے پیش نظر اس نظریے کا غلط ہونا واضح و روشن ہے کیونکہ مامون آپؑ کی ولیعہدی کے بعد عباسیوں کے ہنگاموں کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورت حال پر قابو پانے کے لئے مجبور تھا کہ آنحضرتؑ کو زہر دیدے۔ البتہ بعض کا یہ کہنا کہ مامون پہلے سے امامؑ کے قتل کے درپے تھا، مبالغے پر مبنی ہے کیونکہ مامون بھی متوکل عباسی کی طرح حضرت امام رضاؑ اور دیگر علویوں کا دشمن نہیں تھا بلکہ وہ حالات پر

ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۲۴۲

خاندان والوں سے پہلے ہی کچھ چاہتے تھے کہ امام تقی کو ختم کیا جائے ۔ چنانچہ

مامون کی بیٹی ام الفضل نے آپ کی زوجیت ... سب خطرے سے خالی نہ

تھی چونکہ ممکن تھا کہ وہ آخر تک یونہی آپ کا ظاہری احترام کرتا رہتا لیکن جب اس کو اس

سلسلے میں خطرہ محسوس ہوا تو فوراً اس خطرے کو ٹالنے کے لئے اس عظیم جرم کا مرتکب ہوا

ام حبیب جو آپ ؑ کی زوجہ تھی ، امام محمد تقی ؑ کی والدہ گرامی نہیں تھیں ، آپ کی محبوب نہیں تھی

شاید وہ ایک جاسوس کا کردار ادا کر رہی ہوں آپ سے خصوصی اسرار مامون تک پہنچا رہی

تھی ۔ چنانچہ اس کی دوسری بیٹی ام الفضل جو امام محمد تقی ؑ کی زوجہ تھی نے بھی اپنے چچا

معتصم کے کہنے پر اپنے شوہر کو زہر دے کر شہید کیا ۔

بہر حال حضرت امام رضا ؑ کی عقدی زوجہ ام حبیب تھی کہ جس کے ساتھ کوئی

اولاد نہیں ۔ آپ کی ایک صاحبہ کنیز تھیں جو ام ولد (وہ کنیز جو بیٹے کی ماں ہو) تھیں اور

یہی امام محمد تقی کی والدہ گرامی تھیں ۔

مرحوم مجلسی لکھتے ہیں والدہ امام محمد تقی ؑ کا نام سبیکہ یا بعض کی بنا پر خیزران نقل ہوا ہے

جو کہ فرزند پیغمبر ﷺ کے فرزند ابراہیم کی ماں ماریہ کے خاندان سے تھیں (۱) ۔

علامہ طبرسی لکھتے ہیں ان کو سبیکہ یا درہ کہتے تھے ۔ لیکن امام رضا نے ان کا

نام خیزران رکھا تھا اور یہ حضرت ماریہ سے تعلق رکھتی تھیں ۔ (۲)

شیخ مفید کتاب ارشاد میں لکھتے ہیں

ومضى الرضا علي بن موسى عليهما السلام ولم يترك ولدا نعلمه

اَلا ابنہُ الامام بعدہُ ابا جعفرٍ محمد بن علی علیہما السلام و کانت سنہ یوم وفاۃ ابیہ سبع سنین و اشھراً.

حضرت امام علی بن موسیٰ رضاؑ دنیا سے چلے گئے لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ آپ نے اپنے بعد ابا جعفر بن علیؑ کے علاوہ کوئی اور بھی وارث چھوڑے ہوں جو کہ اپنے والد گرامی کی وفات کے وقت ساتھ سال اور کچھ مہینوں کے تھے۔

طبری لکھتے ہیں امام رضاؑ کی ابوجواد کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں تھی۔(۱)

لیکن صاحب منتخب التواریخ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ شہزادہ حسین جو قزوین میں مدفون ہیں، بھی امام رضاؑ کے فرزند تھے۔

اسی طرح محدث قمی اپنی فوائد الرضا میں ایک روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں مذکورہ بالا دو روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ امام رضاؑ کے حضرت امام جواد (محمد تقیؑ) کے علاوہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھیں۔ یہ روایت ان روایتوں کے ساتھ منافات نہیں رکھتی جنہیں شیخ مفید، طبری اور دوسرے مؤرخوں نے نقل کیا ہے، کیونکہ اگر شہزادہ حسین جو قزوین میں مدفون ہیں، امام جوادؑ کی اولاد میں سے ہوں تو وہ حضرت رضاؑ کی بھی فرزند شمار ہوں گے یا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ فرزند خود امامؑ کی حیات مبارک میں ہی وفات پا گئے ہوں۔ لیکن جو چیز مسلم اور قطعی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام رضاؑ کی وفات کے وقت امام جواد (محمد تقیؑ) کے علاوہ آپ کی کوئی اور اولاد نہ تھی۔(۲)

---

۲۔ منتخب التواریخ ص ۵۲۷

کامل [illegible] نجم [illegible] حضرت علی بن موسیٰ الرضا [illegible] تاریخ حجاب ج ۲

[illegible] علی بن موسیٰ الرضا [illegible] تالیف عبد الغفار احمد [illegible] ص ۹۴

# آپؑ کے اصحاب اور عقیدت مند

حضرت امام رضاؑ کے بعض اصحاب، ساتویں اور چھٹے امامؑ کے بھی صحابہ شمار ہوتے ہیں جبکہ بعض صرف آپ حضرت ہی کے صحابہ تھے۔ ذیل میں ان میں سے چند ایک کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے

۱۔ محمد بن راشد

ایک متقی اور پرہیزگار شخص تھا اور علم رجال میں اس کا ثقہ کے طور پر ذکر ہوا ہے۔

۲۔ احمد بن محمد بن ابی نصر

کوفہ کے رہنے والے تھے جو امام رضا اور امام محمد تقیؑ کے پاس خاص مرتبت رکھتے تھے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ ایک عظیم فقیہ گزرے ہیں اور ۲۲۰ھ میں وفات پا گئے۔

۳۔ محمد بن فضیل ازدی

رجال کی کتب میں انہیں بھی ثقہ کہہ کر یاد کیا گیا ہے آپ امام رضاؑ کے اصحاب میں سے تھے

۴۔ عبد اللہ بن جندب

اس صحابی نے امام موسیٰ کاظمؑ کو بھی درک کیا ہے اور حضرت امام رضاؑ ان کو خاشعین میں شمار کرتے تھے اور ان کے بارے میں فرمایا ہے: ان عبد الله بن جندب لمن المخبتين یقیناً عبد اللہ بن جندب خاشعین میں سے تھے۔

۵۔ اسماعیل بن سعد

رجال میں ان کے بارے میں یوں آیا ہے: ثقة من أصحاب الرضا عليه السلام یعنی وہ امام رضاؑ کے باوثوق صحابیوں میں سے تھے۔

۶۔ احمد بن محمد اشعری:

قم کی بزرگ شخصیتوں میں سے تھے انہوں نے امام رضاؑ کے علاوہ امام تقیؑ، امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کی بھی خدمت کا شرف پایا ہے۔

۷۔ حسن بن علی وشاء:

اہل کوفہ میں سے تھے اور الیاس صیرفی کا پوتا تھا جو امام جعفر صادقؑ کے بزرگ صحابیوں میں سے تھے۔

شیخ طوسی نے احمد بن محمد اشعری سے روایت کی ہے کہ میں حدیث کی جستجو میں کوفہ چلا گیا اور وہاں حسن بن وشاء سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے درخواست کی کہ علاء بن رزین اور ابان بن عثمان کی کتابوں کو میرے لیے فراہم کریں۔ پھر جب انہوں نے کتابوں کو حاضر کیا تو میں نے کہا میری خواہش ہے کہ آپ مجھے ان کتابوں سے روایت نقل کرنے کی اجازت دیں خدا آپ کا بھلا کرے۔ (انہوں نے کہا) کیوں جلدی کر رہے

* عیون اخبار الرضا ج ۲ باب ۵۵ حدیث ۵

ہو؟ جاؤ پہلے اس کا ایک نسخہ تیار کرو پھر روایت کرو۔ میں نے کہا میں زمانے کے حادثات سے امن میں نہیں ہوں۔ اس نے کہا اگر میں پہلے سے جانتا کہ علم حدیث کے اس طرح کے شیدائی بھی پائے جاتے ہیں تو میں زیادہ سے زیادہ حدیث جمع کر لیتا کیونکہ میں نے اس مسجد میں نو سو ایسے بزرگوں کا مشاہدہ کیا ہے جو حدیث نقل کرتے ہوئے کہا کرتے تھے

حدّثنی جعفر بن محمّد الصّادق علیہ السلام

۸۔ علی بن حسن

ان کا تعلق انبار نامی شہر سے تھا اور کتب رجال میں ثقہ کے طور پر ان کی تعریف کی گئی ہے۔

۹۔ حماد بن عثمان

امام موسیٰ کاظم اور امام رضا ؑ کے ایک جلیل القدر صحابی تھے جو ۱۹۰ھ میں وفات پا گئے۔

۱۰۔ سعد بن مالک اشعری

قم کے جلیل القدر علماء میں سے تھے اور حضرت امام رضا ؑ سے حدیث نقل کیا کرتے تھے۔

۱۱۔ حسن بن محبوب

اہل کوفہ میں سے تھے اور ایک باعظمت ثقہ گزرے ہیں۔ ان کی بہت ساری تالیفات پائی جاتی ہیں۔ انہوں نے امام رضا ؑ اور دیگر اصحاب سے روایتیں نقل کی ہیں۔

۱۲۔ زکریا بن آدم

قم میں بسنے والے اشعریوں میں سے تھے۔ آپ امام رضا ؑ کے با اعتماد اور صاحب

حضرت کے اصحاب میں سے تھے۔ علامہ مجلسیؒ نے تاریخی حوالے سے شہر قم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے زکریا بن آدمؒ سے فرمایا خداوند نے تمہارے سبب سے اہل قم سے بلاؤں کو دور رکھا ہے چنانچہ خداوند نے موسیٰ بن جعفر (ع) کی برکت سے بغداد کو بلاؤں سے محفوظ رکھا ہے۔

### ۱۳۔ صفوان بن یحییٰ

یہ ایک عظیم عابد اور زاہد تھے اور حضرت امام رضاؑ کے نزدیک مقام و منزلت کے حامل تھے۔ انہوں نے آپؑ اور آپؑ کے فرزند امام محمد تقیؑ سے روایتیں نقل کی ہیں۔

محدث قمیؒ اپنی کتاب منتہی الآمال میں صفوان بن یحییٰ کے زہد و پرہیزگاری سے متعلق لکھتے ہیں: صفوان، عبداللہ بن جندب اور علی بن نعمان جو کہ دونوں مومن تھے کے ساتھ تجارت میں شراکت رکھتے تھے اور یہ تینوں ہر شب و روز میں پچاس رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے (۱۷ رکعت واجب نمازیں اور ۳۴ رکعتیں نوافل و مستحبات کی)۔

ایک دن انہوں نے مسجد الحرام میں ایک دوسرے کے ساتھ عہد کیا کہ ان تینوں میں سے جو دوسرے دونوں کے بعد زندہ رہے گا وہ دوسروں کی نمازوں اور روزوں کو انجام دے گا۔

جب صفوان اپنے دونوں دوستوں کی موت کے بعد زندہ رہے تو ہر روز ۵۳ رکعتیں نماز پڑھتے اور ہر سال تین مہینے روزے رکھتے تھے اور تین مرتبہ زکوٰۃ بھی ادا کیا کرتے تھے نیز جو بھی عمل خیر انجام دیتے اپنے دونوں دوستوں کے لئے بھی انجام دیتے تھے اور اس کے ثواب کو ان کی ارواح کیلئے ہدیہ کرتے تھے۔

ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ جب وہ کوفہ کی طرف سفر کرنے

تھے جس میں انہوں نے ایک وقت کوفہ سے مکہ جاتے ہوئے کسی نے ایک دوست سے انہیں ۱۰ دینار امانت میں دیئے کہ انہیں فلاں کو دے دینا تو صفوان نے جب تک اس اونٹ کے مالک سے اجازت نہیں لی ان دیناروں کو اپنے سامان میں نہیں رکھا۔

شیخ طوسی نے فرمایا ہے کہ صفوان نے امام جعفر صادقؑ کے ۴۰ اصحاب سے روایتیں نقل کی ہیں نیز بہت سی کتب بھی تالیف کی ہیں۔

شیخ کشی نے نقل کیا ہے صفوان ۲۱۰ھ میں مدینہ میں وفات پا گئے اور امام محمد تقیؑ نے ان کے لیے حنوط اور کفن بھیجا اور اسماعیل بن موسیٰ کو دستور فرمایا کہ ان کی جنازے پر نماز پڑھائے۔

۱۳۔ نصر بن قابوس

انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ، امام موسیٰ کاظمؑ اور امام رضاؑ سے روایتیں نقل کی ہیں اور ان حضرات کے پاس صاحب مرتبت و منزلت رہ چکے ہیں۔

شیخ طوسیؒ نے لکھا ہے کہ وہ ۲۰ سال تک امام جعفر صادقؑ کے وکیل رہ چکے ہیں شیخ مفید نے بھی انہیں امام ہفتمؑ کے خاص صحابیوں میں ذکر کیا ہے نیز انہیں صاحب علم و ورع جانا ہے اور ان سے امام رضاؑ کی امامت کے ثبوت میں نص روایت نقل کی ہے۔

شیخ کشی بھی نصر بن قابوس سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں حضرت ابوالحسن موسیٰ کاظمؑ کے دولت خانے میں تھا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک کمرے کے دروازے پر لے آئے کمرے کا دروازہ کھل گیا تو دیکھا آپ کے فرزند علی (رضاؑ) تشریف فرما ہیں اور ہاتھوں میں ایک کتاب لئے ہوئے اس پر نظر کر رہے ہیں۔

امام ہفتمؑ نے فرمایا اے نصر کیا تم ان کو جانتے ہو؟

میں نے عرض کیا جی ہاں۔ حضور کے فرزند گرامی ہیں۔

فرمایا۔ کیا جانتے ہو کہ وہ کونسی کتاب ہے جس پہ نظر کر رہے تھے؟

عرض کیا نہیں۔ فرمایا یہ جفر کی کتاب ہے جس کو سوائے پیغمبر یا ان کے وصیاء کے کوئی اور نظر نہیں کر سکتا۔

۵۔ محمد بن اسماعیل۔

مکتب جعفری کے صاحب دوراہ اعتقاد افراد میں سے وہ ساتویں اور آٹھویں امام کے عظیم مرتبت صحابہ تھے نیز انہوں امام محمد تقی ؑ کی خدمت کو بھی درک کیا ہے۔

۶۔ نعیم قابوسی

شیخ مفید ؒ نے انہیں ابوالحسن امام موسی کاظم ؑ کے خاص اور باوثوق اصحاب میں جانا ہے اور امام رضا ؑ بھی ان کی پرہیزگاری اور تقوی کے سبب سے انہیں بہت دوست رکھتے تھے۔

ان کا شمار ان شعراء اور مداحوں میں ہوتا ہے جنہوں نے حضرت رضا ؑ کی شان میں مدح سرائی کی ہے نیز آپ کی جدائی میں دردناک مرثیے بھی کہے ہیں۔ ان شعراء میں سے دعبل خزاعی اور ابونواس بھی قابل ذکر ہیں کہ جن کے نمونہ کلام فصل پنجم کے تیسرے باب میں پیش کیے گئے۔ ( )

۔ مہم ص ۲۷

# روضہ مبارک کی مختصر تاریخ

شہر مشہد جو اس وقت صوبہ خراسان کا دارالخلافہ ہے، ماضی میں سناباد نامی ایک دیہات تھا اور طوس کے نواحی علاقہ نوقان میں شمار ہوتا تھا۔ طوس جہاں اس وقت مقبرہ فردوسی واقع ہے مشہد سے چار فرسخ کے فاصلے پر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس مقبرے کی طوس بن نوذر نے عصر کیخسرو میں بنیاد رکھی ہے۔

شہر طوس، مغلوں کی جنگوں اور تیمور لنگ کے دور میں واقع ہونے والے قتل عام کی وجہ سے ویران ہو چکا تھا اور وہاں کے باشندے فرار ہو کر امام رضا ؑ کے مرقد منور کے جوار میں پناہ گزین ہوئے تھے۔

امیر تیمور کے بعد اس کے بیٹے شاہرخ نے، گذشتہ خرابیوں کی تلافی کے لئے امیر سید خواجہ کو طوس کی طرف روانہ کیا تاکہ وہاں کے قلعے کی دوبارہ تعمیر کی جائے (وہ اس شہر کو آباد کرے) لیکن اہل طوس جو جوار امام رضا ؑ میں پناہ گزین ہو چکے تھے، اب کسی صورت میں لوٹ کر طوس جانے پر راضی نہ تھے بلکہ انہوں نے اسی بابرکت مقام کو ہی اپنا مامن اور پناہگاہ قرار دیا۔

۱ عیون اخبار الرضا ج ۲ باب ، دوسری حدیث کا [illegible]

حالات زمانہ کے ساتھ ساتھ حمید بن قحطبہ طائی کی جانب سے شہر طوس کا حاکم تھا
نے سناباد میں چار باغ کے ساتھ ایک عالی عمارت اور ایک قبہ بنایا تھا، ہارون رشید عباسی کی
موت کے بعد اسی باغ میں دفنایا گیا تھا چنانچہ یہ گاؤں بعد میں اسی کی طرف منسوب ہو
جانے لگا۔ مامون نے اپنے باپ کی قبر پر ایک گنبد تعمیر کروایا جو بعد میں قبہ ہارونیہ کے نام
سے مشہور ہوا۔

امام رضاؑ کی شہادت کے بعد مامون کے حکم پر آپ کی نعش مبارک کو قبر ہارون کے
برابر میں دفن کیا گیا بطور نیز آپ کا مدفن لوگوں کے لئے قبلہ قرار پایا اور اسی وقت
(۲۰۳ھ) سے سناباد، مشہد امام (یعنی امام کی جائے شہادت) کے نام سے معروف ہوا۔
لوگوں کی توجہ امام رضاؑ کے مزار مبارک کی طرف بڑھنے لگی جس کے نتیجے میں حرم مطہر
کے ارد گرد آبادیوں و تعمیرات میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ آج ایک وسیع و عریض شہر
کی صورت میں تبدیل ہو چکا ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ آفتاب عالمتاب امامت کی دعوت پر خراسان میں طلوع
ہو چکا تھا اور وہیں غروب ہو گیا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے

غربت في المشرق شمس فلها عيني تدمع
ما رأت قط شمس غربت حيث تطلع

مشرق (ایران) میں ایک آفتاب غروب ہو گیا جس پر میری آنکھیں آنسو بہا رہی
ہیں، ہم نے کبھی ایسا سورج نہیں دیکھا جو جہاں سے طلوع کرے وہیں غروب ہو جائے۔
شیخ صدوق لکھتے ہیں میں نے ۳۰۲ھ میں رکن الدولہ دیلمی سے حضرت امام رضاؑ

کی قبر مطہر کی زیارت کی اجازت لی۔ جب میں وہاں سے باہر نکلنے لگا تو انہوں نے دوبارہ مجھے بلا کر فرمایا: جہاں آپ زیارت کو جا رہے ہیں، ایک بابرکت مقام ہے جہاں جانے کا مجھے شرف حاصل ہوا ہے۔ اس ہستی کے طفیل سے خداوند نے میری حاجتوں کو پورا فرمایا ہے اور اب آپ سے بھی میری درخواست ہے کہ میری طرف سے بھی زیارت اور میرے حق میں دعا کریں۔(۱)

سبکتگین کے زمانے میں اس کے حکم پر روضہ مبارک کو نقصان پہنچایا گیا تھا لیکن اس کے بعد اس کے بیٹے سلطان محمود غزنوی کے حکم پر چوتھی صدی میں ایک شاندار بارگاہ کی شکل میں تعمیر کیا گیا۔

ابن اثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں

وجدد السلطان محمود عمارة المشهد بطوس الذی فیه قبر علیّ بن موسی الرّضا علیه السلام واحسن عمارته وکان ابوه سبکتکین اخربه وکان اهل طوس یؤذون من یزوره ویمنعونهم من ذلک، وکان سبب ذلک انّه رأی امیر المؤمنین فی المنام انّه هو یقول الی متی هذا؟ فعلم انّه یرید امر المشهد وامر بعمارته

یعنی سلطان محمود نے طوس میں مشہد کی دوبارہ شاندار انداز میں تعمیر کی جہاں علی بن موسیٰ رضاؑ کی قبر (مبارک) ہے جس کو اس کے باپ سبکتگین نے خراب کیا تھا۔ اہل طوس اس بارگاہِ شریف کی زیارت پر آنے والوں کو ستاتے اور انہیں زیارت سے روکتے تھے۔

---

۱۔ ستارگان درخشاں جلد ۱۰ ص ۱۷۵

محمود غزنوی کے اس بارگاہ کی تعمیر کرنے کی علت یہ تھی کہ اس نے یک دفعہ امیرالمومنین ؑ کو خواب میں دیکھا جو فرما رہے تھے کب تک ایسا ہوتا رہے گا؟ تو وہ جان گیا کہ ان سے آپ کا مقصود بارگاہ رضوی کی تعمیر ہے لہذا اس نے بارگاہ کی تعمیر کا حکم دیا (1)۔

عہد سلاجقہ میں ترکان غز کے حملوں کے نتیجے میں دوبارہ اس روضہ مبارک کو نقصان پہنچایا گیا لیکن مختصر مدت کے بعد سلطان سنجر کے دور میں ان کے حکم پر شرف الدین ابوطاہر نے اس روضہ منورکی تعمیرات کو عملی جامہ پہنایا چنانچہ حرم مبارک کے اندرونی کاشیکاری اس جن پر سلطان سنجر کا نام لکھا ہوا نظر آتا ہے، اس بات کی گواہی دے رہی ہیں۔

مغلیوں کے حملوں کے بعد خطہ خراسان بھی ایران کے دوسرے خطوں کی طرح اس وحشی و جنگجو قوم کی تباہکاریوں سے محفوظ نہ رہ سکا اور بارگاہ رضوی کی بھی بے حرمتی کی گئی جس کے نتیجے میں اس بارگاہ کے درودیوار کو بھی صدمہ پہنچا۔

ابن ابی الحدید معتزلی نہج البلاغہ پر لکھی گئی اپنی شرح میں، خطبہ ۱۲۸ جس میں امیرالمومنین ؑ نے مغل قوم کے حملوں اور ان کے سلوک کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے، یوں لکھتے ہیں

ثُمَّ عَمَدُوْا اِلٰی طُوْسٍ فَنَهَبُوْهَا وَقَتَلُوْا اَهْلَهَا وَخَرَّبُوْا الْمَشْهَدَ الَّذِیْ فِیْهِ عَلِیُّ بْنُ مُوْسَی الرِّضَا وَالرَّشِیْدُ هَارُوْنُ بْنُ مَهْدِیْ ثُمَّ سَارُوْا اِلٰی هَرَاتَ

یعنی پھر مغلوں نے طوس کی طرف رخ کیا اور وہاں کے باشندوں کو قتل کیا اور مشہد کو ویران کیا جہاں علی بن موسی الرضا ؑ اور ہارون رشید بن مہدی کی قبریں ہیں، اس کے بعد

---

وہ ہرات (جو افغانستان میں ہے) کی طرف روانہ ہو گئے۔

یہ بات واضح رہے کہ ان تمام تباہیوں میں خود مرقد مطہر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے بلکہ اس کے قبے اور در و دیوار متاثر ہوئے ہیں۔ پھر ایک مدت کے بعد سلطان محمد خدا بندہ (ہلاکو خان مغول کا پوتا) جس نے آٹھویں صدی کے اوائل میں یہاں پر سلطنت کی اور جو علامہ حلی کے وسیلے سے شیعہ مذہب اختیار کر چکے تھے، کے زمانے میں روضہ امام رضاؑ کی وسیع پیمانے پر تعمیرات کی گئیں اور شاہ عباس صفوی کے زمانے میں حرم مطہر اور اس کے صحنوں نے وسعت اور زینت پائی۔ لیکن ۱۰۸۴ میں شہر مشہد میں ایک شدید زلزلے کے نتیجے میں گنبد مطہر اور اس سے متعلق کچھ مکانات متاثر ہوئے۔ اس واقعے کے بعد ۱۰۸۶ میں شاہ سلیمان صفوی نے دوبارہ ان کی تعمیرات اور تزئینات کو عمل میں لایا۔

کتاب مطلع الشمس میں درج ہے کہ شاہ طہماسب صفوی نے گنبد امام رضاؑ کو سونے کی اینٹوں سے زینت دی اور ایک خوبصورت مینارہ بھی تعمیر کر کے اس پر بھی طلا کاری کی نیز قبر مطہر اور ضریح مبارک کے اطراف کو بھی سونے سے زینت دی۔ (۱)

مجموعی طور پر صفوی بادشاہوں نے بارگاہ مبارک کی تعمیرات اور آبادی میں اچھا کردار ادا کیا ہے اور ساتھ ساتھ ہی مزید عمارتوں کا بھی اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ ۱۳۳۰ ہجری قمری میں آستانہ مبارک پر روسی فوجیوں کے ذریعے توپ کے گولے برسائے گئے جس کے نتیجے میں یہ بارگاہ مقدس شدید متاثر ہوئے اور اس کے ایک سال بعد نیر الدولہ جو خراسان کا گورنر تھا، نے ہمت کر کے ان خرابیوں کی ترمیم کو اپنے ذمے لے کر

ے ملتی ہے۔( )

قبر امام رضا ؑ کی زیارت کی فضیلت کے بارے میں احادیث کی کتب میں بہت سی روایتیں مفصل طور پر نقل ہوئی ہیں۔ شیخ صدوقؒ نے عیون اخبار الرضا میں ایک باب کو آپؑ کی زیارت کے ثواب سے مربوط احادیث کیلئے مخصوص کیا ہے اور ہم ان میں سے بطور تبرک دو روایتیں نقل کرنے پر اکتفا کریں گے۔

عبدالعظیم حسنی نے امام محمد تقی ؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا میں اس شخص کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں جو میرے پدر بزرگوار کی طوس میں ان کے حق کی معرفت (یعنی ان کو خدا کا نمائندہ اور واجب الاطاعت ماننا) کے ساتھ زیارت کرے۔

حمدان محمد بن ابی نصر بزنطی نے خود امام رضا ؑ سے نقل کیا ہے کہ فرمایا

میرے دوستوں میں سے جو بھی معرفت کے ساتھ میری زیارت کرے گا میں روز قیامت کو اس کی شفاعت کروں گا۔(۲)

اس نکتے پر توجہ رکھنی چاہیے کہ ائمہؑ کی شفاعت یا ان کی قبور کی زیارت کے ثواب کیلیے حاصل آداب و شرائط پائے جاتے ہیں کہ جن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ ہر کوئی جو گناہ چاہے کرے اور پھر ائمہؑ میں سے کسی کی زیارت پر جا کر اس توقع میں بیٹھے کہ اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ گناہوں کے عذاب اور ان کو بخش دیے جانے کے سلسلے میں اور بھی روایتیں وارد ہوئی ہیں کہ جن کے مفہوم کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے مخصوصاً اگر کوئی گناہ لوگوں کے حقوق سے مربوط ہو تو صاحب حق کو راضی کرنا چاہیے

اور اس کے علاوہ اس بات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ صرف ولایت رکھنا تو صرف ایک خاصیت کی حامل ہونا کافی نہیں ہے بلکہ خدا اور صاحب قبر کی عنایت کے مطابق ہو جیسا کہ ائمہ معصومین نے بھی فرمایا ہے کہ ان کے شیعوں کو ان صفات سے حامل ہونا چاہیے۔ بنابراین اگر کسی شخص میں ایک شیعہ کی خصوصیات نہ پائی جاتی ہوں تو خدا اور معصومین کی نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔

البتہ اگر کوئی دوسری شرائط کے حامل ہو اور اس سے اور حد سے گناہ سرزد ہو جاتے ہوں تو یقینا خداوند عالم ائمہ کی برکت سے اس کو معاف فرمائے گا۔

ایک اور موضوع جو زیادہ قابل توجہ اور اہم ہے وہ یہ ہے کہ بعض عوام حضرات متبرک قبور کی زیارت کے آداب سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے معصومین کی بارگاہوں میں داخل ہوتے ہوئے سجدے میں گر کر اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ دیتے ہیں۔

تو ایسے افراد کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اگر یہ سجدہ زیارت معصوم نصیب ہونے کے شکرانے میں (خدا کے لئے) ہو تو ٹھیک ہے بلکہ بہتر ہے کہ انسان ہر وقت خدا کیلیے سجدہ شکر کرے لیکن اگر خدا کی طرف توجہ کئے بغیر صرف امام کیلیے سجدہ کرتے ہیں تو یہ کام ہرگز جائز نہیں ہوگا کیونکہ سجدہ فقط خدا کی ذات سے مخصوص ہے اور اس کے علاوہ کسی کے لئے سجدہ کرنا جائز نہیں ہے حتی کہ امام اور پیغمبر کے لئے بھی۔ (چونکہ ائمہ طاہرین کی بارگاہوں میں بہت سے لوگ موجود ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ اس طرح کے عمل کو کوئی دیکھ کر دوسروں کے لئے شبہ کا باعث بن جائے بہتر ہے کہ ائمہ کی زیارت اور روضوں میں اگرچہ خدا کے لئے ہی کیوں نہ ہو اس جگہ میں سجدہ کرنے سے اجتناب کریں)

حوالہ

اس کے مقابلے میں ایک گروہ وہ ہے جو افراط کا شکار ہو چکا ہے یہاں تک کہ ائمہ کے حرم مطہر میں شفاطلبی یا حاجت طلبی کو ایک قسم کا شرک جانتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ شفا یا حاجت روائی صرف خدا کے اختیار میں ہے نہ امام کے اختیار میں۔

اس سلسلے میں حقیقت کو واضح کر دینے کے لئے ایک مقدمہ کو بیان کرنے کی ضرورت ہے اور وہ یہ کہ اس کائنات کے موجودات میں علت و معلول کا نظام ایک عمومی اور کلی قانون ہے اور ہر معلول یا حادثہ اپنی جگہ ایک علت اور سبب کا محتاج ہے جو اس کو وجود بخشے۔ مقصد یہ کہ یہ کائنات، اسباب و علل کے نظام پر قائم ہے اور ہر چیز کو وجود بخشنے والی مستقل علت خداوند متعال ہے۔

اگر تمام عالم متحد ہو جائیں پھر بھی تاثیر مدد خدا کی

بعض علل جو خدا اور امکانی معلول کے درمیان پائی جاتی ہیں، وہ واسطے ہوتے ہیں جن کا فعل اور اثر عین خدا کے فعل اور اثر ہوتا ہے اور کسی چیز کا معلول کو فیض وجود پہنچانے میں واسطہ قرار پانا تاثیر میں شریک یا مستقل ہونے سے غیر ہے۔

جیسے ایک فعل کا واسطہ اور دوسری واسطہ پر مستند ہونا مثلاً ایک انسان ہاتھ میں قلم سے کچھ لکھتا ہے تو اس کام کو قلم اور ہاتھ بھی انجام دے رہے ہیں اور خود انسان بھی جبکہ کام ایک ہے زیادہ نہیں ہے لیکن اس کو تین موضوع کی طرف نسبت دی جاتی ہے۔ یہاں لکھنے کے عمل میں مستقلاً تاثیر کرنے والا انسان ہے اور ہاتھ اور قلم فقط واسطے ہیں نہ شریک۔

قرآن کریم بھی ان تمام افعال و اعمال میں جو مخلوق سے منسوب ہیں اسی طرح مخلوق کے استناد اور ان میں علیت و معلولیت کی عمومیت کو قبول کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مستقل تاثیر کو خدا سے مختص قرار دیتا ہے جیسے

ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (اور جب تم نے تیر پھینکا تھا تو تم نے نہیں پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا تھا۔)(۱)

اور آیت قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم (ان سے لڑو کہ اللہ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب میں ڈالے گا)(۲)

نیز آیت انما یرید اللہ لیعذبھم بھا (خدا تو صرف یہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعے ان کو عذاب دے۔)(۳)

بنابریں وسیلہ اور واسطے سے متعلق بیان کی گئی حقیقتوں کی رو سے اگر دیکھا جائے تو امام سے حاجت طلب کرنا صرف اسی وقت شرک کے زمرے میں آئے گا کہ حاجت رکھنے والا امام کو بذات خود مستقل بندوں کی حاجتوں کو پورا کرنے پر قادر جانے لیکن اگر وہ اس تاثیر کو خدا کی طرف سے جانتے ہوئے امام کو صرف واسطہ اور وسیلہ قرار دے تو اس صورت میں وسیلے کو پکارنا صاحب وسیلہ کو پکارنا ہے چنانچہ واسطے کی اطاعت کرنا خود صاحب واسطہ (خدا) کی اطاعت ہے جیسا کہ فرماتا ہے

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔)(۴)

اسی طرح ملائکہ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے

---

۲۔ توبہ/۱۴

۳۔ توبہ/۵۵

۴۔ نساء/۸۰

۴

لا یسبقونه بالقول وھم بامرہ یعملون۔ یعنی وہ اس سے کسی بات میں پہل نہیں کرتے (مستقل رائے نہیں رکھتے) اور وہ اسی کے علم پر عمل کرتے ہیں۔ ( )

سادہ الفاظ میں واسطہ اور وسیلہ بارگاہ رب العزت کے مقرب بندے اور اس کے ہاں عظمت و عزت کے مالک ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص ان کو حصول رحمت کا واسطہ قرار دیتے ہوئے انہیں کی وساطت سے خداوند عالم سے مدد مانگے، تو اس عمل کا شرک سے کوئی تعلق نہیں ہوگا اور نہ ہی توحید وحدانیت کے ساتھ یہ عمل منافات رکھتا ہے۔

درحقیقت کوئی بھی عاقل واسطہ اور وسیلے کو شرک نہیں قرار دیتا کیونکہ واسطہ یا وسیلہ ایک ایسی راہ ہے جو توسل کرنے والے کو متوسل الیہ تک پہنچاتی ہے اس کے علاوہ حکم عقل کی رو سے بھی واسطہ مقصد و مقصود سے جدا ہے اور وہ غیر مستقل و محدود ہوتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی کسی فقیر کو کسی امیر کے حضور میں شفاعت کرنے سے پیسے دے گا تو کوئی بھی عاقل یہ نہیں کہے گا کہ یہ پیسے امیر اور شفاعت کرنے والے دونوں ہی کا عطیہ ہے بلکہ یوں کہے گا کہ امیر عطا کرنے والا ہے اور شفیع اس کا واسطہ اور وسیلہ ہے (مزید تفصیلات کیلئے المیزان کی طرف رجوع کریں)۔

آخر میں مولا و آقا امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کی روح پرفتوح کے حضور میں خالصانہ سلام پیش کرتے ہوئے اس کتاب کو اختتام تک پہنچاتا ہوں اور خدائے مہربان سے یہی التجا کرتا ہوں کہ آپ کے پیروکاروں کو آپ کے آسمانی اور ملکوتی مقام و منزلت سے آشنا فرمائے اور انہیں لغزشوں اور خطاؤں سے محفوظ رکھے۔

اللهم ارزقنا زيارته في الدنيا وشفاعته في الآخرة بجاه محمد وآله الطيبين الطاهرين

آج بروز بدھ ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۲۷ ہجری مطابق مئی ۲۰۰۶ء کو بوقت ۱۱ بجے ظہر، امام رؤف ثامن الائمہ حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے جوار مقدس میں اس کتاب کا ترجمہ اختتام پذیر ہوگیا

الْحَمْدُ والْمِنَّةُ لله ربِّ الْعَالَمِين

(حقیر مترجم)

استغفر الله ربي واتوب اليه

# مدارک و مآخذ

قرآن کریم

عیون اخبار الرضا

اصول کافی

ارشاد شیخ مفید

جلاء العیون مجلسی

امالی صدوق

منتہی الآمال ج ۳

اعلام الوریٰ باعلام الہدیٰ

تحف العقول

منتخب التواریخ

التحفۃ المہدویہ

رسالۃ الذہبیہ (طب و حفظان صحت)

ولایت عہدی حضرت رضا ـ

زندگانی حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ از

تاریخ سیاسی اسلام ـ تالیف عبدالقادر احمد،

ترجمہ ریاضی

زندگانی حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ

تالیف محمد مہدی خوشنویس

یادبود ہشتمین امام شیعیان

شرح زندگانی علی بن موسیٰ الرضا

تالیف احمد مغنیہ ترجمہ غضبان

توحید صدوق

| | |
|---|---|
| شیعہ در اسلام | نقش در قیام حضرت علی بن موسیٰ رضاؑ |
| صحیفۃ الرضاؑ | تاریخ تمدن اسلام تألیف جرجی زیدان |
| مقاتل الطالبیین | ستارگان درخشان ج ۱۰ |
| مسند الامام الرضاؑ ج ۱ | معصوم دہم |
| بحار الانوار ج ۴۹ | اثبات الوصیہ مسعودی |

# اصلاح وفلاح معاشرہ

کیلئے

# اپنی مطلوبہ کتب

کیلئے

- ○ خود تشریف لائیں
- ○ بذریعہ ڈاک وی پی یا رجسٹری
- ○ بذریعہ ٹرک بلٹی یا ریلوے پارسل

## خدمت کا موقع دیں

## کریم پبلیکیشنز

حق سنٹر 38 اردو بازار لاہور

فون 042-7122772

قارئین کرام

# توحید

## نہج البلاغہ کی روشنی میں

کتاب مستطاب

"شیعیت کا مقدمہ" کے مولف محترم حسین الامینی

کے قلم سے دوسری اہم پیشکش

پوری آب وتاب کے ساتھ بہت جلد منصہ شہود پر آ رہی ہے

اپنی ڈیمانڈ جلد بک کروائیں


حق سٹریٹ 38 اردو بازار لاہور

فون 042-7122772

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar No. 2
KARACHI
PH. 7211795

دینی کتب کے لیے آپ کا اپنا مرکز

کریم پبلیکیشنز

سمیع سینٹر 38 اُردو بازار لاہور فون 042-7122772